



فرمایا رسول خدا نے کہ :
میرے اہل بیت کی مثال
کشتی نوح کی مانند ہے
جو اس میں سوار ہوا نجات
پا گیا جو رہ گیا ہلاک ہوا ، اور
غرق ہو گیا ۔ (ارج المطالب ص ۳۴)

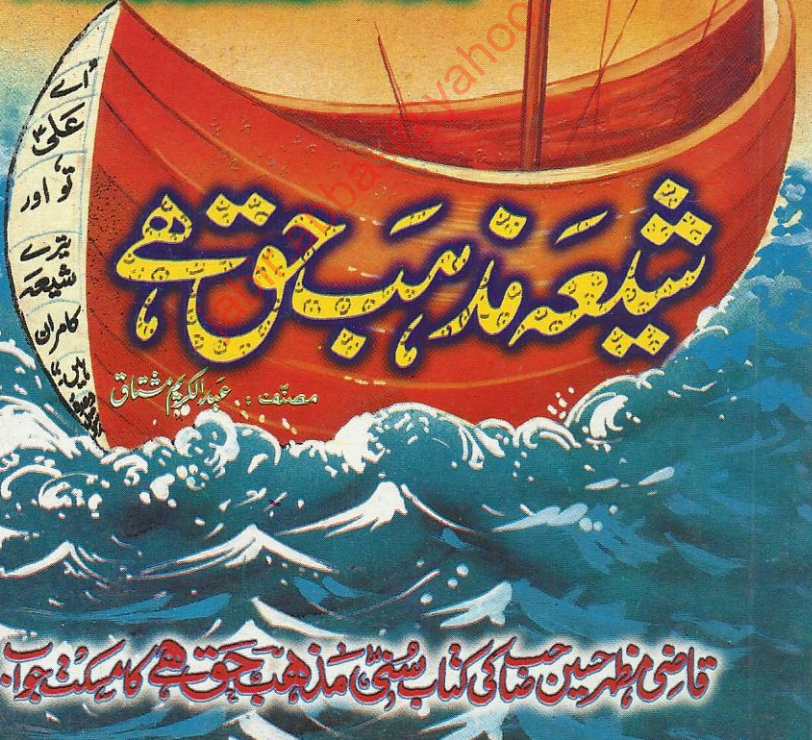


انظام مصطفیٰ پابند باد

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفہ بلا مصل

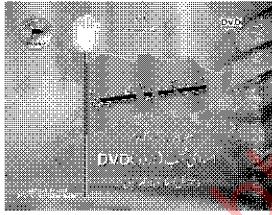
نظام الہیتہ زندہ باد



قاضی ہر حسین ضاکی کتاب سنی مذہب حق ہے کامیابی جو

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

شیعہ مذاہب

مکتبہ المدینہ
جیلو، لاہور
۱۹۸۰ء

مصنف :
عبد الکریم مشتاق

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

اطلاع عام

یہ کتاب قاضی منظر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان چکوال ضلع جہلم کی شائع کردہ کتاب ”سنی مذہب حق ہے“ جو بقول مولف مصنف کتاب ہذا کے دس سوالات کا جواب ہے کی تردید میں جواباً پیش کی جا رہی ہے۔ یہ بات فطری ہے کہ ایسے مناظرانہ مباحث میں جذبات ایمانیہ کا غلبہ اکثر مقامات پر مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ لہذا ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ متعصب الذہن افراد اور ایسے حضرات جو اپنے مذہب پر تنقید پسند نہیں کرتے اس کتاب کا مطالعہ ہرگز نہ فرمائیں۔ البتہ کشادہ ذہن اور غیر جانبدار متلاشیان حق کے لیے یہ کتاب راہ حق کا چراغ اور سنگ راہ باطل ثابت ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ

(مصنف)

سکینہ

حیدرآباد الیف آباد - نمبر ۱

فہرست مضامین

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ	نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۱۔	مقصد	۱۲	۲۰	کتاب "ہزار ہفتا ارکی	۲۹
۲۔	حمد و صلوٰۃ	۱۲		دس ہماری، "میں مطلوبہ	
۳۔	عرفی تحریر	۱۲		سوالات -	
۴۔	غوش آئینہ	۲۱	۲۹	دس ہزار ہفتا ارکی	۲۹
۵۔	حق سائل	۱۳		سوالات -	
۶۔	منہدی	۱۳	۳۲	قاضی مظہر حسین صاحب کے	۳۲
۷۔	مضمون خط	۱۴		جوابات بنام سید باقر حسین	
۸۔	خدمت سید باقر حسین	۱۵	۳۳	سوالات نمبر ۳ ر بابت	۳۳
۹۔	چار ہزار اکھڑے پیر	۱۶		"زنگیلا رسول"	
۱۰۔	مشتاق پیر شکوہ بیجا	۱۶	۳۳	مطلوب	۳۳
۱۱۔	عبدالکریم کی صفائی	۱۸	۳۳	قاضی صاحب کا جواب	۳۳
۱۲۔	دو زخی صحابی	۲۰	۳۴	سائل کا جوابی تبصرہ	۳۴
۱۳۔	بارگاہ رسالت میں گذارش	۲۰	۳۶	اگر میں مٹتی رہتا	۳۶
۱۴۔	اگر شیعہ مذہب کی تہ ہو تو؟	۲۱	۳۷	اقترا ف مجیب	۳۷
۱۵۔	بارگاہ الہی میں جواب	۲۲	۳۸	کوئی کہتا ہے شیعہ مذہب	۳۸
۱۶۔	یارانِ ثلاثہ کی گواہی	۲۲		ظاہر نہیں ہے؟	
۱۷۔	وشادہ نیری ثبوت	۲۶	۳۹	"زنگیلا رسول" اور مسئلہ	۳۹
۱۸۔	فیصلہ خداوندی	۲۷		خلافت -	
۱۹۔	یقین محکم	۲۷	۳۹	سننی تلوار شیعہ قلم -	۳۹

صفحہ	تفصیل	نمبر شمار	صفحہ	تفصیل	نمبر شمار
۵۷	امام مہدی کے بارے میں کتب اسماعیلی کی پیشگوئیاں	۴۵	۴۳	مدح خدیجہؓ اور زنگیلہ رسولؑ	۳۲
۴۴	سوال نمبر ۶ (جنازہ رسولؐ کو بلا دفن چھوڑ دینا)	۴۶	۴۶	سوال نمبر ۵ (بابت فتوت)	۳۳
۶۴	مطلوب	۴۶	۴۶	مطلوب	۳۴
۶۴	نجیب کا جواب	۴۸	۴۷	قاضی جی کا جواب	۳۵
۶۵	جنازہ رسولؐ کو چھوڑنا تسلیم شد	۴۹	۴۷	قائمتین کی تشریح	۳۶
۶۵	سائل کا جواب	۵۰	۴۷	سائل کی جوابی گزارش	۳۷
۶۶	خودی ضرورت کیا تھی؟	۵۱	۴۹	سوال نمبر ۷ - (غیبت امام مہدی)	۳۸
۶۷	سوال نمبر ۹ - (متفقہ)	۵۲	۵۰	مطلوب	۳۹
۶۷	مطلوب	۵۳	۵۱	قاضی صاحب کا جواب	۴۰
۶۷	قاضی جی کا جواب	۵۴	۵۱	سائل کی معروضات	۴۱
۷۰	سائل کی التماسی لفظ متفقہ کی بحث	۵۵	۵۲	شیطان اور امام کی مثال	۴۲
۷۱	حدیث بخاری	۵۶	۵۲	غیبت انبیاء	۴۳
۷۲	باپ کا اثر ایٹے کا انکار	۵۷	۵۴	غیبت امامؑ شہداء مال پر	۴۴
۷۳	میاں بیوی راضی کیا کرے گا قاضی	۵۸	۵۶	مفتی علماء کا اجماع	۴۵
			۵۶	حضرت صاحب الامر امام مہدی علیہ السلام کی غیبت آپ کا وجود و ظہور قرآن الہی کی روشنی میں	۴۶

نمبر شمار	تفصیل	نمبر شمار	صفحہ	تفصیل	نمبر شمار
۸۶	ڈانٹے، قاضی بیٹھا بغلیں جھانکے۔	۷۶	۷۶	ثواب و درجہات	۵۹
۸۷	عزاداری سے بجا کیوں آتا ہے۔ ؟	۷۷	۷۷	حلوہ کھاؤ جنت میں جاؤ	۶۰
۸۸	تاکام محبت کا صلہ جنت و شہادت۔	۷۸	۷۸	عمل کردہ سے بڑھ جاؤ	۶۱
۸۹	روایات تسلی کا جواب	۷۹	۷۹	عقل مند کا فریے وقوف قاضی	۶۲
۹۰	اقوال ستودہ اور قرآن	۸۰	۸۰	امام اعظم اور زنا کی اجازت	۶۳
۹۱	سیدانیوں کی عزاداری	۸۱	۸۱	بازار حسن چمک اٹھے۔	۶۴
۹۲	عزاداری اور فطرت	۸۲	۸۲	بخاری اور بدکاری	۶۵
۹۳	ظلم پر صبر واجب نہیں ہے	۸۳	۸۳	مسئلہ غسل اور رنگیلا جواب	۶۶
۹۴	سوال نمبر ۶	۸۴	۸۴	چیچو راؤ پر پھٹی قاضی	۶۷
۹۵	(اعلاطہ مصحف عثمانیہ)	۸۵	۸۵	محبوبہ عورت	۶۸
۹۶	مطلوب	۸۶	۸۶	عرش کا احتلام	۶۹
۹۷	جواب المجیب	۸۷	۸۷	کچھ کہتے کہتے رہ گئے۔	۷۰
۹۸	جواب الجواب	۸۸	۸۸	باپ کے لئے محرم بیٹے کیلئے	۷۱
۹۹	فصل کن ٹوٹ اڑ	۸۹	۸۹	جلال۔	۷۲
۱۰۰	”ذکاوالافان“	۹۰	۹۰	الہرم ان پر قصور اپنا۔	۷۳
	شیعہ منہن قضا تحریف	۹۱	۹۱	سوال نمبر ۱ (ماٹم سٹیئر)	۷۴
	قرآن کے قائل نہیں ہیں	۹۲	۹۲	مطلوب	۷۵
		۹۳	۹۳	قاضی منظر حسین کا جواب	۷۶
		۹۴	۹۴	میرا جواب ”الکابورہ کدوالی کو	۷۷

صفحہ	تفصیل	نمبر شمار	صفحہ	تفصیل	نمبر شمار
۱۱۹	پانچ نیچے	۱۰۴	۱۰۳	مترادفہ اور متواترہ	۹۰
۱۲۰	صحابہ کا خط اصحاب کے نام	۱۰۷	۱۰۴	آلقان سے تین امور ماخوذہ	۹۱
۱۲۱	سورہ غلاب	۱۰۸	۱۰۵	اجماع	۹۲
۱۲۲	سورہ فاحمہ	۱۰۹	۱۰۵	اجماع منقول	۹۳
۱۲۲	نص خلافت علیہ	۱۱۰	۱۰۵	ترتیب توفیقی میں اختلاف	۹۴
۱۲۳	سنی الفاظ قرآن کو قرآن نہیں ملنے۔	۱۱۱			
۱۲۵	حضرت علیؑ نے قرآن کو کیوں محفوظ کر لیا۔	۱۱۲	۱۰۶	ترتیب توفیقی پر بحث	۹۵
۱۲۵	کتمان نہیں حفاظت کہئے	۱۱۳	۱۰۸	کچھ ہمارے بھی نہیں۔	۹۶
۱۲۶	عبدالکریم مشاق کی ترقی	۱۱۴	۱۰۹	عمر کی اٹھارہ بیٹی	۹۷
۱۲۷	علیؑ منصوص خلیفہ بلا فصل	۱۱۵	۱۰۹	قرآن پر باہمی اختلاف	۹۸
۱۲۸	باقر شاہ کو دعوتِ غدار	۱۱۶	۱۱۰	ابن حجر کی مکالمات	۹۹
۱۲۹	سوال نمبر ۱ (آیت اختلاف)	۱۱۷	۱۱۰	ہماری جواب	۱۰۰
۱۲۹	مطلوب	۱۱۸	۱۱۲	عہد رسولؐ میں قرآن مرتب نہ تھا۔	۱۰۱
۱۲۹	قاضی صاحب کا جواب	۱۱۹	۱۱۳	مصحف علیہ	۱۰۲
۱۳۳	سائل کی جوابی نگارش	۱۲۰	۱۱۵	علیؑ و قرآن کا ساتھ	۱۰۳
۱۳۴	آیت اختلاف میں خلافت کا مفہوم	۱۲۱	۱۱۷	قرآن کی حفاظت	۱۰۴
			۱۱۸	زمانہ عثمان تک اُمت بے قرآن تھی	۱۰۵

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ	نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۱۲۲	موجود اُمت ہے	۱۳۵	۱۵۲	مطلوب	۱۲۶
۱۲۳	ظہور کلی مفقود ہے۔	۱۳۶	۱۵۲	جواب النجیب	۱۲۷
۱۲۴	ہرمذی و عہدہ عند رسالت	۱۳۶	۱۶۱	اہل سنت و الجماعت	۱۶۱
	میں پولہ ہو گیا	۱۴۰	۱۶۶	از روئے احادیث	۱۶۶
۱۲۵	شرط و عہدہ	۱۳۷		شیعہ سنت و جماعت	
۱۲۶	تلیخیص	۱۳۹		کئی غلطی	
۱۲۷	عقدہ غیر معقول	۱۴۱	۱۶۷	حضرت علی المرتضیٰ اور	۱۶۷
۱۲۸	خلفاء ثلاثہ سے لا تعلق	۱۴۱		اہل سنت	
۱۲۹	عبادتہ نرج البلاغۃ کا جواب	۱۴۲	۱۶۹	امام حسین اور اہل سنت	۱۶۹
۱۳۰	عمر نگاہ علیؑ میں	۱۴۳	۱۷۰	اہل سنت و الجماعت کی	۱۷۰
۱۳۱	فتوحات مہر ہوئیں۔	۱۴۵	۱۷۲	سائل کا جواب الجواب	۱۷۲
۱۳۲	سوال نمبر ۲۔	۱۴۵	۱۷۲	قاضی کے دل کی بھڑاس	۱۷۲
	رخدا سے ہر ایڈن کا صدور	۱۴۶	۱۷۳	لفظی یا معنوی اختلاف	۱۷۳
۱۳۳	مطلوب	۱۴۶		نہیں۔	
۱۳۴	جواب	۱۴۶	۱۸۲	غیر معقول مطالبہ کا جواب	۱۸۲
۱۳۵	جواب الجواب والدہ الحصن	۱۴۸	۱۸۳	دین اسلام خدا کا	۱۸۳
	علی الصواب			پسندیدہ ہے	
۱۳۶	سوال نمبر ۱ رشتہ۔ اہل	۱۵۲	۱۸۳	تفرقہ بازی مذہب سے	۱۸۳
	سنت و الجماعت کی (اصطلاح)	۱۵۰	۱۸۴	ہر مسلمان شیعہ ہو سکتا ہے	۱۸۴

صفحہ	تفصیل	نمبر شمارہ	صفحہ	تفصیل	نمبر شمارہ
۱۹۸	بحث ارفقی	۱۴۵	۱۸۵	شیعہ کے معنی	۱۵۱
۲۰۰	اہل السنۃ والجماعت	۱۴۶	۱۸۶	شیعہ کا بائی فرعون نہیں	۱۵۲
۲۰۱	اموی پودا	۱۴۷		نوح علیہ السلام ہیں	
۲۰۴	نسبت سنت	۱۴۸	۱۸۷	صرف شیعہ ناجی ہیں	۱۵۳
۲۰۵	نسبت علیؑ	۱۴۹	۱۸۹	امیر المومنین شیعہ محمدؐ ہیں	۱۵۴
۲۰۸	سیدوں کی سنت کی	۱۵۰	۱۸۹	نجات شیعہ بقول امام احمد	۱۵۵
	خلاف و برزی		۱۹۰	شفاعت شیعوں کیلئے ہے	۱۵۶
۲۰۸	شیعوں کا اہلبیت سے	۱۵۱	۱۹۰	شیعوں پر سلام از حضرت الامام	۱۵۷
	تمسک		۱۹۱	معتنی بھی شیعہ بنتے ہیں	۱۵۸
۲۰۹	از روئے احادیث	۱۵۲	۱۹۱	شیعہ کے لغوی و اصطلاحی	۱۵۹
	شیعہ سنت و جماعت		۱۹۳	معنی ایک ہی ہیں۔	
	کی عظمت - رضہ			کتاب المروءۃ کی روایت	۱۶۰
۲۱۰	حضرت علی المرتضیٰ اور	۱۵۳		کا جہ اب	
	اہل سنت		۱۹۴	وعدہ کا مرانی شیعہ علیؑ کیلئے	۱۶۱
۲۱۲	امام حسین اور اہل سنت	۱۵۴		ہے۔	
۲۱۳	اہل السنۃ والجماعت	۱۵۵	۱۹۴	گردہ عثمانی و جمال کا جی	۱۶۲
	جنتی ہیں			ہے۔	
۲۱۴	کشتی نجات	۱۵۶	۱۹۵	مجیب کی طفلانہ لطافت	۱۶۳
۲۱۷	ضمانت نجات	۱۵۷	۱۹۷	شاہ عبدالعزیز کا بیان	۱۶۴

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ	نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۱۷۸	باقر شاہ صاحب اور	۲۱۹	۱۸۹	تقیہ کا مطلب	۲۳۴
	ان کے احباب کو دعوت		۱۹۰	تقیہ کی ضرورت	
	غیر و فکر		۱۹۱	انبیاء کا تقیہ	۲۳۵
۱۷۹	قاضی منظر صاحب کے	۲۲۲	۱۹۲	حالت مجبورہ میں کفر	۲۳۶
	سیرالات کا جواب			کفر کہنا جائز ہے۔	
۱۸۰	راحم پر نکتہ چینی کا جواب	۲۲۲	۱۹۳	واقعہ عمارہ	۲۳۷
۱۸۱	قاضی جی شیعہ مذہب کی		۱۹۴	مخالفین سے تقیہ نہ لینی	۲۳۸
	تبلیغ سے خائف کیوں ہیں	۲۲۵		کی اجازت ہے۔	
۱۸۲	راز کا چھپانا	۲۲۵	۱۹۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تقیہ	۲۳۹
۱۸۳	سکریٰ کی سختی ہے	۲۲۶	۱۹۶	تقیہ نے عناد و جھڑپوں	۲۳۹
۱۸۴	آئمہ کی تعلیمات سے اختلاف	۲۲۷		کی مخالفت ہے۔	
	ہیں۔		۱۹۷	مقتضیٰ ذمہ کی اجازت	۲۴۱
۱۸۵	ایٹھائی کی برائی سمجھنے	۲۲۸	۱۹۸	شیعہ مذہب کی حالت	۲۴۲
	کا کوئی علاج نہیں۔			میں قابل عمل و معقول ہے	
۱۸۶	معاهدہ حلبیہ کی تحریر	۲۲۹	۱۹۹	اہل سنت و شیعہ دونوں	۲۴۳
	سے امام صادق کی تقریر			کے نزدیک تقیہ جائز ہے	
	کا جواب۔		۲۰۰	ہمارے آئمہ کرام کی	۲۴۴
۱۸۷	خلیفہ اول مخالفہ کو خطیفہ	۲۳۰		جائیں و اموال پیارے	
	کیوں ہیں؟			ہیں۔	
۱۸۸	تقیہ معقول حکمت عملی ہے	۲۳۳	۲۰۱	تقیہ کی مخالفت غیر معقول	۲۴۴
				ہے۔	

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ	نمبر شمار	تفصیل	صفحہ
۲۰۲	حضرت مبلغ اعظم سے نامہ و بدلہ	۲۴۵	۲۱۵	خدا کی پہلی سنت شرط وعدہ ہے۔	۲۶۶
۲۰۳	کتمان مانع تبلیغ نہیں	۲۴۷	۲۱۶	خلافتِ اہلبیت تحت اح تحت حکومتِ اہلبیت۔	۲۶۶
۲۰۴	سوال نمبر ۲	۲۴۸	۲۱۷	خلیفہ حامل امر کن فیکون ہونے کا۔	۲۶۷
۲۰۵	مسئلہ خلافت اصولی ہے	۲۴۹	۲۱۸	حقیقی خلفاء ائمہ اطہار علیہم السلام۔	۲۶۷
۲۰۶	چار تنقیہات کا جواب	۲۵۰	۲۱۹	تین مسئلہ امیر کا جواب	۲۶۹
۲۰۷	غلبہ دین محتاج حکومت نہیں۔	۲۵۱	۲۲۰	علیؑ و اہل بیت و محافظ کتاب ہیں۔	۲۷۱
۲۰۸	بحث "مَنْ كُوِّرَ"	۲۵۲	۲۲۱	حوادث بمطابق قرآن مجید	۲۷۱
۲۰۹	حکومت ثلاثہ کے لئے استدلال عقب ہے۔	۲۵۳	۲۲۲	علیؑ ولی اللہ خلیفۃ الرسول اللہ کا تسلط کائنات ہے	۲۷۲
۲۱۰	تمکین کے لئے حاکم ہونا لازم نہیں۔	۲۵۴	۲۲۳	امن خوں لرینہ سے بہتر ہے۔	۲۷۶
۲۱۱	عقد ثلاثہ کو دو تمکین کہنا محض عقیدت ہے۔	۲۵۵	۲۲۴	سوال نمبر ۳	۲۷۷
۲۱۲	گلی وعدہ کے موخر و امام مہدی ہیں۔	۲۵۶	۲۲۵	سفید کو انکار نہیں	۲۷۷
۲۱۳	سورہ محمد کی پیش گوئی	۲۵۷	۲۲۶	کلمہ قرآن میں نہیں ہے	۲۷۸
۲۱۴	حیاتِ علیؑ میں امر اکون تھے	۲۵۸	۲۲۷	تشریف منور و نہر میں ہے	۲۸۰

نمبر شمارہ	تفصیل	صفحہ	نمبر شمارہ	تفصیل	صفحہ
۲۲۸	احادیث بخاری میں تحریف	۲۸۰	۲۲۷	برہنہائے اساتذہ کے	۲۹۰
۲۲۹	تین لاکھ روپے کمائے	۲۸۱		دو لاکھ ایلینٹینوں میں	
۲۳۰	استدلالی خزینہ جی	۲۸۲		تضاد نہیں ہے۔	
۲۳۱	دریادلی اور سنگدلی	۲۸۳	۲۲۳	علما و شیعہ میں کلمہ پر کڑی	۲۹۱
۲۳۲	میراث و وقف سخت ہے	۲۸۳		او خلاف نہیں ہے۔	
۲۳۳	رسول کے دو بڑے کلمے	۲۸۳	۲۲۴	رسول اللہ کا علی دلی اللہ	۲۹۲
	بڑھنا کبھی دلیل ایمان نہیں			پر تحریر ہی عہد عام۔	
۲۳۴	دو لوگ فیصلہ	۲۸۴	۲۲۵	گمہ کی گواہی۔	۲۹۳
۲۳۵	ابوسعید خدری کا اظہار	۲۸۵	۲۲۶	امام حسن کا کلمہ بوقت	۲۹۴
	افسوس۔			نزاع۔	
۲۳۶	حضرت نے اقراء ولایت	۲۸۶	۲۲۷	امام محمدی کا کلمہ۔	۲۹۵
	علویہ پر صحابہ سے بیعت تھی۔		۲۲۸	قطعی اثبات	۲۹۵
۲۳۷	اقراء نبوت انکار ولایت	۲۸۶	۲۲۹	علی دلی اللہ درمہر نبوت	۲۹۶
	کے ساتھ بے فائدہ ہے		۲۵۰	پہلی وحی	۲۹۶
۲۳۸	چھ شیعہ روایت کا	۲۸۷	۲۵۱	انبیاء و ماسلف کا کلمہ	۲۹۶
	جواب۔			ولایت۔	
۲۳۹	امام جعفر صادق اور	۲۸۷	۲۵۲	فطرت	۲۹۷
	امام رضا کا فرمان۔		۲۵۳	عالم الست کا عہد	۲۹۷
۲۴۰	تمام بیوں کا علی دلی اللہ	۲۸۸	۲۵۴	الجواب جنت کی نہ نیست	۲۹۷
	بڑھنا تھا۔			علی دلی اللہ	

نمبر شمارہ	تفصیل	صفحہ	نمبر شمارہ	تفصیل	صفحہ
۲۵۵	بوقت خلقت نزل	۲۹۷	۳۱۰	کلمہ میں اضافہ ممنوع نہیں ہے۔	۲۹۷
۲۵۶	قرآن عرش	۲۹۸	۳۱۱	علیؑ ولی اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔	۲۹۸
۲۵۷	نبیؐ کا اعلان عام	۲۹۸	۳۱۲	ولایت علیؑ کی وصیت رسولؐ	۲۹۹
۲۵۸	جملہ موجودات کی رُوح	۲۹۸	۳۱۳	ابن عمرؓ کا اقرار	۲۹۹
۲۵۹	تحریک -	۲۹۹	۳۱۴	کلمہ شیعہ اطہار حق ہے	۳۰۰
۲۶۰	لفظی مباحثہ کی صورت	۳۰۰	۳۱۵	شیعہ تادیلات	۳۰۱
۲۶۱	میں حضرت عمرؓ کا کلمہ پڑھنا	۳۰۱	۳۱۶	کتابت بلا فصل	۳۰۲
۲۶۲	ثابت نہ ہو سکا۔	۳۰۲	۳۱۷	اذان کا بیان -	۳۰۳
۲۶۳	شیعہ کتب میں کلمہ ولایت	۳۰۳	۳۱۸	عہد رسالتؐ مآب میں	۳۰۴
۲۶۴	کے اثبات کی کمی نہیں ہے	۳۰۴	۳۱۹	اذان میں تنہا دعوتِ علویہ	۳۰۵
۲۶۵	آنحضرتؐ کا اپنے وصی کی	۳۰۵	۳۲۰	الصلوٰۃ خیر من الزیم	۳۰۶
۲۶۶	شہادت کا اقرار لینا -	۳۰۶	۳۲۱	ثابت نہیں ہے۔	۳۰۷
۲۶۷	صحابہ کے نزدیک علیؑ کی	۳۰۷	۳۲۲	مناقض علیؑ ولی اللہ نہیں	۳۰۸
۲۶۸	وصایت کا انکار کفر تھا	۳۰۸	۳۲۳	کلمہ سرکتا -	۳۰۹
۲۶۹	ہمارا کلمہ عرش و فرش پر	۳۰۹	۳۲۴	مناقضین کون ہیں	۳۱۰
۲۷۰	راج ہے۔	۳۱۰	۳۲۵	مشتاق نے سنی مذہب کیوں	۳۱۱
۲۷۱	فتنہ انگیز کا دشمن	۳۱۱	۳۲۶	ترک کر دیا؟	۳۱۲
۲۷۲	سید عقیل حیدر کی دلیل	۳۱۲			
	مقبول ہے۔				

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ	نمبر شمار	صفحہ
۲۸۰	اہل تسنن اور محبت علیؑ	۳۲۲	۲۸۶	۳۲۶
	یکجا نہیں رہ سکتے۔		۳۲۳	۳۲۶
۲۸۱	میری محبوبہ			
۲۸۲	سُنی دعوٰیِ محبتِ ناقابلِ	۳۲۳	۲۸۸	۳۲۶
	اعتبار ہے۔			
۲۸۳	سُنی بغضِ علیؑ کے بغیر میں	۳۲۳	۲۸۹	۳۲۸
	نہیں ہو سکتا۔			
۲۸۴	محبتِ علیؑ جزوِ ایمان نہیں	۳۲۴	۲۹۰	۳۲۹
۲۸۵	سُنی کلمہ میرا اعتبار نہیں۔	۳۲۵		

ہَدِیَّۃُ الشُّکْرِ

احقر حضرت علامہ پروفیسر سید علی حسنین صاحب شفیقہ کا دل سے
ممنون ہے کہ انہوں نے عظیم الفرصتی کے باوجود کتاب ہذا پر نظر ثانی فرما کر
میری حوصلہ افزائی کی۔ رب العزت ان کی توفیقات میں برکت عطا کرے۔ آمین

مشتاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

حمد و صلوٰۃ اللہ ہی کے لئے حمد ہے۔ کہ اس پاک ذات نے صافقین کا ساتھ دینے کی نصیحت فرمائی اور کافریں سے بیزاری اختیار کرنے کی تلقین کی۔ صداقت و امانت کا نمونہ اس نے اپنے رسول کے اسوہ حسنہ کو ٹھہرایا اور اعلان فرمایا کہ رسول کی اطاعت ہی دراصل رب رسول کی فرماں برداری ہے۔ اے رحمت و برکت نازل فرمانا رہ محمد و آل محمد (علیہم السلام) پر کہ انھوں نے دُنیا کو حق و باطل کی پہچان کرنے کا سلیقہ تعلیم فرمایا۔ پروردگار لعنت فرما ان تمام کاذبین پر جنہوں نے تیرے ان محبوب ہادیلوں سے بغض و عناد رکھا۔

غرض تحریر اس کتاب کا مقصد تحریر یہ ہے کہ حال ہی میں "تحریک خدام اہل سنت" چکوال ضلع جہلم پاکستان کی شائع کردہ ایک کتاب "سنی مذہب اہل سنت ہے" بازاء میں لائی گئی ہے۔ اس کتاب کے مولف مولوی غاضی مظہر سید صاحب بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان نے صفحہ ایٹیل پر شہنچہ جمائی ہے کہ

"شیعہ مصنف عبدالکریم مشتاق کے دس سوالات کا جواب"

یہ دیکھ کر خوشی محسوس ہوئی کہ خداوند اکبر کے کفر ٹوٹا۔ چلے سکوت تو ختم ہوا۔ غلط یا صحیح کم سے کم جواب دینے کی سعی تو فرمائی کہہذا میں اس میدان میں اٹھنے کو اقدام جزاؤمندار کی قدر کرتے ہوئے جناب مولوی قاضی منظر حسین کو مستحق مبارکباد قرار دیتا ہوں اور کشادہ دلی سے ان کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ انھوں نے اپنے اختیار کردہ مذہب کے تحفظ کی خاطر علمی حرکت کا آغاز فرمایا تاکہ طالبان تحقیق کو منزل مقصود پر پہنچنا آسان ہو جائے۔

حق سائل بحیثیت سائل مجھے حتیٰ حاصل ہے کہ عجیب کے بیانات پر اپنی پوری رائے کا اظہار کروں اور بے لاگ تبصرہ کر کے حق و باطل کا فیصلہ کرنے کی ذمہ داری قارئین کے لئے باقی چھوڑ دوں کیونکہ صحیح و غلط کا فیصلہ ناظرین ہی کی فراست علمی پر منحصر ہے۔

میرے لئے یہ شرف باعث افتخار ہے کہ خاطی و گنہگار کو سفینہ نجات میں سوار ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فلک البرجاء میں مجھے پناہ کا حاصل ہو جانے کی خوش کنجی کچھ لوگوں کو ناگوار گزری ہے۔ خبر نہیں حسد کے مالٹ یا عدوت کی ڈبہ سے۔ لیکن خیال ہے کہ یہ ناگوار گزری شاید اس لئے شدت اختیار کر رہی ہے کہ میں نے مثالی کشتی کو رخ میں سوار ہوتے ہی اندر ہندوئی عوام الناس کو بھی اس کشتی میں بیٹھنے کا مشورہ اور دعوت جوئی و خروش سے دینا شروع کر دیا ہے کیونکہ میرے نزدیک ڈوبے کو بچانا نیکی ہے۔ اسی لئے بے لوث تحفہ آخر دیجات کی خاطر خلوص نیت سے ان جان لوگوں کو ہلاکت سے حفاظت کی طرف بلاتا ہوں۔ اللہ کی برکت سے عاقل افراد کان لگا کر میری آواز سنتے ہیں اور بفضل ربی بحق درپیش اس بیڑے میں سوار ہو رہے ہیں جس کا پارہ لگنا یقینی ہے۔

مندى لیکن دوسری طرف میرے اس ڈھنڈورہ سے ان کشتی رانوں کا

دھندلے ماندر پر لکھا ہے ہتھوں نے شکستہ و ناقص کشتیوں کو نا تجربہ کار نا خدا نگرانی میں محض دنیوی دولت کی خاطر حقیقی سفینہٴ نجات کے مقابلے میں لاٹھڑا کہہ رکھا ہے چنانچہ میر کا یہ آواز کہ ”اہل بیت کی مثال لوح کی کشتی جیسی ہے کہ ہو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا ہو رہ گیا غرق ہوا ہلاک ہو گیا۔“ حریفوں جلی اور لٹاڑی ملاجیوں اور ان کے بہی خواہوں کے کانوں میں چھری جیسی لگتی ہے۔ اپنے ناجائزہ کار و بار کو چمکانے کی غرض سے اس قماش کے لوگ اس کو شمش میں ہمہ تن مصروف ہیں کہ میری آواز و بادیں کیونکہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو اندریشہ ہے کہ وہ تلاش ہو جائیں میر مطلق کرنے پر ان جلی کشتیوں میں بیٹھے ہوئے سادہ لوح مسافروں نے بھی اترنا شروع کر دیا ہے گروہ در گروہ اصلی سفینے کی جانب آ رہے ہیں کیونکہ ان کے یقین ہو گیا ہے کہ بلاشبہ یہی بیڑہ پائے لگے گا۔ ایسے حالات میں بھلا کچھ چپ کرنا کیوں ضروری سمجھانے جائے گا؟ لہذا طرح طرح کے طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں کہ میر امنہ بند ہو جا۔ ان ہی کوششوں کے سلسلے کی ایک کڑی قاضی منظر حسین صاحب کی ذیل بحث کتاب ہے جسکے بارے میں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ متناقض شیعہ کے دس سو اٹھ کا جواب ہے۔

مضمون نمونہ
 خود قاضی صاحب موصوف اپنی اس کتاب کی اشاعت کا باعث اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سید باقر شاہ صاحب نامی کسی شخص نے میری کتاب ”ہزارہ ہمارے دس ہمارے“ میں شائع شدہ دس ہزار روپیے کے دس سوالات نقل کر کے ایک سنی المذہب مولوی محمد یعقوب شاہ صاحب خطیب اہل سنت و اہل فتنہ گجرات کو ارسال کئے۔ مولوی یعقوب شاہ صاحب نے اظہارِ عجز فرماتے ہوئے یہ سوالنامہ قاضی منظر حسین صاحب کو چکوال روانہ کر دیا۔ اور قاضی صاحب نے اس سوالنامے کا جواب باقر شاہ

کو بھیجا دیا۔ اسی جواب کو کتابی شکل دے کر سنی مذہب میں ہے، اس کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ قاضی صاحب نے باقر صاحب کو جو خط تحریر کیا ہم اس کے کچھ اقتباسات ان کی کتاب سے نقل کر رہے ہیں تاکہ معاملہ کی تفصیلات سے عام قارئین آگاہ ہو سکیں۔ قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

خدمت سید باقر حسین شاہ صاحبزادہ

سلام مسنون۔ آپ نے میری کتاب محمد یعقوب شاہ صاحب خطیب اہل سنت بحالیہ ضلع گجرات کے نام جو سو النامہ ارسال کیا تھا وہ اٹھنوں نے جواب کے لئے میرے پاس بھیج دیا ہے۔
آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ

مندرجہ ذیل دس سوالات سے میری عالم فہم الکیریم متناقض صاحب نے اہل سنت والجماعت سے پوچھے ہیں اور تحریر و تقریر کی طور پر کہا ہے کہ جو سنی مولوی ان دس سوالات کے جواب صحیح دے گا اس کو میں مبلغ دس ہزار روپے بطور نقد انعام پیش کر دوں گا اور میرا شیخہ مذہب ترک کر کے سنی مذہب قبول کر لوں گا بصورت دیگر علمائے اہل سنت کو دعوت دی جاتی ہے کہ عقیدہ باطل چھوڑ کر مذہب شیعہ حق قبول کر کے سعادت دارین حاصل کر لیں۔ اور آپ نے اس خط کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ

”میں سید باقر حسین شاہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات ثنائی جتنا جلد ممکن ہو سکے جلد انہیں میرے ذریعہ ذیل پتہ پر ارسال کر دیں۔ ورنہ میں اندر میرے دیگر ہم خیال سنی یا سنی ان سوالات کا کوئی ثنائی جواب نہیں دے گا کہ نقد و تقریر اور ہزار نفوس کے لئے یہ عبارت عقلی طور پر مجھ سے منسوب کی گئی ہے حالانکہ کتاب میں ایسی عبارت باطل الفاظ کی جگہ نہیں لکھی ہے۔“

مشتعل ہے مذہب الشیعہ حقہ قبول کر لیں گے۔ فی الحال ہم سب آپ کے جوابات کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر آپ کا جواب 78-15-14 تک نہ ملا تو پھر ہم سب کے لئے اعلانیہ مذہب شیعہ حقہ کو قبول کرنا ضروری ہو جائے گا۔

قاضی صاحب کی تحریر کردہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دہ ہزار اٹھ سو تین افراد کی جماعت کے

چار ہزار اٹھ سو تین

چار ہزار اٹھ سو تین افراد اتنی ساری نفی کا اہل سنت والجماعت سے منہ موڑ لینے کا ارادہ قاضی صاحب کے لئے بالکل پریشانی ہوا اور یہی بات ان کے جواب تحریر کرنے کی جگہ بگڑ گئی۔ لہذا غافل و نادان قاضیوں کو جو خواب تمہ کو شہ کھنے کی غرض سے قاضی صاحب کو یہ لوری کتابی صورت میں سنانے کی ضرورت پیش آئی۔ قاضی صاحب کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے میری اصل کتاب "ہزار تھائی دہ ہزار" کے مطالعہ کی زحمت نہیں اٹھائی اور صرف باقر صاحب کے ارسال کردہ سوالنامہ ہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جواب لکھ مارا جسے میرے نزدیک جواب کہنا ہی "الجواب مذاق" ہے۔ لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ کتاب کی طبعیت و اشاعت سے قبل قاضی صاحب تک میری اصل کتاب پہنچ چکی تھی جس کا بہت خمدان کا اپنا یہ اقتدار ہے "جناب شاہ صاحب المصروف (یعقوب شاہ) کے اجازت نامہ کے بعد ان ہی

ایام میں جو شیعہ مفت عبدالکریم صاحب متذکرہ کی ایل مطبعہ کتاب درستیاب ہوئی جس کا نام ہے "ہزار تھائی دہ ہزار" ۱۹۷۶ء کی اس مطبعہ کتاب کے آخر میں یہی تحریر گذشتہ سوالات لکھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دس سوالات پہلے سے شائع شدہ ہیں اس لئے ان کے جواب بنام "فی مذہب یعنی ہے" کی اشاعت کی ضرورت اور زیادہ محسوس کی گئی ہے۔ صفحہ

پس جب جوابی کتاب طبع ہونے سے قبل سائل کی کتاب مجیب کو درستیاب

ہر ایک شخص کو ان کی بنیاد کی ذمہ داری یہ تھی کہ اس کا بغور مطالعہ فرما کر اپنی جواب
پہنچوانے کیونکر ہو چکا ہے۔ یہ جو اہل کفر و کفر ہے اس کے لئے ہے فیصلہ دینا۔ اسی کتاب
میں امر دیکھا جاتا ہے مگر قاضی صاحب کے لئے اس کے لئے باقر شاہ اور ان کے مددگار
سے انھیں کا انحراف یا ختم نہ کیا گیا۔ ان کو یہ ذمہ داری تھی کہ یہ سب سب ہو سکتی تھی۔

۱۵/۱۶ کی تاریخ کا تقریر، بیوقوف شاہ صاحب کا اظہار غرور اور مددگار نفوس کا
جما غلیظ نقصان وغیرہ ایسی باتیں تھیں کہ قاضی جی کی دیندہ کلام ہو چکی ہو گی لہذا
تکبر اہل بلکہ بڑھاپہ میں جو کچھ سوچا میسر نہ ہو سکا دیا۔

میرا مسلمان بھائیوں کو "مسلک" بالمشائیں کا حکم یہ رسول یاد کرنا اور بعض
یاد لگنے والے پڑے میں سوار ہو جانے کی غلامیہ نصیحت کو دہرانے دہنا دیکھ
جیسی غلامیوں کی طرح قاضی صاحب کو بھی دولوں کے کھیلوں میں کھٹکا لہذا اپنے سے
بظن لوگوں کی ڈھارس بندھانے کی غیبت سے میرے متعلق کتر یہ کیا کہ

مشتاق پر شکوہ بیجا

دین وغیرہ بھی بعض احباب کے ذریعہ پہنچی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشتاق
صاحب موصوف کا محبوب ترین مشغلہ سننی مذہب کی مخالفت ہے اور ہر
ممکن کو شمش سے جی کہہ کر حرمت اللہ علیہ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی مقدس جماعت صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین
کی جتنی شخصیتوں کو مجروح کرنا ان کی زندگی کا نصب العین ہے۔ مشتاق صاحب
غالباً شیعہ علماء کے ذمہ میں شامل نہیں ہیں ان کے نام کے ساتھ ادیب
فاضل لکھا ہے۔ معلوم نہیں وہ کون ہیں۔ کہاں کے ہیں اور کن کن شیعہ
علماء و مجتہدین سے استفادہ کرتے ہیں۔ بہر حال ان کے نام سے متعدد کتابیں

ملک میں اشاعت پذیر ہیں۔

عبدالکریم کی صفائی

میں قاضی صاحب سے بعد دفعہ دست گذارش
کہ دل لگا کہ مجھے قاضی صاحب سے نہ کوئی ذاتی عداوت
ہے اور نہ ہی جج مخالفت کیونکہ میں خود ایک قاضی گھرانے میں پیدا ہوا اور وہیں
پر وہاں چڑھا میرے والد ہندو اور تاج محل اپنے ملک پر قائم ہیں مگر معاملہ
دین کا ہے۔ سو ال بجات کا ہے۔ لہذا ہر شخص کو چاہیے کہ عاقبت اندیشی کو ملحوظ
رکھے۔ ہندو مذہب سنیہ میں اچھے و بُرے میں تمیز کرنے پر یا بندی ہے اور سب کو
عادل و ناجی ماننے کی مجبور ہے لہذا مجھے اس قید بلحاظ ازاد سے اتفاق نہیں ہوا۔
اس لئے جدائی اختیار کرنے میں اپنا بھلا محسوس کیا میں نے ان ہی برہمنوں کو
واجب الاطاعت تسلیم کیا جن کی پاکیزگی و راست بازی کو امت کے ہر طبقہ سے تائید
حاصل ہے مجھے اپنی فتنہ خیز حالت میں کوئی کشش و جاذبیت محسوس نہ ہوئی۔
اور نہ ہی ملک گیر و مغربی کیوں نہ ہو میں نے علامت حق قبول کیا کیونکہ کافر مشرک
فاسق اور فاجر بادشاہوں کے بجائے حجت و تبار اہی کے کار نامے مسلمان مسلمانین
سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں مگر ان کی یہ ہوس ملک گیر ہی ان کے امام و ہادی ہونے
کی دلیل نہیں بن سکی لہذا میں نے ان روحانی بادشاہوں کی جو کھٹ پر اپنی
پیشانی مجھ کا دینا سعادت مند ہی سمجھا ہے کہ سن کی حکومت مسلمانوں کے دلوں پر
ہے بظاہر وہ تاج و تخت اور سلطنت سے محروم ہیں لیکن ان کا سرکہ ہر صاحب
ایمان کے قلب پر چلی رہا ہے۔

محترم قاضی جی! میں سیدھا سادہ، نا تجربہ کار ایک اندھیرا مسلمان ہوں
آپ نے یہ بات بجا ارشاد فرمائی ہے کہ بندہ عاجز کا شمار علماء و کسے نہ کرے میں نہیں
ہے فی الحقیقت میں ایک بے مایہ، بے بضاعت، کم علم طالب ہوں۔ مگر

علم و حکمت کے گھر کے دروازہ کا گدا گم ہوں۔ اس گدا اگر ہی نے مجھے تمام دوسرے
 دروازوں سے بے نیاز کر دیا ہے کہ طرف در حاجت کے مطابق بھیک کھلے
 ہاتھوں ملتی رہتی ہے۔ مذہب شیعہ حق ہے یا نہیں مجھے اس سے فی الحال
 سروکار نہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ اس مذہب سے وابستگی جنت کی ضمانت
 ہے یہوذا بن ہادیوں کو اس مذہب میں پیشوا تسلیم کیا جاتا ہے جنت کی سرداری ان
 ہی کے ہاتھوں میں ہے یہاں وہ جبر ہے کہ سنی کتب کے مطابق حضرت فاطمہ
 جنت کی عزتوں کی سردار ہیں۔ عیسیٰ و عیسیٰ جنت کے جواؤں کے سید ہیں
 اور ان کے والدین سے افضل ہیں لہذا بات جبر جنت پر ہی ختم ہوئی ہے تو پھر
 سرداران جنت ہی سے کیوں نہ تمسک رکھا جائے جب کہ صحابہ کا جنت میں
 جانا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ سوانح میں کتاب الفتن اور کتاب الحوض میں
 مرقوم روایات کے مطابق اصحاب کا مستقبل محمد و آلہ غیر یقینی ہے۔ سنی
 مذہب ایسے گمراہ کو مطاع ماننے پر مائل ہے جن کا اپنا منہ قطعی نیک نہیں ہے۔
 جبکہ شیعہ ان لوگوں کو امام قرار دیتے ہیں جن کو رسول نے جنت کے
 سردار و امیر بنانے کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ اور خود حضرت ابو بکر کا قول ہے
 کہ "کوئی شخص اس وقت تک پل سراط یا نہ نہ سکے گا جب تک کہ علیؑ اس کو
 پر مانے یا ہدایت نہ دے دیں۔" پس میں نے سنی تہذیب اکبر کی نہ بان کا
 اعتبار نہ کیا علیؑ کی غلامی کو دنیا کی شاہی پر فریفتہ دری آپ نے مجھ پر یہ الزام
 دہرایا کہ میں صحابہ کی جتنی شخصیتوں کو جرح کرتا ہوں لیکن ان کو جنتی ثابت
 کرنے سے گمراہ فرمایا جبکہ خود مذہب سنیہ کے مطابق صحابہ کا جنتی ہونا کوئی ضروری
 بات نہیں بلکہ کئی اصحاب کا چہرہ ہی ہونا ثابت شدہ امر ہے۔ ایک مثال بطور
 ثبوت لکھتا ہوں، جو اس شخص کی ہے جو نہ صرف صحابی تھا بلکہ خدمت کا پیغمبر خدا

بھی تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غلام تحفہ دیا جس کا نام "بدع" تھا وہ ایک سفیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عواذی پر بالان کس رہا تھا کہ اسے ایوانک نام معلوم تیر لگا اور وہ نعم ہو گیا۔ تو یہ حالت دیکھ کر اپنے لئے نہ بے نصیب اسے تو بہت حاصل ہو گئی کیونکہ ایک تو اللہ کے رسول کا صحابی تھا دوسرے خادم تھا تیسرے اسے شہادت حاصل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہرگز اس کی مصفرت نہیں ہوئی۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ چادر ہو کہ اس نے خلیفہ والے دن مال غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے پہلے لے لی تھی وہ اس پر آگ بن کہ بھڑک رہی ہے۔ جب یہ بات لوگوں نے سنی تو ایک آدمی (صحابی) جوئی کا ایک اتھمہ یاد دہشت سے لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تیرے لئے آگ کا ایک اتھمہ یاد دہشتے ہیں" (متفق علیہ از مشکوٰۃ منہرف)

اس روایت کی روشنی میں
بارگاہ رسالت میں گزارش
 میں عرض کرتا ہوں کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں صحابی "بدع" کہ سرکار کا خدمت گزار ساتھی خلیفہ کے مال میں سے ایک چادر کے غصب سے مصفرت سے محروم ہے تو پھر جن صحابہ نے فدک و غیرہ غصب کیا ان کے لئے کیا حکم ہے؟ الغرض سیدھی بات ہے نہ کوئی ہیرہ پکسیہ جب سنی پیروں، مرشدوں اور اماموں کی خود اپنی آخرت مشکوک ہے تو پھر ان کی مرید

اختیار کرنے سے کیا حاصل ہے۔ شیعہ مذہب اختیار کرنے کے کم سے کم آٹھ بھروسے ہوتا ہے کہ پیر کا مل ہیں۔

اگر شیعہ مذہب حق نہ ہو تو حضرت قاضی صاحب! ایسے شیعہ مذہب قبول کرنے سے

تین اپنی خدا داد لیاقت و فراست کہ پوری طرح استعمال کیا ہے مکمل عجز و غرض اور مروج و پکار کے بعد اس راہ کو نجات کی راہ متعین کیا ہے کیونکہ کسی بھی صورت سے اس مذہب میں مجھے اپنی عاقبت خراب نظر نہیں آتی ہے زیادہ سے زیادہ اگر باندھ پس کا خوف ہے تو وہ اعمال و افعال کے لئے ہے اعتقاد و ایمان کے اعتبار سے قطعاً کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن محال اگر شیعہ مذہب حق نہیں ہے اور سنی مذہب حق ہے تو ان دو دلائل مذہب کا بنیادی طور پر یہ صرف ایک اختلاف ہے۔ اگر یہ ایک اصولی اختلاف ختم ہو جائے تو دلائل مذہبی بھائیوں کا بلاپ ہونا عین ممکن ہے۔ مذکورہ اختلاف حضرات ثلاثہ کی عورت و احترام کا ہے۔ سنی حضرات ان تینوں ہندوؤں کو خفاہ راستہ میں اعتقاد کرنے ہیں جبکہ شیعہ لوگ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ یہ تینوں بزرگ نہ ہی معصوم نہیں تھے اور نہ ہی منصوص۔ نیز ان کی خلافت، امامت یا صحابیت پر ایمان لانا مسلمان ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے البتہ مسلک صحیفہ ان حضرات کے احترام و تعظیم کا تقاضا ضرور کرتا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ بزرگ صحیح رسول کے حلقہ دار تھے جس بزرگ سے یا ان وفادار تھے لیکن شیعہ اس مطالبہ کو نظر انداز کرتے ہوئے بھی اپنی عاقبت عجز و غرض ہیں کیونکہ ان کی عورت و تکریم صرف نسبت رسول سے وابستہ ہے وہ حضرات فی الحقیقت سچے و وفادار ان رسول تھے تو بھی غیب سے لائق

کے الزام سے بری قرار دیئے جائیں گے اور نہ نجات کے سلسلے میں اس الزام پر ان کو کسی سزا کا مستحق قرار نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ شیعہ اگر ان اصحاب سے کہہ دے کہ وہ کھتے ہیں تو شخصِ محبت رسول و آل رسول کی غایت سے چنانچہ میں نے ایک روز عالمِ قریب میں سوچا کہ اگر روزِ قیامت ان اصحاب نے جی سے میں عقیدت اور محبت نہیں رکھتا بارگاہِ خدادادِ ندی میں یہ تنکاپیت دائرہ گردی کہ شیعہ ہمارے ساتھ معاندانہ رویہ رکھتے تھے تو میں کیا جواب دے کہ ابینی خلاصی کر اؤں گا چنانچہ جواب معلوم ہوا کہ بارگاہِ احکم الحاکمین میں یہ عرض کر دوں کہ رب العزت میرا اس معاملہ میں رتی بھر بھی قصور نہیں ہے اگر اجازت ہو تو یوں کہہ دوں کہ تو نے جتنا علم و فہم مجھے عطا کیا اس کے مطابق بصدِ ادب و تحقیر اپنی صفائی کا بیان پیش کرتا ہوں کہ

جس زمانہ میں سیدۃ النساء، صدیقۃ الکبریٰ حضرت فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا اور

بارگاہِ الہی میں جواب

سیدہ اولیاء و شہیدہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرات ثلاثہ میں معاملات واقع ہوئے میری مشیت خاک کا وجود اس دنیا میں نہ تھا نیز یہ بیار سے رسول کی وفات کے طے ہونے سے دو سو سال بعد مسلمان علماء نے ان واقعات کو سب سے زعم کیا مجھے تو طے ہوا کہ اب برس بعد تو نے ان تقریروں کو پڑھنے کی توفیق بخشی ان علماء اسلام نے جو مذہبی لحاظ سے حضرات ثلاثہ کے گمرویدہ، مداح و معتقد تھے ایسے خلفاء کی تصدیروں کو ایسے بدنامانہ طور سے بنایا کہ جس کو دیکھتے ہی بغیر جانبداری اور آواز دہن ناظر کے جی میں نفرت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔ باوجودیکہ میں نے پوری احتیاط اور بارہ یک بینی سے ان تصدیروں کی ہیئت و شمائل کو دیکھا مگر مصوروں نے ایسے کانپتے ہاتھوں سے ان کو بنایا تھا کہ کوئی ایسا مقام

دلفریب نظر نہ آیا کہ یہاں نگاہ نظر نہ ٹھہر کر دیکھنی سے لطف اندوز نہ ہوتی بلکہ اچھوڑ
 ہو کر ان تقویہ والوں کو پس پشت ڈال دیا تو خود بنفس ہے ایسی مکر وہ لقا ویر
 بہر کس تک نگاہ ٹھہر سکتی ہے ان تقویہ والوں میں ہم نے دیکھا کہ کہیں "نعم لہم
 صد ہونٹ" کا نقشہ دکھایا گیا تھا کس طرف نہ جانتا رہی کہ دعویٰ دار میدان جہاد
 سے دم دبا کر فرار ہوتے رہے رسولِ نرودہ اعداء میں پکار تے رہے کسی نے
 جواب دینا تو درکنار دلیٹ کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا۔ ویسے ہمارے زمانے میں
 ان کے بارے میں بہت سے جھگڑے زیر بحث رہے مگر اللہ کی تازہ خلافت کا تھا
 میرے شعبہ کھائی خلافت کا تختہ نہ حضرت علیؑ کو پہنچتے تھے کیونکہ شیعہ و سنی بیہم
 علماء نے تسلیم کیا تھا کہ "وزیرِ رسولِ کریمؐ نے خلافت کی پیکر ہی جنابِ امیرؑ کے
 سر پر خود باندھ کر تمام مومنین و مومنات کا مولاً قرار دیا تھا لیکن ان حضراتِ ثلاثہ
 کے طرزِ اختلاف رسولؐ پر مشہود کیا کرتے تھے کہ حضورؐ نے کسی کو بھی خلیفہ مقرر
 نہیں کیا بلکہ یہ معاملہ مسلمانوں کی صد ابد پر چھوڑ دیا تھا چنانچہ مسلمانوں نے حضرت
 ابو بکرؓ کو اپنا سردار مان لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیا اور جنابِ عمرؓ
 نے بذریعہٗ بیچا گت یہ امر حضرت عثمانؓ تک منتقل کر دیا اس کے بعد علیہ وسلم
 پر جو خلافت ہوا۔ جس سے معاویہ، یزید، مروان، عبدالملک اور ولید پیغمبر
 سب کے سب جائز خلیفہ اور نائب رسولؐ ماننے کے خالق و موجد ہوا۔ انہی
 مجھے عقل و دانش کا عطیہ دیا تھا اور غور و فکر کرنے کا حکم بھی تیری جانب سے
 صادر رہتا ہوتا جس میں نے تدبیر کیا تو یہ طریقہ مجھے پسند نہ آیا۔ عقلاً یہ بات
 کیسے درست ہو سکتی ہے کہ ناقص الہائے جماعت کو عثمانؓ پر اہمیت سونپ
 دی جائے حالانکہ ہر اہمیت کا بند و بست ابتدا سے تا ہنوز تو نے اپنے ہاتھ میں رکھا
 اور خود اپنے مصطفیٰ بندوں کو اس کام پر مامور کیا کبھی چہرہ رکھ کر یہ اجازت نہ دی کہ

ایک سکنیہ کے لئے ہی اپنے میں سے کسی کو بلا لیا، شخص کو نبی یا رسول بنا کر اس سے ہدایت لینا ستر فرج کہہ دیں، پس جب نبی بنا نا محرام کے اختیار میں نہیں تو وحی اللہ کا انتخاب کرنا کیونکہ خلافت کے ہاتھوں میں دیا جاسکتا ہے، حضرات ثلاثہ کا تعارف اس انداز سے کیا گیا کہ ان کو لو لو اور اسے ایسا فرضی سے بڑا جبکہ شیعہ کے نزدیک خلیفۃ المومنین کا منصب وہی منصب ہے جو نالانہ می ہے پس رسول نے (السر الذی کے بنائے ہوئے) امراء پر التنبہ کرنے کی بجائے میرے مقرر کردہ ہادیوں کو اپنا پیشوا تسلیم کیا پھر جب میں نے ان حضرات کے مریدوں کی مشہور کتابوں میں وہ ناجو طریقے بڑھے کہ جس طرح حضرت اول برسر اقتدار آئے تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ یہ تو تیرا فضل خاص ہے تو نے میرے ایمان واسلام کی حفاظت کی جو نہ جی تو تیرا ہوتا تھا کہ ایسے اسلام کو سات سلام کہہ کے غیر مسلم بن جہاڑ میں نے ان حضرات کے عقیدت مندوں کی صحیح کتابوں میں یہ منظر دیکھے کہ یہ بڑے بگ اپنے محسن رسول کو بلا کفن و دفن چھوڑ کر مسقیضہ بنی ساعدہ میں اقتدار کے بڑا سے کے لئے چلے گئے وہاں وہ ابو عبیدہ بن جراح اور عمر بن خطاب کی رائے سے ابو بکر ہما صاحب بادشاہ بن گئے۔ انصار صحابہ بن کو اس امارت سے اختلاف ہوا مار پیٹ کر نکال دیئے گئے رسول نے خاندان کو اس مشورہ میں ہرگز شریک نہ کیا گیا، فضل و نفع ہے میرے مالک، کہ ایک ایسا فرد جس کو ایک سورہ کی تبلیغ کرنے سے مقرر کر دیا گیا تھا وہ ہادی برحق کا مسند نشین کس البیت واستحقاق کی بنا پر بنا دیا گیا۔

یا ان ثلاثہ کی گواہی اے میرے پروردگار! تو ہر شے سے واقف ہے۔ تجھے معلوم ہے قرآن منزلیں کے بعد

یا ان ثلاثہ بخاری شریف کو اصح الکتاب مانتے ہیں میں نے اس قدر صحیح کتاب میں لکھا ہوا ہے ان گنہگار آنکھوں سے بڑھنا کہ تیرے محبوب رسول کی پہلی واکھوئی

بُچے جس کے بارے میں مجھ پر ربا بنی نے فرمایا تھا کہ ”فاطمہ میرے جگہ کا ٹکڑا ہے“ جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جو رسول کو ناراض کرے گا۔
 رَبِّ رَسُولٍ مَّا تُوِيَ اس سے بغیر کو چھپے ہی ناراض ہو جائے گا۔ ایسی سخت جگہ پر میرا حشر
 رسولؐ مَّا تُوِيَ جَنَّتْ بتول بنت رسولؐ حضرت ابوبکرؓ سے اس قدر ناراض ہو گئیں کہ بنا
 دم انتقال ان سے کلام نہ کیا اسی طرح چاندیادی مذہب کی دو مری بڑی کتاب صحیح
 مسلم میں یہ مطالعہ کیا کہ بی بی پاک صلاۃ علیہا نے اس شدت عفت کی کا اظہار فرمایا
 کہ حضرت ابوبکرؓ کو اپنے بونا نہ بر آئے سے روکنے کی خصوصی وصیت فرمائی اور
 ان ہی چار یا پانچ مذہب کی مستند یہ جاری کتب میں ہم نے یہ بھی پڑھا کہ فاطمہؓ کے
 گھر تہاں تیرے حکم سے سفر تھے چکیاں مینے آتے تھے اور نیز رسولؐ اس دروازے پر
 روزانہ سلام رحمت پڑھا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس رتک جنت مکان
 کو آگ لگانے کا مقصد فرمایا بعض سکتی علماء نے یہاں تک لکھا کہ سیدہ کے پہلو پر دروازہ
 پھینک کر آپؐ کو زخمی کر دیا گیا اسی جماعت کے مقتدر علماء نے ایسی تالیفات و
 تصنیفات میں حضرت عثمانؓ کی کتب پر وی اور قرآن سوزی کے واقعات قلمبند کئے اور کیا
 عرصہ کہ دل میرے مالک نہ جانی جانی ہے۔

تیرے علم میں ہے کہ میں نے کچھ ایسی ایسی باتیں اپنی کتاب ”فروع دین“ میں
 نشان کردی ہیں لہذا مشہور و معتبر امام اہلسنت کی صحیح مسلم سے حضرت علیؓ کی زبان
 سے بیان کردہ الفاظ نقل کر کے اپنی صفائی کے بیان کو سمیٹا ہوں کہ بطلانی مسلم نہ رہے
 حضرت عمرؓ کے بقول حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو ”کاذب“ ”عادر“ ”خائن“ اور
 ”اکثم“ قرار دیا۔ اب تو خود انصاف والا ہے بھلا ”لسان اللہ“ کے ذہن مبارک
 سے نکلے ہوئے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی تھے یا نہیں۔ میرے لئے سکوت بہتر ہے
 علیؓ کے القیاس اسی طرح کی ہزاروں باتیں تحقیق بحویہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں

کہ ضرورتاً علماء اہل سنت ہی کے مطابق یہ حضرات دشمنان رسول و آل رسول نظر آتے تھے لہذا میں نے محبت کا تقاضہ پورا کرنے کے لئے محبوب کے دشمنوں سے نفرتیں کہنا اور فاسق و فاجر سمجھا میں نے صرف میرے رسول کی محبت اور تیرے نبی کی عزت کی مؤدہ کے پیش نظر ان حضرات کو مذہب ان رسول و آل رسول بیت مجتہدین سے اپنے دل میں کوئی جگہ نہیں دیا ورنہ میری ذہنی کوئی ان سے ذاتی پر خاش تھی اور نہ ہی خاندانی رشتہ اور رقابت میری اس مخالفت کی وجہ محض حمایت خاندان رسول تھی۔

کاش مٹی علماء اپنے ان بزرگوں کے متعلق ایسی تدبیریں آمیز اور نفرت انگیز باتیں اپنی کتابوں میں نہ لکھتے تو میرے لئے اور میرے شیعہ بھائیوں کے لئے یہ ممکن نہ ہوتا کہ ان حضرات سے بدگمان ہو جائے اعمال کا انحصار بیوقوف پر ہوتا ہے اور تیری ذات دلوں کے لئے بہتر بھانتی ہے کہ ہمارا بغض صرف محبت رسول کے باعث تھا۔ ورنہ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ہم ان کو دوست رسول سمجھتے ہوئے اپنا دوست نہ رکھتے۔ ہمیں کسی کی ذات یا خاندان سے کوئی پر خاش نہیں رہی وجہ ہے کہ اگر ہم حضرت ابو بکر کا کوئی مقام تسلیم نہ کرتے تھے تو ان کے فرزند حضرت محمد بن ابو بکر حضرت عبداللہ علیہ السلام کی تعظیم و تکریم رسول کی حیثیت سے کرتے تھے۔ نیز یہ ہم صبح و شام لعنت بے شمار کرتے تھے مگر اس نے بیٹے معاویہ ثانی سے کوئی رشتہ دل میں نہ رکھتے تھے۔ ابو سفیان و معاویہ سے عداوت رکھتے تھے مگر ان کی بیٹی واپس حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حرمہ و معظمہ سمجھتے تھے۔

پس اے عادل العادلین حاکم اگر یہ حضرات بے خطا و ستائش ثابت

و بے قصور ہیں تو ہمیں ان بے جا دلوں سے کوئی عداوت نہیں جو کچھ ہم سے ہوا۔ ہوا ہوا اور ان کے دوسروں کی باتوں سے مجبور ہو کر ہوا۔ لہذا ہم قطعاً بے قصور ہیں اس لئے التماس کرتے ہیں کہ وہ تمام مٹی کتب ان بزرگوں

کو دکھا دی جاویں جن میں ان کے حامی علماء اہلسنت نے ایسے مہذب بین و رزح کئے
ہیں جن سے ان بے چاروں کا ظلم و جبر جتنی حد و آلہ محدود ہو گیا ہو اور یہی طرح ثابت
ہوتا ہے۔ جب یہ حضرات بحث و مباحثہ خود ان تحریروں کا موازنہ فرمائیں گے تو ان کی
ہمدردیاں بھی ہم شیعوں کو حاصل ہوں گی اور خدا کے سامنے بر ملا اعتراف کر لیں گے
بے شک شیعہ بے قصور ہیں ہمیں خود ہمارے ہی مریدوں نے ان سے بے عزت
و بے وقفت کر دیا ہے ہمارے گھر کو ہمارے گھر کے جرمہ انہوں نے پھونکا ہے۔
ایس اللہ تعالیٰ کی ذات عطا و رحیم ہمارے لیے حکم

فیصلہ خداوندی

اصاحہ فرمائے گی کہ

”شیعیان اہلبیت بے قصور ہیں“

یقین محکم

جنازہ بریت کے اسی یقین محکم کے ساتھ بندہ عابد نے اپنے
پیرائے مذہب کو ترک کر دینے میں اپنی بہتری سمجھی اور فرمان
رسول کے مطابق متمسک بالثقلین ہونے کا مصمم قصد کر لیا اس صحیح فیصلے پر نہ
ہی مجھے کوئی شبہ تھا ہے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی بات دہا ہے کیونکہ معاملہ
آخرت کا ہے۔ اور نہ دوزخ و جہنم کے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ سایہ شرف و کرامت
نصیب نہیں ہو سکے گا۔ یہی پیغام میں شائع کرنا اپنی زندگی کا مشن سمجھتا ہوں۔
جب تک مولا کو منظور ہے آواز حق بلند کرتا رہوں گا۔ اور رسولِ برحق کا پیغام
دہراتا رہوں گا کہ

”حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہے۔ اے اللہ!

پھیر دے حق کو اور صبرِ جدھر علی پھیر جائے“

یعنی برطانیہ شامیغیر حق ”تالیق ہے۔“ امام برحق علی ابن ابیطالب کا

یس اگر علیؑ کو چھوڑ کر حق تلاش کیا جائے گا تو مردہ حق نہیں باطل ہوگا۔ جھوٹ ہوگا
منالیت و مگر ای ہوگا۔ یہی "تشریح حق" اس کتاب کا نفس معنوں ہے۔

ہر لب پر نفی جلی ہے
شور یہ ہی کلی کلی ہے
حق یہی ہے غلی و لی ہے
علی علیؑ ہے ، علی علیؑ ہے

دعاگو

عبدالکریم مشتاق

کتاب نے اہل ہمارے دل ہماری "میں مطبوعہ سوال"

دش تہزار روپیہ کے دل سوال

ہزار سوالات کے جوابات دینے کے بعد اب ہم مذہبِ شیعہ کی طرف سے صرف دس سوالات دریافت کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ جو کوئی غیر شیعہ مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش جواب دے گا اس کی خدمت میں مبلغ دل تہزار روپیہ صرف بطور انعام پیش کیا جائے گا جو جیب کے لئے ہماری پیشکش غیر ضرورت ہوگی مگر جو بات بمطابق سوالات ہونے پر جائیں۔ اور غیر متعلقہ یا خارج الموصوع مباحث سے اجتناب کیا جائے قطعی استدلال اور نامکمل جوابات ناقابل قبول ہوں گے۔

سوال نمبر ۱۔ آپ حضرات خود کو "سنی" یا "اہل سنت والجماعت" کہلاتے ہیں۔ براہ مہربانی کتبِ صحاحِ ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھائیے جس میں حضرات ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان) میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ "میں سنی ہوں" یا "میں مذہبِ اہل سنت والجماعت ہے"۔ سوال مکمل دیجئے۔ اور بیش کہ وہ روایت کی توثیق بھی تحریر فرمائیے۔

سوال نمبر ۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ "افعال قباح کو قدرتِ مہمکن بندے پر بخشنا اسی (خدا) کا کام ہے" (حقیقۃ انسانیت ص ۱۷) ہم اس جملے کا تجزیہ کرتے ہیں تو نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ

سے جو ذکر کرتے ہیں۔ اس بات پر سے ذاتِ خداوندی کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔
 عقلاً جواب دیکھئے کہ یہ عقیدہ کیوں محفول ہے؟

سوال نمبر ۳۰۔ "زین الدین رسول" نامی ایک کتاب شانِ رسالت، کتاب کی
 کہ تاجی میں لکھی گئی اس میں تمام روایات معتبر کتبِ مطہرہ سے نقل کی گئی
 ہیں کیا کوئی سنی المذہب صاحب یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ گستاخ رسول
 مصنف نے کوئی ایک ہی بات کسی شیعہ کتاب سے نقل کی ہو۔؟ اگر جواب
 بن پڑے تو مکمل حوالہ درکار ہے۔

سوال نمبر ۳۱۔ خلافتِ ثلاثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید
 کی آیت اختلاف سے استدلال پیش کیا جاتا ہے کیا صحاح ستہ میں کوئی
 ایک بھی روایت ایسی ملتی ہے جو مردود و متواتر ہو۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ
 ہوں جس میں اصحابِ ثلاثہ میں سے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیت اختلاف
 ہماری خلافت کی دلیل ہے۔ اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرط کے ساتھ
 مکمل نشانہ دی کر لیجئے کہ سلسلہ روایت میں ثلاثہ میں سے کوئی ایک صاحب ضرور
 موجود ہوں۔

سوال نمبر ۳۲۔ حافظِ طراعی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطی وقدمو اللہ
 قائمیتین" (البقرہ ۲۳۸) یعنی تمام نمازوں کی عموماً اور درمیانی نماز کی
 خصوصاً حفاظت کرو۔ اور اللہ کے آگے قیوت میں کھڑے رہو۔ یہ حکم قرآن مجید
 میں موجود ہے لیکن جب ہم کسی شی المذہب کو مار رہے ہیں تو اسے دیکھتے ہیں تو وہ
 ہمیں قیوت میں کھڑا نظر نہیں آتا ہے۔ بتائیے آپ کی نماز قرآن کے مطابق کیوں
 نہیں پڑھی جاتی؟

سوال نمبر ۳۳۔ القرآن جلد ۱ صفحہ ۶ پر علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت

عثمان نے اقرار کیا کہ ان کے جمع کردہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر ان کی تصحیح عرب خود ہی کر لیں گے۔ جواب دیجئے اس قول کی موجودگی میں قرآن کو غلطیوں سے پاک ماننے کا عقیدہ آپ کے مذہب کے مطابق کس طرح درست ہوا؟

سوال نمبر ۷۔ آپ حضرات کو امام مہدی کی غیبت برہانِ ارض ہے۔ بتائیے شیطان غائب ہے یا ظاہر؟ اگر غائب ہے تو مدعیہم ہوا کہ وہ عالم غیبت میں گمراہی پھیلاتا ہے لہذا جواب دیجئے کہ جب عالم غیبت میں گمراہی پھیلانی جا سکتی ہے تو ہدایت کا سلسلہ کیوں جاری نہیں رہ سکتا؟ سوال نمبر ۸۔ کیا آپ کسی معتبر تاریخی حوالہ سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ جب حضرات شیخین نے جنازہ رسول بلا دفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہوئے تو ارادہ کیا تو انھوں نے حضرت علی یا حضرت عباس بن عبدالمطلب کو اپنے عزا ائم سے آگاہ کیا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت فراہم کریں۔ سوال نمبر ۹۔ قرآن مجید کے پانچویں پارہ کی ابتدا میں آیت متعہ موجود ہے۔ آپ کا پرچار ہے کہ ”متعہ“ نہ ہے۔ مہربانی کر کے آیت میں مستعمل لفظ متعہ کا ترجمہ ان ہی معنوں میں کیجئے۔

سوال نمبر ۱۰۔ قرآن کی اس آیت کا نشان بتائیے جس میں حکم ہوا کہ ————— ”ما تم مشیر کرنا حرام ہے“

والسلام
آپ کا خیر اندیش
عبد الکرم مشتاق

سید
محمد امجد علی شاہ

قاضی منظر حسین صبا کے جوابات نامیڈ باقر حسین صبا

سائل کے سوالات کا لا جواب ہونا عجیب کی اس خاموشی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ موصوف نے ان پر اعلان کردہ انعامی رقم مبلغ دس ہزار روپیہ کا مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور نہ ہی اخلاقی طور پر یہ ضروری جانتا کہ اسے جوابات سے سائل کو براہ راست مطلع کرتے لیکن چونکہ اپنی سادہ برقرار رکھنے اور اپنے مذہبی وقار کو بحال کرنے کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے ڈوبے کو تنکے کا سہارا دینے کی کوشش فرمائی ہے لیکن وہ ایک بھوٹ کو بیج ثابت کرنے کی سرزد کوشش کے باوجود بھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکے کہنے کو تو انھوں نے ان سوالات کو غیر علمی قرار دے دیا لیکن جواب دیتے ہوئے وہ اس قدر گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جیسے ایک کمزور طالب علم امتحانی پرچہ دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتا ہے بالکل بچوں کی طرح قاضی صاحب نے بھی اس سوالنامہ کو امتحانی پرچہ سوالات محسوس کیا ہے۔ اور ان کو حل کرنے کے لئے پہلے آسان سوالوں کو انتخاب کیا ہے چنانچہ سائل کی ترتیب سوالات کے برعکس قاضی صاحب نے سب سے پہلے تیسرا سوال منتخب کیا ہے اور اس کا جواب یوں دیا ہے۔ جو تمام ہو بہو روایت لفظی میں نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ قارئین کو غلط دیکھنے کا فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے۔ پہلے ہم سوال نقل کریں گے اس کے بعد مطلوبہ امور کی نشاندہی کریں گے پھر قاضی جی کا جواب نقل کر کے اس پر ایذا جرابی تبصرہ پیش خدمت کریں گے۔

سوال نمبر ۲۔ ”رنگیلا رسول“ نامی کتاب شان رسالت مآب کی

کی گستاخی میں لکھی گئی۔ اس میں تمام روایات معتبر کتب سننہ سے نقل کی گئی ہیں۔ کیا کوئی سنی ائمہ مذہب (صاحب) یہ ثابت کر سکتا (سکتے) ہیں کہ گستاخ رسول مہصنف نے کوئی ایک (ہی) بات بھی (مذہب) کسی شیعہ کتب سے نقل کی (ہو) ہے؟ اگر جواب بن پرے تو مکمل حوالہ درکار ہے؟

نقطہ: قاضی صاحب کا اصل کتاب کے مطالعہ کی ذمہ داری کو نظر انداز کرنا اس بات سے بھی ثابت ہے کہ سوالات کی عبارت لفظی اعتبار سے صحیح نقل نہیں کی گئی ہے۔ چنانچہ خطوط و حدیث میں ہم نے کتاب میں مندرجہ اصل الفاظ نشان کر دیئے ہیں۔

مطلوبہ: سائل نے اس سوال میں صرف اتنی بات دریافت کرنے کی جرات کی ہے کہ کیا کتاب "نیکیلا رسول" میں کوئی ایسی بات نقل کی گئی ہے جو مشیدہ کتب میں سے منقول ہے۔ اگر تجزیہ کا جواب اثبات میں ہو تو اس کا ثبوت پیش کر دے۔ بس!

قاضی صاحب کا جواب: (۱) سائل پر لازم تھا کہ وہ نیکیلا رسول میں صحیح حوالہ کے ساتھ کسی مستند کتاب اہل سنت کی قابل اعتراض عبارت پیش کرتے۔ بلا ثبوت محض الزام سنا دی کی تو کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (۲) آریہ نڈ توں اور عیسائیوں (پادریوں) نے اسلام، قرآن اور تھنید خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراضات وارد کئے کیا پنڈت دیانند نے اپنی کتاب تیار حق پر کاشش میں قرآن مجید پر اعتراضات وارد نہیں کئے؟ تو کیا ان اعتراضات پر قرآن آپ کے نزدیک مشکوک ہو جائے گا۔ (۳) اگر نیکیلا رسول کے مصنف نے اس میں کسی مشیدہ مذہب کی کتاب کا

نوالہ نہیں پیش کیا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ شیعہ مذہب کی کتابوں میں قابل
اعتراف باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے نزدیک اور عام غیر مسلم معتبرین
کے نزدیک چونکہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہی اسلام کے بنیائے
ہیں اور سنی مذہب کے خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت
عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ میں سے پہلے
تین خلفائے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوم
وایران کی طاعتی سلطنتوں کو نیست و نابود کیا ہے اور ان کی جہاد
قریبیوں سے نذر اسلام نے اطراف عالم کو منور کیا ہے یہود و نصاریٰ نے
ان کی اسلامی عظمتوں کا لہا مانا ہے۔ اس لئے وہ دین اسلام کو محجور کرنے
کے لئے مذہب اہل سنت والجماعت پر ہی حملہ آور ہوتے ہیں۔ شیعہ مذہب
کو کتمان حق اور تقیہ کے پردوں میں لپیٹا ہوا ہے۔ غیر مسلم معتبرین کو اس پر
حملہ آور ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

اس سوال زیر بحث سے متعلق ہوا
سائل کا جوابی تبصرہ

داغ کر دیا۔ اب ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ عجیب نے مطلوبہ امر کا کیا جواب
دیا میرے نزدیک وہ میرے سوال کا جواب دینے سے قطعاً طرد شدہ عاجز
اور بے بس ہیں کیونکہ انھوں نے ایک بھی عبارت ایسی نشان نہیں
کہہوائی کہ جو مصنف "رنجیلا رسول" نے کسی شیعہ کتاب سے نقل کی ہو
بلکہ حسب عادت طبعی طور پر اعتراف کیا ہے کہ غیر مسلموں کے نزدیک شیعہ
مذہب قابل اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تقیہ کے پردوں میں لپیٹا ہوا
ہے اور عقیدوں کی شکرتی اور آپ اللہ کے پیرانے بدلے وہ اب لے رہے

۳۵
ہیں۔ سائل نے سوالات دریافت کرنے سے قبل ہی عرض کر دیا تھا کہ ”ہو رہا
بمطابق سوالات پھر نے چاہئیں۔ اور بغیر متعلقہ یا خارج المیہ موضوع مباحث
سے اجتناب کیا جائے۔“ مگر محیب نے ہمدردی اس گمراہ شخص کو پس پشت
ڈالتے ہوئے اصل بات سے ہٹ کر اپنے ہندوؤں کی نورو آرمائی جو تہذیبی
اور کشورکشی کی ڈھینگیں ہانک کر اپنے حلقہ احباب سے دائرہ میں حاصل
کرنے کی بھونڈی کوشش کی ہے۔ مگر اصل جواب دینے میں بڑی طرح
نا کام ہوئے ہیں۔ میں پھر ان کے لئے یا دیگر صاحبان کے لئے ایسا سوال
بامہ دیکھ کر برائے جواب پیش کرتا ہوں کہ اگر کوئی ایسی عبادت کسی کو مل سکے
جو کتب شیعہ سے اس کتاب میں منقول ہو تو بڑے شوق سے ظاہر فرما کر
ہدیہ تشکر قبول کرے الغام وصول کہیں۔ اب اصل موضوع سے ہٹ کر
جو کچھ محیب نے تحریر کیا ہے اس پر میری جوابی معروضات حسب ذیل ہیں۔
۱۔ سائل کے جواب میں محیب نے اپنے اول پیرا میں مطالبہ کیا ہے
کہ مجھ پر لازم تھا کہ میں ”نہ نیکلام رسول“ میں صحیح حوالہ کے ساتھ کسی مستند
کتاب اہل سنت کی قابل اعتراض عبادت پیش کرتا۔ بلا ثبوت محض الزام
سازی کی لئے کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس ضمن میں میری گمراہی یہ ہے کہ ”رسوائے زمانہ کتاب“ ”نگیلا رسول“
فرنگی حکومت کے دور میں آریہ پستکالیہ لاہور کی جانب سے مئی ۱۹۲۲ء
میں راجپال نے شائع کی تھی۔ راج پال کو لاہور کے ایک لڑکھان مرد مسلم غازی
علیم الدین شہید نے کیفر کردار تک پہنچایا۔ اور وہ خود شہید رسول میں
تحتہ دائرہ محیطہ کہ حیات دوام پا گیا۔ انگریزی حکومت نے اس کتاب
کو بچی سہکارہ ضبط قرار دیا۔ لیکن اس کی شہرت پورے متحدہ ہندوستان

میں ہوئی ہر کوئی مسلمان خواہ اس نے اس کتاب کو پڑھا ہے یا نہیں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ اس نے تمام تر مبادی و کتب اہل سنت سے اخذ کیا لہذا ایسی شہرت کی حامل چیز کہ لئے بلا ثبوت الزام تراشی کا جھوٹا الزام لگانا قاضی کی انتہائی بے انصافی ہے مجھے افسوس ہے کہ میں گندی نالی میں اینٹ پھینک چھیلنے لگا انا نہیں پسند کرتا درجہ مطلوبہ عبادت میں بطور مثال ضرور نقل کر دیتا نہ یمنب کا قصہ، نہ یہ کی کہانی واقعات، و نیزہ سے متعلق باتیں اس گستاخ مصنف نے کتب شیعہ سے نقل کیا ہے۔ ۱۲ صفحہ کی یہ مختصر سی کتاب صرف سنی روایات کا مجموعہ ہے۔ جسے مفتوح ہو نہیں سکتے۔ حاکم سے حاصل کر کے خود مطالعہ کر سکتا ہے۔ بحیثیت سائنس میں یہ ذمہ داری ہمیں ہے کہ میں سنی روایات نقل کر دوں کیونکہ میرا مطالعہ صرف اتنا ہے کہ کوئی شخص کسی شیعہ کتاب کی عبارت اس بدنام کتاب میں ڈھونڈ کر دکھا دے۔ ہاں البتہ اگر انکار کر دیا جائے کہ اس میں سنی روایات نہیں ہیں تو اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرنا بذمہ مدعی ہو گا۔

میرا مطالعہ محض یہاں تک محدود ہے کہ شیعہ کتب سے کوئی بات بتلائی جائے جو اس کتاب میں بطور اعتراض نہ پڑے۔ بس۔ اس کے علاوہ دیگر مباحث سے مجھے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۲۔ قاضی صاحب نے اپنے پیرائے میں سوال کیا ہے کہ اگر یہ بینڈ لائن

ادریسا کی یاد دہلیوں نے جو اعتراضات اسلام، قرآن اور رسول پر وارد کئے ہیں کیا ان اعتراضات کی بنا پر آپ کے نزدیک قرآن مشکوک ہو جائے گا؟

تعمیر اوصاف جناب یہ ہے کہ اگر میں شیعی بن جاؤں تو فی الحقیقت شیعی مذہب کے پاس اس مذہب کی روشنی میں ان اعتراضات کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں ہو گا اور شیعی ہوتے ہوئے میرے نزدیک قرآن مت کو کہہ ہی ہو گا کیونکہ اندرون کے مذہب کے عین قرآن کا تعارف ہی ناقص ہے اس سلسلے کے کچھ اعتراضات میں اپنی کتاب "فروع دین" میں کہہ چکا ہوں اور عنقریب مزید غیورانہ کو رکھنوی کی مدللہ کتاب "افانہ تحریف قرآن" کے جواب "حقیقت تحریف قرآن" میں مزید ثابت کر دوں گا۔ شیعی مذہب کے نزدیک قرآن نامکمل اور تحریف ہے۔ قرآن پر وہ دیکر وہ غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب شیعی المذہب علماء کے کبھی نہیں بن پڑا۔ اگر آپ بھولے ہوں تو یاد کیجئے کہ حبیب یادری عماد الدین سابق شیعی المذہب نے عیسائی مذہب اختیار کر کے "ہدایت المسلمین"، نامی کتاب لکھی تھی تو تمام شیعی علماء کے سروں پر یہ پند ہے بیچارے کے تھے باوجودیکہ حیدری علیک سید نے قرآن ناطق کی استدلال سے "تنبیہ الفرقان"، لکھ کر مخالف کے دانت کھٹے کر کے شیعی مجمع میں روج بھونک دی تھی پس اب چونکہ میں محمد ﷺ کے ہاتھ بالانقلین ہوں جو بطلانی حکم رسول تمام کہ اہوں سے بخار کا دائرہ طریقہ ہے لہذا ہر باطل پرست کا بخوبی مراد بلکہ کہ کے فائز الہام "یا علی" بلند کر سکتا ہوں۔

۳۔ قاضی جی نے ۲۲ جہیز حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے اعتراف مجیب | اعتراف کیا ہے کہ اگر "نیکل رسول" کے مصنف نے اس میں کسی مذہب شیعہ کی کتاب کا حوالہ نہیں پیش کیا تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ شیعہ مذہب کی کتابوں میں قابل اعتراضات بائبل نہیں ہیں بلکہ اس کے نزدیک اور عام غیر مسلم معتز صہب کے نزدیک چونکہ سواد اعظم اہل السنۃ والجماعہ ہی اسلام کے نمائندے ہیں اور شیعی مذہب کے پہلے تین خلیفوں نے حضور

کے بعد شکر کشی و جاہر حیات کے ساتھ غیر مسلموں کی سلطنتوں کو تباہ کیا ہے لہذا اس وجہ سے منظرِ بین ارتقا کا منفی مذہب یہ کہ حملہ آور ہوتے رہتے ہیں جب کہ شیعہ مذہب تقیہ میں چھپا ہوا ہے اور کسی منقرض کو اس پر حملہ کرنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔

کون کہتا ہے شیعہ مذہب ظاہر نہیں ہے | اس بحث میں میرے

جوابی معروضات یہ ہیں کہ یہ قاضی صاحب کی محض خوش فہمی ہے اور علامت عجز و لاجوابی ہے کہ ہاتھ نہ پہنچے غلو کر ڈالی۔ کون کہتا ہے کہ مذہب شیعہ ظاہر نہیں ہے۔ اگر یہ پسندیدہ مذہب ہے تو پھر آپ حضرات کو اس پر اعتراضات کرنے کا موقع کیسے ہاتھ آیا؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسی قابل اعتراضات باتیں مذہب میں نہیں ہیں بلکہ اس کا عقیدہ عصمت ابنِ آدم کی پیروی و باؤں کو رد کر دینے کے لئے کافی ہے غیبر حلیوں نے شیعہ اکابرین اسلام کی عظمت کا لوہا مانا ہے اور صدیقوں سے شیعہ جہتوں سے میرا بیجا میل کہہ رہے ہیں۔ جابر ابن حیان جیسے سائنسدان آج بھی ولالعلوم کے لقب سے آسمانِ علم و عرفان پر پوری آب و تاب سے درخشندہ ہیں آپ نے دل کو جھوٹی طشتی دیتے ہوئے اور اپنے ہمنواؤں کو دھوکہ دہی کی خاطر یہ کہہ دیا کہ غیر مسلموں کو شیعہ مذہب سے واقفیت نہیں ہے اس لئے انھوں نے اس پر اعتراضات نہیں کئے حالانکہ اگر آپ نے ”انگیلا رسول“ ہی کا مطالعہ کر لیا ہوتا تو اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔ مثلاً اسی کتاب میں مصنف مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کی سازشوں کے جال کی ایک تاریکی جانب بڑا واضح اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے جس سے اس کی ریسرچ کا اندازہ ضرور قائم ہو جاتا ہے چنانچہ واقعہ افک کے ذیل میں تحریر کرتا ہے کہ

”اس بے رحمی کے سُلوک نے محمدؐ بھی طرح طرح کی غیبت کا موقع دیا۔ محمدؐ کے نام پر دھبہ لگ گیا۔ اہل عرب میں فرق آنے لگا آخر علیؑ اور اسماعیلؑ سے منور ہو گیا۔ علیؑ نے کہا عائشہؓ کی خادمتوں سے واقعات کی کیفیت دریافت کرنی چاہیے۔ صلاح نیک تھی مگر علیؑ کے حق میں ہم قاتل ہوئی عائشہؓ اس گفتگو کو مرتے دم تک نہ بھولی۔ کہ علیؑ نے۔ محمدؐ کے داماد علیؑ نے اس کی عصمت پر شک کیا ہے اب علیؑ سے اس کا جی جان کا بیر ہو گیا محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ، مائی خدیجہؓ کی پیاری یادگار، فاطمہؓ علیؑ سے بیابھی ہوئی تھیں ادھر فاطمہؓ کا خاوند اپنا داماد علیؑ ہے ادھر چھ بیٹی بیوی عائشہؓ ہے۔ محمدؐ کدھر جائے پھر میں خوار جنگی کا بلبلا کرکئی اسی خوار جنگی نے محمدؐ کی وفات کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر خونریزیوں کی تاریخ بنادیا۔ خلافت کے لئے شاید اس قدر خون نہ بہا نہ ہوتے اگر علیؑ اور عائشہؓ کا دل ایک ہوتا اگر عائشہؓ کو علیؑ سے خوار نہ ہوتی“ (منقول بصدر مغلہ رت، واستغفار زنجیل اصیل، ص ۶۲۷)

منقول عبارت سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ نیز مسلم معتز جین اسلام پر اعتراض وارد کرتے ہوئے شیعہ و سنی کا امتیاز پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ ان کا تار و پود اسلام ہوتا ہے۔ سنی خلفاء کی تلوار کے گھاؤ اگر ان معتز جین کو فوج کشی دیتے ہیں تو اس میں اسلام کا کوئی دوش نہیں ہے کیونکہ اسلام کو فوج کشی فتوحات اور عہد و سلطنت کی وسعت سے بنیادی اور اصولی طور پر کوئی عیب نہیں ہے۔ اسلام صرف دفاعی بھاد کرنے کی اجازت دیتا ہے اس نے جبر و اکراہ کے ساتھ استباحث اسلام پر واضح یا بندیاں عائد کی ہیں کیونکہ یہ عالمگیر

فطرت سے ہم آہنگ دین ہے۔ اس کی منطق و فلسفہ اس حقیقت سے انحراف نہیں کرتے کہ تلوار کی فتح عارضی اور عجز یا بیکارہ ہوتی ہے اسی لئے اس کی تعلیم میں اس عنوان پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ قلم کی طاقت تلوار سے زیادہ ہے۔“

قاضی صاحب، جن خود نیز یوں اور وحشت ناکوں کو "جہادانہ قہرانیوں" سے تعبیر دے کہ لوہ اسلام کا اطراف عالم میں منور کرنا بقا ہے ہیں ان ہی غلط اقدام نے اسلام کے ماتھے پر ایسا بدمخادہ صبیٹہ لگایا ہے کہ جسے صاف کہنا انسانی بساط سے باہر ہے۔ ہر طرف اسلام پر الزام ہے کہ "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے" حالانکہ حقیقت میں یہ الزام ہر گز غلط ہے کہ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی سلطنت کو تلوار نے وسعت بخشی ہے مگر اسلام کی اشارت میں تلوار کو دخل نہیں ہے۔ اسلام علم و حکمت کے موافق مسند سے پھیلا ہے اس کے عادیہ الزام اصولوں کی جاذبیت و کشش نے لوگوں سے اپنا لوہا منوایا ہے اس کی ہدایات عقلانی نے ذہن انسانی اور قلب بشری کو تسلیم و رضا میں پھینکا ہے مجبور کیا ہے سلطنتوں کی تاجی تو صرف چند سال کا سہانا خواب ثابت ہوئی۔ ٹھوڑے ہی عرصے میں آبدانہ تلوار کند ہو گئی۔ غالب مغلوب ہوئے ایسے مغلوب ہوئے کہ آج تک سر نہ اٹھا سکے یہ وہ دشمن ہی چند برسوں کے لئے نہ ہو چکیں ضرور رہے مگر اب صدہا یوں سے مسلمانوں کے سینے پر ہونگ دل نہ رہے ہیں۔ ساری دنیا میں ان کی عظمت دکھائی دے رہی ہے اور مسلمان درست نگرہ و محتاج بھکاری کی طرح ان کے سامنے کاسہ لیتے ہیں۔ اس تمام رسوائی اور ذلت کا واحد سبب یہی ہے کہ مسلمان علم و حکمت کے

کے دروازے کو چھوڑ کر تلوار کے سارے نئے نئے چمچ ہو گئے۔

الغرض اسی فتوہ خان اور زمام نہاد مجاہدانہ قربانیاں اسلام کے کس کام آئیں؟ دین کو اس کی کیا فائدہ پہنچا؟ وقتی طور پر یہ جو قطعات ارضی فتح ہوئے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہاتھ سے جاتے رہے اور بن لوگوں نے خوف و ہراس سے طمع بڑھا وہ نہ ہی دین سے نکلے ہوئے اور نہ ہی دنیا کو ان کی کلمہ گوئی سے کوئی منفعت حاصل ہوئی بلکہ الٹا بحالت و افلاس میں دن و گناہات پر گنا اضافہ ہوا اگر صرف ملکوں کی فتوحات ہی اسلام ہے تو پھر حنیکہ، ہلاک اور ہٹلر تو بڑے مسلمان بھل گئے۔

جس مذہب کو فاضل صاحب تفتیہ کے بیٹوں میں لیٹا ہوا بیان کر رہے ہیں اس کی حقانیت و عظمت اور مظلومیوں کا ہر ہے کہ اس کے آئمہ اطہار کے علمی خزانے آج بھی جاہل متدول میں فرخ دلی سے لٹائے جا رہے ہیں۔ اس کفر علم و عرفان کا اثر ان مخالفین نے بھی کھلے الفاظ میں کیا ہے جنانچہ ابن تیمیہ کے خیال کو مردود قرار دیتے ہوئے منس العلماء شبلی نعمانی برٹ النعمان میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ لکھتے تھے مگر امام جعفر صادق سے ان کی کیا نسبت تمام علوم و حکمت و اہل بیت کے گھر ہی سے نکلتے ہیں مذہب شیعہ کے لئے اتنی ہی فضیلت اُسے دُنیا کے تمام مذاہب پر برتری دینے کے لئے کافی ہے اُن کے آئمہ علم و حکمت میں ایسا ثنائی نہیں رکھتے جو دھنی مذہب کے اماموں نے اُن کی شان کو ہی برقرار نہ کیا ہے ان کی تصانیف آج بھی ہر کس و نافع کہ فیض عام پہنچا رہی ہیں۔ ان کی تعلیمات پندرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی دورِ جدید کا چیلنج قبول کرتے کو تیار ہیں ان کے نئے ہوئے کلیات و جزئیات اس دورِ علوم و فنون میں دادیں حاصل کر رہے ہیں۔ اور

صرف اُن کا علم ہی اسلام کے برحق ہونے کی اکلوتی دلیل ہے۔ اگر ان کو اس لام میں سے نکال لیا جائے تو کفر اسلام سے بدلہ دینا بہتر ہو گا کیوں نے ایسی کتاب "صرف ایک راستہ" میں عالمگیر جی لائبریری کا اڈا دعویٰ پیش خدمت کیا ہے کہ کامیاب کے تمام مادی و روحانی مسائل کا حل صرف یہ ہے ان انسان مسمک بالثقلین ہو جائے اور علم و عرفان کے ان بکار و خوار کی موجودگی میں ڈوب کر سرسراغ زندگانی دوام حاصل کرے۔

قاضی جی کے حمد و عین کی تلوار سے مشتاق گنہگار کے آئینہ معصومین کا فلم بہت طاقتور اور مؤثر ہے کیوں کہ یہ قلم مکش میں سرخی حیات کے تمام گوشوں کو قبضہ کرتا ہے اور میدان جہاد میں یہی قلم سیف اللہ کی شکل اختیار کر کے دشمن کے چھکے چھڑا دیتا ہے۔ قاضی جی کے تلیفوں کی تلواریں مدت ہوئی ٹوٹ گئیں۔ میرے انامول کا قلم آج بھی کامیاب کے مینارہ ہدایت پر نصب ہزار ہا ہے۔ فتح تلوار کی ہے یا قلم کی؟ آپ کو تینوں اصحاب کی قسم صحیح جواب دیجئے۔

محترمی میں بڑائی جھگڑا رنگہ فساد، تیغ و آفنگ کی بات کرنا اوجھیلان سمجھتا ہوں۔ آپ کے بزرگوں نے ایران و روم کی طاغوتی سلطنتوں کو نیست و نابود کیا ہو گا مگر اس میں ایسے بھی رک گیا بات ہے؟ خدائے دیک یا گھونہ ڈوڈا پیرت شندول کا جس کی لاکھی اس کی بھینس۔ کل آپ نے الزکوہ تابع کیا۔ آج وہ آپ پر سوار ہیں اس سے انسانیت کی کیا بھلائی ہوئی ہوگی نفاق و انتقام کی چنگاریوں اور دھمکی چھٹکشی و باہمی کشمکش کے۔ میں آپ کے پسندیدہ سلاطین کا احسان تب مالوں جب آپ اُن کے علمی شہ پاروں، مکتبی شاہکاروں و عرفانی نظاروں سے آگاہ فرمائیں۔

۳۴

علم الابدان، علم کیمیات، علم طبعیات، علم ہیئت الغرض کسی ایک ہی شعبہ
 علم میں ان کی خدمات و تفارقات سے مطلع کریں جو عصر کو تو سب اوروں میں
 کے مفہوم و علاقہ میں ان حضرات کے دو اقتدار میں ایک مقام تک نہیں بھیجیں
 نظر آیا جہاں قدم ثبات پر ایسا تادہ ہو کہ ان بزرگوں نے کسی شخص کو "دین"
 کے لفظ کی لغت یا تشریح بتائی ہو۔ اگر آپ تینوں حضرات میں سے کسی
 ایک کا کوئی قول مندرجہ کتاب صحاح سنہ ثانی دیں گے تو تا دم آخر ممنون
 ہوں گا جب مجھے ان اصحاب کی زبان سے "دین" کا لغز و ہی دستاب
 نہیں ہو سکا تو پھر میں کیسے مان لوں کہ انھوں نے دین کی اس بات کی
 یا تبلیغ اسلام فرمائی کہ ان تلوار پیلانی اور نوب پیلانی یہاں تک پیلانی کہ عیسیٰ
 بنی برلاست یہ بتا رہے۔ مگر ان کے آپ ہاتھوں میں اول تو نظر نہ آئی اگر ان کی
 تو توحید کا بے دل مٹتے پیر بھاگ دکھائی دیتے۔ یہی جہاد کا مفہوم ان کے
 نزدیک تھا خیر یہ باتیں آپ کے لئے گروہی ہیں ان کو جانے دیجئے یہ ہم تو اسلام
 کے سچے محسنوں، حقیقی معماروں کو متعارف کرانے کی رہتے ہیں طریق وہ ہونا
 ہے جو دشمن کی زبان سے بھی نکل آئے پھر ایک اسلام کی مایہ ناز محسنہ، والدہ
 صدیقہ الکبریٰ، ام المؤمنین و ام المومنین، امیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا
 کے اسلام پر احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے مصنف "رئیس الاموال" تحریر
 کرتا ہے کہ

مرحہ خدیجہ اور "نگیل رسول"

"محمدؐ کی زندگی کا پہلا پردہ اس وقت اٹھتا ہے جب اس نے مائی خدیجہ
 کے ساتھ نکاح کی ٹھانی۔ اس سے پیشتر کے واقعات اس نکاح کی فقط تیار
 حضرت عمرؓ کی زبانی اس حدیث والی روایت انتہائی مجروح ہے جسے اس ضمن میں پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۲۴

خدیجہ سے نکاح کیا اور محمد بن گیا۔ محمد کی بیغمیری کو سب سے اوّل کسی نے بتول
 کیا؟ اس کی بیوی خدیجہ نے بیغمیری میں اس کی بیہوشی کے لئے ٹھونکی؟ خدیجہ
 نے۔ مگر کی عداوت سے اس کی حفاظت کعبہ سے کی۔ خدیجہ کے اس سوچ نے
 میں کہتا ہوں پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال تک محمد کی زندگی
 میں اگر کوئی کمال ہے تو وہ کمال خدیجہ کا ہے۔ کہتے ہیں کہ محمد اس وقت واقعی
 بیغمیر تھا اگر یہ سچ ہے تو واقعی بیغمیری خدیجہ کی تھی۔

(منقول بعد معذرت واستغفار از ریگلا رسول ص ۵۹)

یہی گستاخ مہذّب مسلمہ اوّل امّ البتولؑ زوہرہ و محبوبہ رسولؐ کا سرکار
 و دو عالم سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لائزم و ملزوم
 تعلّق ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

”ناظرین اس سے اندازہ لگا لیں کہ خدیجہ کا وجود محمدؐ کے لئے کس قدر
 عینیت تھا یہی وجہ تھی کہ اس کی وفات کے بعد جب محمدؐ کے حرم میں متعدد
 بیویاں تھیں اور ایک دوسرے سے حسن و جمال میں بڑھ چکے تھے کہ خدیجہ
 تھی آرام تھا۔ مگر یہی تھی اختیار تھا تو بھی خدیجہ کی یاد محمدؐ کے دل سے
 محو نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ عائشہؓ کو اپنی زندہ سوکھوں سے وہ لال نہ تھی جو
 مرہومہ و مغرورہ خدیجہ کے نام سے رہا کرتی تھی۔

خدیجہ نے محمدؐ کو حملہ بنایا پچیس برس کے عرصہ میں یہیں تک وہ
 محمدؐ کی بیوی بن کر زندہ رہی محمدؐ کو دوسری شادی کا خیال نہ آیا۔
 (ریگلا رسول ص ۵۹)

القصہ مختصر سنی مذہب میں حقیقی محبین اسلام اور حجابہ بین دین
 سے غیر ہشیامی کا جاتی ہے اور دنگہ فساد، قتل و جہد، لوٹ مار، نقص

امن، ہوس ملک گیری جیسے ان اہمیت کٹھن افعال کو اعمال صالحہ قرار دیکھ
اپنے ملا جوں کے قصیدے گائے جاتے ہیں عالمی عدالت انھماں کے
سلسلے بھب میں پر تانہ و مدھ بھس کرنا ہوں تو فیصلہ بھی صادر ہو تا ہے کہ تہذیب
سے تعمیر ہونے والی سنی مہم و عین نے تہذیبی کاروائیاں کر کے اسلام کے نام کو
بڑھ لکھایا۔ جبکہ شیعہ اکابرین نے اپنے تہذیب سے لڑ نہال اسلام کو سچا
علم و فضل کی روشنی سے دنیا کو منور کیا۔ نہج البلاغۃ، صحیفہ کاملہ جیسے
علوم سے بھر پور شاہکار جو دنیا کی رہنمائی کے لئے چھوڑے۔ سائنس اور
فن کی دقیق تفصیلات کو زمانہ قدیم میں سکھایا علم کے پائواں دواں کر دیے۔ دلت
لے ایسے یوشعہ خذ انزل کو ظاہر کر دیا جن کو جنوں غور سے کھجائے توں
توں بڑھتے جاتے ہیں بلا تلواریں سے تاج و بیغیر پختیار ہر دل پر چھرائی کرے
ہیں جبکہ سنی خلفائے ثلاثہ کی حکومت کر کے زمانہ گزر گیا ہے آج انکے
نام کی کوئی ۲۰ پالی کی نیاند بھی نہیں دلاتا ہے

سوال نمبر ۳۔ کے جواب پر میرا تبصرہ تمام ہوتا ہے اس کی تلخیص یہ ہے
کہ مجیب مودود، قطعی طور پر سوال کا جواب دینے سے قاصر رہے ہیں اور کھنیا
طور پر انھوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ کتاب "دین تہذیب و تمدن" میں شیعہ کی
کتب سے کوئی بات اخذ نہیں کی گئی ہے۔ مگر ان کے خیال میں ایسا عدم
اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ تہذیبوں کی کتب میں قابل اعتراضات باتیں
نہیں بلکہ یہ غیر مسلموں کی پرانی رنجش و انتقامی جذبات کا نتیجہ ہے کہ وہ سنی
مذہب پر حملہ آور ہوتے ہیں جبکہ شیعوں کا مذہب ہمہ گیر ہے۔ یہ باتیں
مگر اصل سوال سے متعلقہ نہیں محض لیکن پھر بھی ہم نے ان کی یہ ذول گردید
کہ کے ثابت کیا ہے کہ شیعہ مذہبی کتب میں مفروضہ قابل اعتراضات امور کی

موجود ہیں اس مذہب کے لئے مرنے نہیں ہے کیونکہ ان کا اختیار نہ وہ عقیدہ عصمت
از خود ایسے اعتراضات کو باطل کر دیتا ہے۔ اور ایسے اثبات پیش کئے ہیں کہ
معتزلین شیعہ مذہب سے ناواقف نہیں ہیں بلکہ ان کے علمی ماحول سے
آج تک مستفید ہو رہے ہیں جو کہ صحتی اکابرین علم و حکمت، دانش و
تفہیم کے غول بطور ہیں۔ ائمہ الکفرینک و جہل اور کشت و خون کو تبلیغ
کا نہ کہ قرار دینا فرض سمجھتے ہیں کیونکہ علم و فہم کی نور کو تیغ و لنگر کی طاقت
پر غالب حاصل ہے لہذا شیعہ مذہب علم و فضل کے تمام گوشوں میں روشنی
کی کرنیں نقش بیم کرتا ہے۔ اس لئے شیعہ مذہب ہی حق ہے۔

تیسرے سوال کے بعد فاضل عجیب کو میرا نچوال سوال آسان معلوم
ہوا۔ حسب مذاہب ہم پہلے سوال نقل کر دیں گے پھر مطلوبہ امور لکھیں گے اسلئے
بعد قاضی صاحب کا جواب نقل کر کے واپس رائے سے آگاہ کریں گے۔
سوال نمبر ۵۔ حافظ علی الصلوٰۃ والسلام علیہ وسلم کی وصوۃ اللہ
قائمتین (البقرہ ۲۳۸) یعنی تمام نمازوں کی نحواً اور قیامی
نماز کی خصوصاً حفاظت کرو اور اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے ہو یہ
حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ لیکن جب ہم کسی مذہب کو نماز پڑھتے
ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ قنوت میں کھڑا نظر نہیں آتا ہے بتائیں کہ
نماز قرآن کے مطابق کیوں نہیں پڑھی جاتی؟ واضح ہو کہ حکم قرآن کی
متن صرف آیت قرآنی سے ہو سکتی ہے۔

سائل نے اس سوال میں یہ پوچھا ہے کہ اندر سے قرآن
حکم ہے کہ نماز میں اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے ہو
مطلوب
لیکن کوئی بھی مذہب نماز پڑھتے ہوئے اللہ کے آگے قنوت میں کھڑا

۴۷
 نہیں ہوتا۔ پس جواب مطلوب ہے کہ نماز میں اس قرآنی حکم کی خلاف ورزی
 سنی مذہب میں نیوٹوں کی جاتی ہے۔ جبکہ یہ حکم منسوخ کبھی نہیں کی گئی
 آیت ناسخہ اس کا بدل نہیں ہے۔

اب سوال بھی برائے سوال ہی سمجھا رہی
قاضی خاں کا جواب اس لئے پیش کیا گیا ہے کیا اس سوال کی
 عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عمل قرآن کے اس
 حکم کے خلاف ہے؟ سائل کو چاہیے تھا کہ وہ پہلے قرآن کی آیت میں
 قنوت ہونے کا مطلب بیان کرے اس کے بعد ثابت کرے کہ اہل سنت
 اس کے مخالف ہیں۔ جب سوال ہی واضح نہیں تو جواب کس بات کا
 دیا جائے؟ (کتاب مذکورہ ص ۱۴-۱۵)

قانتین کی تشریح صحابہ و صحابہ کرام

سائل کی جوابی گزارش **قاضی صاحب** نے اس سوال کا جواب
 دینے ہی سے محذور ہی ظاہر فرمادیا ہے
 حالانکہ بالکل صاف اور واضح ہے کہ اللہ فرماتا ہے نماز میں میرے آگے
 قنوت میں کھڑے ہو۔ لیکن اہل سنت حضرات اپنی نماز ادا کرتے وقت
 اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے اس خلاف ورزی کی وجہ پوچھی گئی ہے اب
 مزید وضاحت کر دی ہے۔ لہذا التماس ہے کہ جواب دے کر شکریہ کا
 موقعہ بخنیں۔ رہا قنوت میں قنوت ہونے کا مطلب وہ ترجمہ میں عرض کیا
 بجا چکا ہے۔ مزید تشریح پیش خدمت ہے۔ قنوت کے لغوی معنی عاجزی
 اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں لیکن اصطلاح میں نماز میں دُعا ہے

۲۸
فتوت پڑھنے والے کو قنوت کہتے ہیں چنانچہ معتبر کتب اہل سنت سے پوری
طرح ثابت ہے کہ یہ کاجمعی مرتب سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا
ہے اس لئے عبارتیں نقل نہیں کر رہا ہوں۔ چند حوالہ جات کی نشاندہی
کر رہا ہوں۔

- ۱۔ صحیح مسلم شریف مطبوعہ نذللشورہ پریس جلد اول صفحہ ۲۳
- ۲۔ فقہ عمر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۶۸
- ۳۔ سنن نسائی مترجم علامہ وحید الزماں مطبوعہ مکتبہ الیومہ کہ اچھی جگہ
- صفحہ ۲۷ باب القنوت صلوٰۃ المغرب۔
- ۴۔ مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کہ اچھی جگہ کتاب الصلوٰۃ
- باب القنوت صفحہ ۲۹۔
- ۵۔ المعجم شرح صحیح مسلم علامہ وحید الزماں اہل حدیث مطبوعہ صدیقی
- پریس لاہور صفحہ ۵۵، ۵۶، ۵۷۔
- نشان کردہ احادیث کا مطالعہ فرمائیے جن سے بخوبی معلوم ہو کہ نماز میں قنوت
- پڑھنا ثابت ہے۔ اور پھر جواب دیجئے کہ حکم قرآن اور عمل صاحب القرآن کہ
- پس پشت ڈالنے ہوئے آپ اپنی ٹانگیں بغیر قنوت کے کیوں ادا کرتے
- ہیں۔ امید ہے کہ اب بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہوگی۔ لہذا اس بات کا جواب
- مطلوب ہے۔

پانچویں سوال کے جواب سے معذرت کے اظہار کے بعد قاضی ظہر
حمین صاحب نے ساتویں سوال کو پوچھا ہے اور اس کے تحت حسب ذیل
جواب قلمبند کیا ہے۔

سوال نمبر ۶: آپ حضرات کو امام مہدیؑ (ہادی آخر الزماں بن حسن العسکریؑ) کی غیبت پر اعتراض ہے بتائیے شیطان غائب رہے یا ظاہر؟ اگر غائب ہے تو معلوم ہو کہ وہ عالم غیبت میں گمراہی پھیلاتا ہے لہذا جواب دیجئے کہ جب عالم غیبت میں گمراہی پھیلانی چاہی جاسکتی ہے تو ہدایت کا سلسلہ کیوں جاری نہیں رہ سکتا ہے؟

سائل نے اس سوال میں یہ بات پوچھی ہے کہ اگر شیطان غائب ہوتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے تو پھر غائب رہتے ہوئے ہادی ہدایت دینے کے فرائض کیوں بجا نہیں لاسکتا قاضی صاحب اس کا جواب یوں لکھتے ہیں۔

قاضی صاحب کا جواب
سائل نے امام مہدیؑ کے ہادی ہونے کے لئے مثال بھی خوب پیش کی ہے یعنی شیطان کی۔ ماشاء اللہ

(ب) اگر ہدایت پھیلانے کا یہی مطلب ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر امام الاقبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ہدایت امام مہدیؑ کی طرح غائب رہ کر کیوں نہیں کی جتنے ابھی انبیاء کرام علیہم السلام گزرے ہیں انہوں نے اپنے اپنے دور نبوت و رسالت میں ان لوگوں کے سامنے آکر تبلیغ و ہدایت فرمائی ہے جن کی اصلاح و ہدایت کے لئے ان کو مبعوث کیا گیا تھا کیا کسی ایسے پیغمبر علیہ السلام کا آپ نبوت پیش کرینگے جو امت سے مخفی رہ کر ہدایت کا فریضہ ادا کرتا رہا ہو۔ یہاں آپ حضرات عیسیٰ علیہ السلام کی مثال نہیں پیش کر سکتے جو آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں نازل ہوں گے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے تبلیغ رسالت

کے دور میں مخفی نہیں رہے۔ اور پھر حبیب آپ دجال کو قتل کرنے کا فریضہ ادا کریں گے آپ اس وقت سب لوگوں کے سامنے ظاہر ہوں گے نہ کہ مخفی (ج) فرمائیے اگر شیعوں کے نزدیک امام مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں خلیفہ اور امام ہیں تو تبلیغ و جہاد کے فرائض کی بجائے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے کیوں محروم ہیں؟ خلیفہ رسول تو وہ ہے جو یا فاعل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے تبلیغ و ہدایت اور جہاد کرے۔ نہ وہ کہ ایک فرضی وجود کی طرح حدیثوں سے غائب ہو۔ اور امت کفر و الحاد کے اندھیرے میں بھٹکتی رہے۔ اور اگر امام و خلیفہ ہونے کا مقصد صرف یہ ہے اسکا دعوات برکات الہی کافی ہیں تو پھر کیا اس مقصد کے لئے اپنی اپنی نمبروں میں سایہ کیا رہا اماموں کا وجود کافی نہیں ہے۔ (یعنی مذہب ہی ہے ہلاکت)

شیطان اور امام کی مثال

سائل کی معروضات میں سخت افسوس و معذرت سے عرض علی قرار دے کہ اپنی علمی بڑائی کی بڑھاپا تک دیا ہے مگر موصوف کی عدم واقفیت کا یہ ہے کہ افسوس نے سائل کی مبینہ پر علم کو ایسے جاہلانہ ٹھٹھ سے مذاق ظاہر کر کے مسخرہ بین کا بنوٹ دیا ہے۔ تمام دنیائے علم کا اس کلیہ علمی پر اتفاق ہے کہ ہر شے اپنی ضد سے بچانی جاتی ہے پس ہدایت کی معتر

کے لئے اس کی حیدر گمراہی کا بیش کرنا عین مطابق دستورِ علمی ہے۔ لہذا شیطان کی غیبت اور اعتزاک کی مثال کا تصور امام مہدی کی غیبت و ہدایت کے مقابل بیش کرنا ہر لحاظ سے معقول ہے۔ اس میں کوئی ہنسی یا حماقت کی بات نہیں ہے۔ عجیب کی عبارت نہ یہ (ب) بھی ان کی قلبی علم کا اظہار کہتی ہے انھوں نے کسی نبی کی مثال دریافت فرمائی ہے جو غیب میں رہ کر ہادی ہوئے یہ تو خدا کی لاء ہے انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب بتائی گئی ہے جبکہ ہمیں ایک سو تیسویں کے بھی حالات سے مکمل واقفیت نہیں ہے۔ یہ امر عین ممکن ہے کہ ان غیر متعارف بندگانِ خدا میں سے کئی ایسے حضرات ہوں جنھوں نے ہدایت دینے کا فریضہ غیب میں رہ کر انجام دیا ہو۔ تاہم قاضی جی کے لئے ہم صرف ایک مثال لکھتے ہیں اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے ہادی ہیں۔ کیا قاضی صاحب انکار کرنے کی جرات فرما سکتے ہیں کہ جناب خضر نے لوگوں کی نگاہوں سے چھپے ہوئے ہونے کے باوجود بندگان کو ہدایت نہیں کی ہے۔

غیبت انبیاء

علامہ الزی اور بھی انبیاء کو ام عظیم السلام کے حالات و کیفیات ایسی معلوم ہو جاتی ہیں کہ انھوں نے ایسے کو چھپا کر فریضہ ہدایت کی بجا آوری فرمائی مثلاً حضرت ابراہیم ایک وقت میں لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ جناب موسیٰ بھی اُمت کی نگاہوں سے کچھ عرصہ اوچھل ہو گئے اور آپ کی

اس مدت غیبت میں آپ کے ماننے والوں کو آپ کی اُمت ہی کے افلاک نے ستایا۔ حضرت یونسؑ کو بھی خود کو چھپا دیا اور بغیر اپنے کو ظاہر کئے آپ لوگوں کو ہدایت دیئے رہے۔ اور جب مصلحت غیبت ختم ہو گئی تو آپ حضرات ظاہر ہو گئے۔ یہ حضرات اپنے دور تبلیغ و نبوت ہی میں مخفی ہوئے اور جب انخفاء کی ضرورت باقی نہ رہی ظہور فرمایا۔

قاضی جی موصوف نے اصل سوال کے جواب میں ایک جملہ بھی تحریر فرمانے کی زحمت برداشت نہیں کی اللہ تعالیٰ پر سوالات کی بوجھاً شروع کر دیا۔ بہر حال میں تو ان امانوں کا ماننے والا ہوں جو کبھی لا جواب ہوئے انشاء اللہ ان ہی کی طفیل قاضی جی کو مسکت حجابات دوں گا۔ لکھ رہے ہیں کہ ہمت ضرور کرتا ہوں کہ متفقین الفرقین حدیث رسول ہے۔ کہ یہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔

اس فرمان پیغمبر کے مطابق ہر وقت اس خطۂ ارضی پر کسی مخصوص جگت کا فرد دلالتی ہے۔ لہذا اگر امام مہدی اس وقت اس کمرہ ارضی پر موجود نہیں ہیں تو پھر وہ کونسی ایسی ہستی ہے جسے ہم خدا کی جگت مانیں۔ یا پھر اس کے برعکس صادق رسول کی صداقت کو منحورج کرنے کا خیال کا فرمانہ کریں۔

قاضی صاحب اپنی عبارت تحت "ج" میں سوال کرتے ہیں کہ اگر مہدی رسول اللہ کے بارہویں خلیفہ ہیں تو پھر تبلیغ و جہاد کے فراموش کی بجائے اور سی میں اتباع رسول سے کیوں محروم ہیں؟ یہ سوال پھر ان کی کم فہمی پر دلالت کرتا ہے۔ کون کہتا ہے کہ امام مہدی تبلیغ نہیں کرتے ہیں۔ ہم شیعوں کا تو ایمان یہ ہے کہ دورِ حاضر میں کائنات کا پورا انتظام

آپ کی زیر نگرانی چل رہا ہے اور باوجود دیر دہ غیبت کے آپ اُمت کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ یہ سوال تو تب کیا جاسکتا ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہوں کہ وہ محض پردہ پوشی کے عالم میں بیکا آرا م فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارا عقیدہ ایسا نہیں ہے پھر خلاف واقع بات کا جواب کیا عوض کریں۔ سوائے اس کے کہ حضرت امام بحکم الہی اپنے فرائض منصبی بخوبی ادا فرما رہے ہیں۔ وقت مناسب پر ایسا تہاد و عظیم فرمائیں گے کہ دنیا جس طرح باطل سے پر ہو چکی ہوگی اُسی طرح حق سے بھر پور ہو جائے گی۔

چونکہ یہ موضوع بڑا دلچسپ و اہم ہے اس لئے قاضی صاحب کے جوابات عرض کرنے کے بعد کچھ مزید معلومات بطور تقویت پیش کرتے ہیں۔

غیبت امام آخر الزماں پر سنی علماء کا اجماع قاضی صاحب

نے سنی ہونے کے باوجود امام مہدی علیہ السلام کے وجود کو فرضی قرار دے کر اپنے نہ ہی پیشواؤں کی کھلی مخالفت کی ہے حالانکہ جمہور علماء اسلام، امام زمانہؑ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں و شیعہ و سنی دونوں مکاتب فکر کے علماء نے یہ اقرار کیا ہے کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ان میں سے چند سنی علماء کے نام پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سنی علامہ محمد بن طلحہ شافعی نے اپنی کتاب ”مطالب السؤل“ میں لکھا ہے کہ امام مہدیؑ امرہ میں پیدا ہوئے ہیں جو بغداد سے ۲۰ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

۲۔ سنی علامہ علی بن حبان مالکی نے ”فہول المہمہ“ میں تحریر کیا ہے کہ

۵۲

امام حسن عسکری علیہ السلام کیا یہ طہریں امام نے اپنے بیٹے امام مہدی کی ولادت بادشاہ وقت کے خوف سے پوشیدہ رکھی۔

۳۔ علامہ شیخ عبداللہ ابن احمد خشتاب کی کتاب "تاریخ موالید" میں ہے کہ امام مہدی کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ آخری زمانہ میں ظہور و خرم ورج کریں گے۔

۴۔ علامہ نجی الدین ابن عربی حنبلی نے "فتوحات مکیہ" میں درج کیا ہے کہ جب دُنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو امام مہدی ظہور کریں گے

۵۔ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرائی کی کتاب الیہدایت والحواہر میں مرقوم ہے کہ امام مہدی ۵۸۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے آپ اس وقت (یعنی ۲۵۵ھ میں) ۲۵ سال کی عمر میں ہیں۔ یہی بات

علامہ بدخشاہی نے اپنی کتاب "مفتاح النجات" میں تحریر کیا ہے۔

۶۔ علامہ عبدالرحمن جاسمی حنفی کی کتاب "شواہد النبوت" میں ہے کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی ولادت پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ وہ امام حسن عسکری کی موجودگی میں غائب ہو گئے ہیں۔

۷۔ شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب "مناقب الائمہ" میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی ۵۸۵ شعبان ۲۵۵ھ

میں پیدا ہوئے ہیں۔ امام حسن عسکری نے ان کے کان میں اذان واقامت کہی ہے اور کھڑے ہوئے عرصے کے بعد آپ نے فرمایا۔

"کہ وہ اس ملک کے سپرد ہو گئے ہیں اور ان کے پاس حضرت موسیٰ بچپن میں تھے۔"

۸۔ علامہ جمال الدین محدث کتاب "روضۃ الاحباب" میں

۵۵

حضرت زین العابدینؑ ہیں امام مہدیؑ اور شیعان مہدیہؑ ہیں پیدا ہوئے اور نہ مانہ
محمّد عباسی میں بمقام "سمرن" رائے "لوگوں کی نظر دین سے سرداب میں
غائب ہو گئے۔"

۹۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسالہ "نور الدہ" میں التزام کیا
ہے کہ محمد بن حسن (المہدیؑ) کے بارے میں شیعہوں کا کہنا درست ہے۔
۱۰۔ سنی علامہ ملا حسین مہندی کی تشریح دیوان میں ہے کہ امام مہدیؑ
تکمیل صفات کے لئے غائب ہوئے ہیں۔

۱۱۔ علامہ ذہبی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ امام مہدیؑ ۲۵۷ھ
میں پیدا ہو کر معدوم ہو گئے ہیں۔

۱۲۔ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں تسلیم کیا ہے کہ امام مہدیؑ المظفر
پیدا ہو کر سرداب میں غائب ہو گئے ہیں۔

۱۳۔ علامہ شبلی نے "نور الانوار" میں کوالہ کتاب البیان لکھا ہے کہ
امام مہدیؑ غائب ہونے کے بعد اب تک زندہ اور باقی ہیں اور ان کا وجود باقی
اور زندہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں وہ اسی طرح زندہ ہیں جس طرح حضرت
عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ وغیرہم زندہ اور باقی ہیں۔ ان اللہ
والوں کے علاوہ دجال، ابلیس، جہی زندہ ہیں جیسا کہ قرآن مجید صریح مسلم
تاریخ طبری وغیرہ سے ثابت ہے لہذا "لا امتناع فی بقائہ" ان کے باقی
اور زندہ ہونے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں (کتاب البیان فی
اخبار صاحب الزمان مشہور سنی علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف کجی کی تصنیف
ہے)۔

۱۴۔ علامہ روز بہان نے "ابطال الباطل" میں درج کیا ہے کہ امام

مہدی قائم و منتظر ہیں۔ وہ آفتاب کی مانند ظاہر ہو کر جو دنیا کی تاریکی و کفر
زائل کر دیں گے

۱۵۔ علامہ مسام الدین علی المتقی اپنی کتاب "کنز العمال" میں اعتراف
کرتے ہیں کہ امام مہدی غائب ہیں۔ ظہور کر کے نو سال حکومت کریں گے۔
مندرجہ بالا اثبات اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ شیعہ تو اسے
ایک طرف علمائے اہلسنت باجماع اس عقیدے پر متفق ہیں کہ امام مہدی
غائب ہیں اور زمانہ آخر میں ظہور فرمائیں گے لہذا قاضی صاحب کا امام
وقت کے بارے میں "فرضی وجود" کہنا جہود کے خلاف بات ہے اور
اجماع کی مخالفت پس ان کی یکتا رائے عقائد کے مباحثوں میں بے مقصد
ہے۔

حضرت صاحب الامر امام مہدی علیہ السلام کی غیبت

آپ کا وجود و ظہور قرآن المبین کی روشنی میں!

علمائے اسلام کی تحقیق کے مطابق حضرت جنت، صاحب الزمان
شریک القرآن۔ امام الانس والجنال القائم والمنظر حضرت مہدی صلوٰۃ اللہ
علیہ و السلام کی غیبت، اس دنیا میں آپ کا وجود، آپ کی طول عمر آپ کا
ظہور و شہود اور کارنامے قرآن مجید کی کم سے کم ۹۴ آیات سے مستدل
ہیں اور اس پر شیعہ و سنی دونوں فرقے متفق ہیں۔ اسی طرح امام
مہدی کے لئے کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں علامہ سلیمان حنفی
قدوسی نے اپنی مشہور کتاب "تبیح المودۃ" میں اس کی تفصیلات

درج فرمائی ہیں اور علامہ ہاشم بکرانی سنی المذہب نے اپنی تصنیف "غائۃ المقصود وغائۃ الحرام" میں اس مصنف پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے میں اس مقام پر

پہنچتا ہوں نقل کرتا ہوں کہ "تم ہذا کتاب لاسیب فیہ ہدی للمتقین" (تم ہذا کلام ربانی)

الذین یؤمنون بالغیب، امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے متعلق ہے چنانچہ ان ہی مفتی اعظم سلیمان بلخی قندوزی اپنی عالی شان کتاب "نیایع المودۃ" میں نقل فرماتے ہیں کہ "حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان بالغیب" سے امام مہدی کی غیبت مراد ہے نیک بخت ہیں وہ لوگ جو ان کی غیبت پر صبر کریں گے اور مبارک باد کے قابل ہیں وہ سجدہ لوگ جو غیبت میں بھی ان کی محبت بر قائم رہیں گے۔ (نیایع المودۃ مطبوعہ بمبئی ص ۳۷)

"تفسیر حسینی" میں علامہ حسین واعظ کاشفی ص ۷۲ پر "جملہ کلماتہ باقیۃ فی عقبہ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں کلمہ باقیۃ کو قرار دیا گیا ہے جو باقی اور زندہ رہے گا۔ اس کلمہ باقیہ سے امام مہدی کا باقی رہنا مراد ہے اور وہی آل محمدؑ میں سے باقی ہیں۔

صاحب "نور الابصار" امام وقت کے ظہور و عقبہ کے متعلق لکھتا ہے علی الدین کلمہ "سے تفسیر کرتے ہیں کہ جب امام مہدی بحکم خدا ظہور فرمائیں گے تو تمام دنیوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے یعنی دنیا میں سوائے ایک دن اسلام کے کوئی اور دین نہ ہوگا (نور الابصار ص ۱۵۳)

امام مہدی کے بارے میں کتب آسمانی کی پیشگوئیاں

امام مہدی علیہ السلام کے حقیقی وجود کے اثبات میں نہ صرف قرآن و حدیث

پیشگوئیاں وار دی ہوئی ہیں بلکہ البتہ کتب الہامیہ میں بھی آپ کا ذکر موجود ہے
 حضرت داؤد کی زبور میں آیت ۷۷ مزموزہ ۹۷ میں ہے کہ آخری زمانہ میں انسان
 کا حجم ان آٹے کا اس کے سر پر ایسا ہو گا۔ کتاب صفیائے
 بیغبر کے فصل ۳، آیت ۹ میں ہے آخری زمانے میں تمام دنیا موحّد
 ہو جائے گی کتاب زبور مزموزہ ۱۲۰ میں ہے جو آخر الزماں آئے گا اس پر آفتاب
 اترے گا۔ صحیفہ شعیار بیغبر فصل ۷۱ میں ہے کہ جب زور خدا ظہور کرے گا۔ تو
 عدل و انصاف کا ذکر کا بجے گا۔ شیر اور کبوتری ایک جگہ رہیں گے۔ چیتا اور بڑا غزالہ
 ایک ہی جگہ چریں گے۔ بشیر اور کوسالہ ایک ساتھ رہیں گے۔ گوسالہ اور
 مرغ ایک ساتھ رہیں گے۔ شیر اور گائے میں دوستی ہوگی طفل شیر خوار غذا
 کے بل میں ہاتھ ڈالیں گے وہ گائے کا نہیں بھرا اسی صفحہ کے فصل ۷۷ میں ہے کہ
 یہ زور خدا جب ظاہر ہو گا تو تلوار کے ذریعے تمام دشمنوں سے بدلہ لے گا صحیفہ
 قنچی اس حرف الف میں ہے کہ ظہور کے بعد ساری دنیا کے بت منادی ہو
 جائیں گے۔ یہ ظہور کرنے والا کینز کا بیٹا ہو گا۔ تو ریت کے سفر انبیاء میں ہے کہ
 مہدی ظہور کریں گے۔ عیسیٰ آسمان سے اتریں گے۔ درجہ کو قتل کریں گے۔
 انجیل میں ہے کہ مہدی اور عیسیٰ درجہ اور شیطان کو قتل کریں گے اسی
 طرح مکمل واقعہ جس میں شہادت امام حسینؑ اور ظہور مہدیؑ کا اشارہ
 ہے۔ انجیل کتاب دانیال باب ۱۲ فصل ۷ آیت ۲۴ روایات ۷۷ میں موجود
 ہے۔ (کتاب الوصال صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ ممبئی بحوالہ سچو ذہن سارے، علامہ کراروی)
 بیان بالا سے علمائے اہل سنت کا اعتراف اور قدیم الہامی کتب میں امام
 مہدی کا تذکرہ پوری طرح ثابت ہے۔ نیز یہ حقیقت بھی از خود سامنے آجاتی ہے
 کہ جو عقائد شیعوں کے دربارہ امام مہدیؑ ہیں وہی عہدے مسمیٰ علماء

کی اکثریت کے ہیں۔ امام کا وجود و ظهور ہم نے قرآن و احادیث رسول اور کتب سابقہ کی روشنی میں پیش کیا۔ اب ہم امام مہدیؑ کی غیبت، اس کی ضرورت اور اہمیت پر اندازہ خیال کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ عرض یہ ہے کہ

(۱) مشہور قول کے مطابق خلاق عالم نے ہدایت خلق کے لئے ایک لاکھ چوبیس

ہزار پیغمبر اور بے شمار ان کے اوصیاء بھیجے پیغمبروں میں سے ۱۲۳۹۹۹۔ انبیاء کے

بعد حضور اکرم ﷺ تشریف لائے۔ لہذا ان کے جملہ صفات و کمالات و کمالات و کمالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے تھے اور آپ کو خدا نے تمام

انبیاء کے صفات کا جوہر بنایا بلکہ خود ایسی ذات کا عہدہ قرار دیا تھا اور چونکہ

حضور کو بھی اس خانی دنیا سے ظاہری طور پر جانا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنی زندگی

ہی میں اپنے وحی جناب علیؑ علیہ السلام کو ہر قسم کے کمالات سے بھرپور کر دیا تھا۔

یعنی جناب امیرؑ اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ نبوی کمالات سے بھی ممتاز ہو گئے

تھے۔ سرور کائنات کے بعد عالمیں میں صرف ایک علیؑ کی ہستی ایسی ہے جو کمالات

انبیاء کی حامل تھی اور آپ کے بعد یہ کمالات معصوم اوصیاء میں منتقل ہوئے

ہوئے آخری حجۃ امام مہدیؑ علیہ السلام تک پہنچے اس دور کی ظالم حکومت

کے حکمران امام کو قتل کرنے پر درپے تھے۔ اگر وہ سترہ سو جاتے تو اس دنیا

سے نبیوں اور اوصیاء کا نام و نشان مٹ جاتا اور سب کی یادگار ایک ہی ضرب

شمت پیر میں ختم ہو جاتی۔ چونکہ ان انبیاء و اوصیاء کی یادگار اور تمام کمالات کی مظہر

(۲) پروردگار نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ ”و جعلنا کلمتہ بایۃ من فی

عقبہ“ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں کلمہ بایقہ قرار دے دیا ہے۔ ابراہیمؑ

کی نسل ان کے دو فرزندوں سے جاری ہوئی ہے۔ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یسٰ

اسماعیلؑ سے نسل اسحاقؑ سے اللہ نے جناب عیسیٰؑ کو زندہ و باقی رکھا۔ اب یہ افسان

کا اتفاق تھا کہ اسماعیلؑ کی نسل سے کبھی کسی کو باقی رکھے اور وہ بھی اس خطہ زمین پر کیوں کہ آسمان پر ایک باقی موجود تھا لہذا امام مہدیؑ کو جو حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ہیں زمین پر زندہ اور باقی رکھا اور انھیں بھی اسی طرح دشمنوں کے ہتھ سے محفوظ کر دیا جس طرح جناب عیسیٰؑ کو حفاظت میں لے لیا۔

(۳) یہ امر سمجھنا اسلای میں ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی اب چونکہ تحت خدا اس وقت امام مہدیؑ کے سوا کوئی نہ تھا اور ان کو دشمن قتل کر دینے پر تیار نہ تھے اس لئے ان کو محفوظ فرما کر دیا گیا۔ چنانچہ احادیث میں ہے کہ حجت خدا ہی کی وجہ سے زمین پر بادش ہوئی ہے اور اس کے ملکوں میں زمین پر زندگی قائم کی جاتی ہے

(۴) یہ بھی علم ہے کہ حضرت امام مہدیؑ جملہ انبیاء کے منہر تھے اس لئے ضرورت تھی کہ انھیں کی طرح ان کی غیبت بھی ہوتی یعنی جس طرح حاکم وقت کے مظالم کی وجہ سے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ علیہ السلام اپنے اپنے بہد حیات میں مناسب مدت تک غائب رہ چکے تھے اسی طرح یہ بھی غائب رہے۔

(۵) قیامت کا آنا یقینی ہے واقعہ قیامت میں امام مہدیؑ کا ذکر بتا رہے کہ آپ کی غیبت مصلحت ربانی کی بناء پر ہوئی ہے۔

(۶) قرآن کے سورہ قدر سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر نزول ملائکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ بات انظر من الشمس ہے کہ نزول ملائکہ حجت خدا پر ہوتا ہے لہذا حضرت امام مہدیؑ کو اس لئے زندہ و باقی رکھا گیا ہے تاکہ فرشتوں کے نزول کی مرکز یا عرصہ پوری ہو سکے۔ اور شب قدر میں ان ہی پر نزول ملائکہ ہوتا ہے ربانی کے ساتھ ہو سکے۔ اسی لئے حدیثوں میں ہے کہ شب قدر میں سال بھر کی

روزِ دیفترہ امام مہدی تک پہنچا دی جاتی ہے اور وہی اس کی تقسیم کا انتظام کرتے ہیں۔

(۷) حکیم مطلق کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ عام لوگ اس حکمت و مصلحت سے واقف نہ ہوں۔ غیبت امام مہدی اسی طرح مصلحت و حکمت خداوندی کی بنا پر عمل میں آئی ہے جس طرح طواف کعبہ تین شیطانوں کو پتھر مارنا دینیرہ ہے جس کی اصلی مصلحت اللہ کے معلوم ہے یا پھر اُن لوگوں کو جنھیں اس نے علمِ ہدیی سے نوازا ہے۔

(۸) امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ مہدیؑ کو اس لئے غائب کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوقات کا امتحان کر کے یہ جانے کہ نیک بندے کون ہیں اور باطل پرست کون لوگ ہیں۔

(۹) عام قاعدہ ہے کہ ”من خاف علی نفسه احتیاج الی الاستئذان“ کہ جسے اپنی جان کے بچانے کا خوف ہو وہ پوشیدہ ہونے کو ضروری سمجھتا ہے۔ (۱۰) امام مہدیؑ کی غیبت اس لئے بھی واقع ہوئی کہ خداوند عالم ایک وقت مدین میں آل محمد علیہم السلام پر جو مظالم کئے گئے ہیں ان کا بدلہ امام کے ذریعہ لے گا یعنی شروع سے آخر تک تمام مودیان سے انتقام لیں گے۔ (۱۱) صاحب ”نیایع المودۃ“ مفتی اعظم قسطنطنیہ علامہ شیخ سلیمان قدوسی بلخی صنفی تحریر فرماتے ہیں کہ

سیدِ صیرفی کا بیان ہے کہ ہم اور مفصل بن عمر ابو بصیرہ امان بن ثعلبہ ایک دن امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ زمین پر بیٹھے ہوئے دروہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”اے محمدؐ، تمھاری غیبت کی خبر نے میرا دل بے چین کر دیا ہے میں نے عرض کیا۔ حضور خدا آپ کی آنکھوں کو کبھی رلائے

بات کیا ہے کس لئے حضورؐ کو یہ کناں ہیں۔ فرمایا اے سید میرا! میں نے اس کتاب
 "جفر عجیب" میں بوقت صبح امام مہدیؑ کی غیبت کا مہل لکھا۔ اے سید میرا!
 یہ وہ کتاب ہے جس میں علم ماکان و قیون کا اندراج ہے اور جو کچھ قیامت
 تک ہونے والا ہے سب اس میں لکھا ہوا ہے۔ اے سید میرا! میں نے اس
 کتاب میں یہ دیکھا ہے کہ ہماری نسل سے امام مہدیؑ ہوں گے پھر وہ غائب
 ہو جائیں گے اور انکی غیبت نیز ان کی عمر بہت طویل ہوگی۔ ان کی غیبت کے
 زمانہ میں مومنین مصائب میں مبتلا ہوں گے اور ان کے امتحانات ہوتے
 رہیں گے اور غیبت میں تاخیر کی وجہ سے ان کے دلوں میں شکوک پیدا ہوتے
 ہوں گے پھر فرمایا اے سید میرا! سنو ان کی ولادت حضرت موسیٰؑ کی ولادت کی
 طرح ہوگی اور ان کی غیبت حضرت عیسیٰؑ کی مانند ہوگی اور ان کے ظہور کا حال
 حضرت نوحؑ کے مانند ہوگا۔ اور ان کی عمر حضرت نضرؑ کی عمر جیسی ہوگی۔

(۱۶) فخر العلماء سید کاہر مولانا نجم الحسن صاحب کراچی نے اس حدیث امام
 کی تشریح میں تحریر فرمایا ہے کہ تاریخ میں ہے کہ حبش فرعون کو معلوم ہوا کہ میری
 سلطنت کا زوال ایک مولود بنی اسرائیل کے ذریعہ ہوگا تو اس نے حکم جاری
 کیا کہ ملک میں کوئی عورت حاملہ نہ رہے بلکہ اسے اور کوئی بچہ نہ رکھا جائے۔ چنانچہ
 اسی سلسلے میں ہزاروں بچے ہلاک کئے گئے لیکن خدا نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی
 تمام ترکیبوں کے باوجود پیدا کیا۔ باقی رکھا اور آپ ہی کے ہاتھوں سے اسی کی
 سلطنت کا تختہ الٹا دیا۔ اسی طرح امام مہدیؑ کے لئے ہوگا کہ تمام بنی اُمیہ اور
 بنی عباس کی نیز ترکوشستیوں کے باوجود آپ بطن نوحؑ سے پیدا
 ہوئے اور کوئی آپ کو دیکھ نہ سکا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تمام
 یہودی اور نصرانی متفق ہیں کہ آپ کو سوئی دے دی گئی لیکن اللہ نے اسی کی مدد

۴۳
فرمادی اور کہا ان کو زندہ ٹھہرایا گیا ہے اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ
امام مہدی پیدا ہی نہیں ہوئے حالانکہ وہ حضرت عیسیٰ کی طرح عالم
ہو چکے ہیں حضرت نوح نے لوگوں کی نافرمانی سے عاجز آ کر خدا سے عذاب کے
نزول کی درخواست کی واللہ نے فرمایا چلے ایک درخت لگاؤ وہ پھل لائے گا
تو عذاب کروں گا اسی طرح نوح نے سات مرتبہ کیا بالآخر اس تاخیر کے باعث
کئی دوست و ملزوم ایمان آمنتی کا فرہم کئے کہ تم ستموں میں باقی رہ گئے
اسی طرح امام مہدی اور تاخیر ظہور کی وجہ سے غیبت سے متعلقہ فرامین
پیغمبر و ائمہ کی تکذیب لوگ کر رہے ہیں۔ اور عوام مسلم بلا وجہ اعتراض
کر کے اپنی طاقتِ شراب کر رہے ہیں اور شاید اسی وجہ سے یہ مرتد ہولہ قول ہے
کہ جب دنیا میں چالیس مومن کامل رہ جائیں گے تو امام مہدی کا ظہور
ہوگا۔ حضرت خضر جو زندہ و باقی ہیں اور قیامت تک موجود ہیں
کی طرح حضرت امام مہدی بھی زندہ اور باقی ہیں اور قیامت تک موجود ہیں
گئے اور جب کہ خضر علیہ السلام کے زندہ اور باقی رہنے میں مسلمانوں میں کوئی
اختلاف نہیں ہے۔ پھر حضرت امام مہدی کے زندہ اور باقی رہنے میں خلافت
کی کنج نہ کھینچی گئی ہے۔

حالانکہ تفسیر نقیہ میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ بعض حضرات کو امام کی ملاقات
کا شرف بھی حاصل ہوا کتاب نزہۃ المشرفہ میں امام زمانہ کی طویل عمر
علم نجوم سے زائچہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اور صحنی کتاب انبیاء المودۃ
میں امام کی عمر طویل پر مکی بحث کی گئی ہے۔ آج کے دور سائنس میں مہرود
کا جزیرہ ایسے آزمائش کا مقبیل پایا گیا ہے کہ جو اخبارِ احادیث میں جزیرہ خضر
سے متعلق ہیں۔ کتب میں امام کے خطوط اور سفرات کو ہدایات کا اجماع ثابت

۴۴
کہتا ہے کہ امام ہمدانی کا وجود حقیقی ہے نہ کہ فرضی۔ پس جب تک ان تمام
مشاہد و اثبات کی تردید برائین قاطعہ سے نہ ہو امام کے وجود سے انکار
کرنا امر محال ہو گا۔

اس قدر سے دلیل بحث کے بعد اب ہم مولوی قاضی منظر حسین صاحب
کا آٹھویں سوال کا جواب نقل کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۸ :- کیا آپ کسی معتبر تاریخی حوالے سے رتبہ بتا سکتے ہیں (یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ جب حضرات شیخین نے بنارہ رسول بلا
ذفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو انھوں نے
حضرت علیؑ یا حضرت عباسؑ بن عبدالمطلب کو اپنے وراثت سے آگاہ کیا؟
(ہم) اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت فراہم کریں۔

اس سوال کی نقل میں بھی لفظی فرق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجیب نے
اصل کتاب سے اسے نقل کرنے یا ملانے کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا ہے؟

سائل نے اس سوال میں صرف اتنی بات دریافت کی
مطلوب ہے کہ حضرات ابوبکر و عمرؓ جب بنارہ رسول بلا ذفن چھوڑ کر
جیل دیکھے تو اپنے اس عزم قابل اعتراض اور مبینہ "فوری ضرورت سے
سے وارثان رسولؐ کو مطلع فرمایا کہ نہیں؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے کھدالوں کو آگاہ کیا تو اس کا تاریخی ثبوت پیش کیا جائے۔

مجیب نے اس سوال کے جواب میں بلا عذر تسلیم
مجیب کا جواب کر لیا ہے کہ حضرات شیخین فوری ضرورت
کے تحت ایسا نہ کر سکے۔ چنانچہ تحریر کرتے ہیں کہ

"(۱) سقیفہ بنی ساعدہ میں تو فوری ضرورت کے تحت حضرت ابوبکر

صدیق اور حضرت عمر فاروق تشریف لے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ ان حضرات سے منورہ نہیں کر سکے۔

(۲) اب تو دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو خلیفہ تسلیم کیا ہے یا نہیں اور آپ نے مسجد نبوی میں حضرت صدیق کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں یا نہیں؟ اور اگر شیعہ مذہب کی مستند کتابوں سے ہجری امر ثابت ہو جائے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت صدیق اکبر کی بیعت کی ہے اور ان کے پیچھے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھی ہیں تو پھر کسی اعتراض کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اگر شیعہ علماء اس کا انکار کریں تو ہم ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔

جنازہ رسول کو چھوڑنا تسلیم شد

سوال نہایت میں سائل کو صرف اتنی بات کا جواب درکار ہے کہ حضرات یحییٰ بن زید

المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بے گورہ کفن چھوڑ کر مقتدرہ کے پیچھے سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہوئے تو انھوں نے اس فوری ضرورت کا اظہار ہو کر ار خاندان کے سرکردہ افراد پر کیا یا نہیں چاہئے مجھ نے قبول کر لیا کہ وہ حضرات ایسا نہ کر سکے۔ مجھے جواب مل گیا مقصد سوال پورا ہو گیا۔

لیکن بلا ضرورت عجیب نے حجت بازی سے کام لے کر اپنے خمد و حسن کی وکالت میں دوسرا موضوع اختیار کیا۔ تاکہ معاملہ کو اچھا یا جاسکے کہ ہنر

۶۶
 امیر المؤمنین علیؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کردہ نبی لہذا اب اس اعتراض کی گنجائش
 باقی نہ رہی میں یہاں کہتا ہوں کہ شیعوں نے کبھی اس بات سے انکسار
 نہیں کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء میں حضرت علیؑ نے نماز پڑھی یا نہ پڑھی
 امیر علیؑ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا چنانچہ اگر قاضی صاحب
 نے اصل کتاب "ہزار ہاتھاری دس ہزاری" کا مطالعہ کرنے کی زحمت اٹھا
 لی ہوتی تو بحث مسئلہ امامت کے اول باب میں ابتدائی بندہ سوال
 کے جوابات میں اُن پر واضح ہو جاتا کہ شیعہ یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ
 حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کردہ نبی تھی اسی طرح میری اس کتاب کے
 اعتراض ۱۹ و ۲۰ء کے جواب میں حضرت علیؑ کی ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھنے
 والے حصے پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور پوری طرح ثابت کیا گیا
 ہے کہ حضرت علیؑ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء میں کبھی نماز ادا نہیں
 کی ہے۔ اب چونکہ ہم یہ سوال شائع ہونے سے پہلے ہی اس کا مدلل انکار
 کر چکے ہیں لہذا عجیب یہ ضروری تھا کہ سوال کا جواب لکھنے سے قبل اُن امور کا
 مطالعہ کر کے تردید ہی بیان قلمبند کرتے ہوئے انہوں نے اس ذمہ داری سے
 غفلت برتی ہے اس لئے ہمارے اعتراضات کی گنجائش برقرار رہتی ہے۔

قاضی سی نے حضرات شیخین کا حوالہ دے کر
 قاضی کو چیلنج کر چلے جانا تسلیم کر لیا مگر "فوری

ضرورت کے تحت اس فوری ضرورت کی وضاحت کرنا انہوں نے ضروری
 نہیں سمجھا۔ اگر تو یہ ضرورت اقتدار کی تھی تو مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے اس کے علاوہ
 اگر کوئی ایسی خاص ضرورت تھی کہ جس کو فرض رسولؐ پر بھی مقدم سمجھا یا گیا
 تو اس سے آگاہی مطلوب ہے۔ بہر حال اس سوال کا جواب موافق واقعہ

دیگر شیعہ طعن کو مستحکم کیا ہے شکریہ۔
سوال نمبر ۹۔ قرآن مجید کے یا پھر میں یا اے کی ابتدا میں آیت
متنوعہ موجود ہے آپ کا یہ چار ہے کہ متنوعہ ”اے“ نہا ہے مہربانی کر کے آیت
میں متعمل لفظ ”متنوعہ“ کا ترجمہ ان ہی (ایسے معنوں میں کیجیے)۔

قرآن میں آیت ”متنوعہ“ کی موجودگی کے باوجود متنوعہ کو ”زنا“
مطلوب کہہ کر مشہور کیا گیا ہے لہذا اس آیت میں اس کا ترجمہ
اس مرحلہ پر مفہوم کے ساتھ کیوں استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔

دراصل یہ سوال ہی جا ہلائے ہے کیونکہ موجودہ
قرآن میں تو کہیں لفظ متنوعہ کا وجود نہیں ہے

قاضی جی کا جواب
ہاں ایسے الفاظ قرآن میں موجود ہیں م۔ ت۔ ع۔ کا مادہ پایا جاتا ہے
مثلاً قل تمتع بکفرک قليلا انک من اصحاب النار سورة
الہ مزین ۷۱) والذین کفروا یتمتعون ویاکلون کما قاکل الانعام
(سورہ محمد آیت ۷۱) رہا بتا استمتع بعضنا ببعض (سورہ الانعام آیت ۱۳)
اور فاما استمتعتم به منهن فاولهن اسورہن فہن فی لیتہ (سورہ
النساء آیت ۲۴) اور سنا کر نے یہی آیت مراد لی ہے۔ لیکن اس میں لفظ
متنوعہ نہیں بلکہ ”استمتعتم“ ہے اور اگر اس سے مراد وہ نکاح
متنوعہ ہے جو شیعہ مذہب کی خصوصیت ہے۔ اور بغیر گواہوں کے بھی ہو سکتا
ہے تو اس کا ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ اور کوئی سطحی عالم یہ نہیں کہتا
کہ لفظ متنوعہ کا ترجمہ زنا ہے جس کی بناء پر سائل کا سوال صحیح قرار دیا جائے
ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ شیعہ مذہب میں جو متنوعہ ہے اور جو گواہوں کے بغیر
بھی ہو سکتا ہے تو اس کی صورت زنا ہی کا ہے کیونکہ اس میں بھی جوڑ

عورت ایسی رضامندی سے بغیر گواہوں کی تہمادت کے مخفی طور پر شہریت رانی کر لیتے ہیں۔ لہ

(۲) اور اس متفقہ کا جواب بھی شیعہ مذہب میں بے نظیر ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کمر کے ایک حدیث میں لکھا ہے کہ ”من تمتع مرة كان دراجته كل سنة الحسن عليه السلام ومن تمتع مرتين فكل سنة الحسن عليه السلام ومن تمتع ثلاث مرات كان دراجته على بن ابي طالب عليه السلام ومن تمتع اربع مرات فكل سنة الحسن عليه السلام“

یعنی کہ یکبار متفقہ کند درجہ اربعوں درجہ حسین علیہ السلام باشند و ہر کہ دوبار متفقہ کند درجہ اوچوں درجہ حسن علیہ السلام باشند و ہر کہ سہ بار متفقہ کند درجہ اوچوں درجہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام باشند و ہر کہ چہار بار متفقہ کند درجہ ادا ماند درجہ من“

(تفسیر منہج الصادقین جلد دوم در ۱۹۳۲ مصلحت ملا فتح اللہ کاشانی

مطبوعہ تہمدان)

جو شخص ایک بار متفقہ کرے اس کا درجہ مثل درجہ امام حسین ہوگا اور جو شخص دو بار متفقہ کرے اس کا درجہ مثل امام حسن کے اور جو شخص تین بار متفقہ کرے اس کا درجہ مثل حضرت علی بن ابی طالب کے اور جو شخص چار مرتبہ متفقہ کرے اس کا درجہ مثل میرے درجہ کے ہوگا۔
العیاذ باللہ۔

لہ نکاح دائمی کے لئے بھی میاں بیوی کی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔

فرمائیے کیا شیعہ مذہب میں متعہ جیسا تو اب کسی اور عبادت پر بھی مل سکتا ہے لہٰذا یہ کہ جو حلال نکاح متفق علیہ ہے اس میں بھی یہ تو اب کہیں ملتا اور نماز روزہ زکوٰۃ اور حج پر بھی اتنا تو اب مذکور نہیں ہے۔ کیا عقل و ایمان کی بنیاد پر متعہ جیسے فعل کا اس قدر تو اب کہ اگر العیاذ باللہ چار بار متعہ کرے تو متی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کے اس کو درجہ نصیب ہو جائے قابل تسلیم ہو سکتا ہے اب آپ ہی شیعہ علماء و محدثین سے پوچھنے کی ہمت کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چار سے زیادہ بار متعہ کرے تو اس کو کونسا درجہ نصیب ہوگا؟ ماشاء اللہ لا قوة الا باللہ۔

اگر ”نیکلاس رسول“ کے مصنف کو اس مسئلے کا علم نہ ہو تو یا وہ شیعہ مذہب کو اسلام کا ترجمان سمجھتا تو کیا ”نیکلاس رسول“ میں اس مسئلہ متعہ اور اس کے منقولہ تعوارف کی وضاحت کہہ کے مذہب کی ذمہ داریاں نہیں ادا کر سکتا تھا۔

(۳) اب ایک اور بیروت انگریز مسئلہ پیش خدمت کرتا ہوں۔ فروع کافی جلد ۷ ص ۱۹ مطبوعہ لکھنؤ میں روایت ہے کہ: عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امرأة ابی عمر فقالت انی منینت فطهرنی فامسح بها ان ترجمہ ناخوبی بذلک امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ فقال کیف منینت فقالت مررت بالبادیۃ فامسح بنی عطش شدید فاستمسکت اعرابی فانی ان لیس قبیضی الا ان امكنه من نفسی فلما اجمعت فی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامسکتہ من نفسی فقال امیرالمومنین علیہ السلام تزوجت و سب الکعبۃ۔

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت

حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور کہا میں نے زنا کیا ہے آپ مجھے پاک کر دیں آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا پس حضرت علیؓ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ نے اس کو روک دیا اور فرمایا کہ تو نے کس طرح زنا کیا ہے؟ اس نے کہا میں ایک جنگل میں جا رہی تھی کہ مجھے سخت پیاس لگی ایک اونٹنی (بدو) سے پانی مانگا تو اس نے کہا اس منتر پر پانی دوں گا کہ تو میرے ساتھ ہم بستی کرے۔ جب پیاس نے مجھ کو مجبور کیا اور مجھے موت کا خوف لاحق ہوا تو میں نے اس کو اپنے نفس پر قربان کر دیا (یعنی ہم بستی کی) اس پر امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رب جبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے؟

اب آپ ہی شاہ صاحب فرمائیے کیا یہ زنا تھا؟ کیا اس پاک مذہب کی خاطر آپ سنی مذہب ترک کرنا چاہتے ہیں؟ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ اس کتاب کی روایت ہے جو شیعہ مذہب میں سب سے زیادہ صحیح کتاب حدیث ہے اور جس کے ٹائٹل پر حضرت امام مہدیؑ کا یہ ارشاد لکھا ہوا ہے کہ آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا کہ ہذا کاف لبثی حثنا (یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے)

لفظ متعہ کی بحث

سائل کی التماس اس سوال کو عجیب نے جواب دیا کہ سوال کہہ کر ٹھیکہ ادا کرنے کے باوجود اس کے جواب میں اپنی پوری ہوشیاری کو بروئے کار لانے میں کوئی حقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے پہلے تو انھوں نے لفظ "متعہ" کے لغوی و فنی الفاظ

سے انکار کیا ہے۔ حالانکہ مہد ہوا مادہ سے متعلق تمام ہیغ اُس کے وجود ہی کے ماتحت ہوتے ہیں اور اسی لفظ کے مختلف ہیغ ہو کر قاضی صاحب نے بطور مثال نقل کئے ہیں مثلاً اردو مصدر "جانا" کے ماتحت کیا، جا چکا، جائے گا، جاتا رہا وغیرہ باوجود تغیر شکلی کے معنوی اور مفہوم کے لحاظ سے اس کے تابع ہوں گے اسی طرح قبول کردہ لفظ "استمعتہ" بھی "متعہ" کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور یہی وجہ ہے اس آیت کو آیت متعہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں عمران بن حصین سے منقول ہے: "انزلت آية الاستمعة في كتاب الله فقلنا اها مع رسول الله ولم ينزل في آت بحرامه ولم ينه عنهما حتى مات"۔

حدیث بخاری

قال رجل بوايه ما شاء يعني آية متعہ نازل ہوئی جو قرآن میں موجود ہے۔ ہم نے جناب رسول خدا کی موجودگی میں اس پر عمل کیا پھر تو قرآن میں اس کی حرمت نازل ہوئی اور نہ پیغمبر نے اس سے منع فرمایا ایک شخص (عمر) نے اپنی رائے سے جو چاہا کیا۔ پس اہلسنت کی سب سے صحیح کتاب بخاری میں صحابی رسول عمران بن حصین کا بیان نہ صرف لفظ متعہ کا قرآن میں موجود ہونا ثابت کرتا ہے بلکہ "آیت متعہ" کی موجودگی تسلیم ہوتی ہے۔ اس لئے قاضی صاحب کا انکار محض ہٹ دھرمی ہے۔ عقد متعہ کے جواز کا اولین ثبوت تو قرآن کی آیت ہے اور دوسرا ثبوت صحیح کتب احادیث مصنیہ میں متعہ کے الگ عنوانات ہیں۔ اور اس کی حلیت پر حقیر نے الگ رسالہ "ہم متعہ کیوں کرتے ہیں"؟ شایع کیا ہے اور اس کے علاوہ اسی کتاب ہزار

صحیح بخاری شریف جلد دوم کنز المعبرین ص ۶۹۱ ۶۹۲ ح ۷۲۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت (۱۹۸۲ء)

تمھاری دُش بھاری، "میں مسئلہ متفقہ کے متعلق" سیدنا عمرؓ پر حرمت کا الزام کے ذیل میں اعتراض نمبر ۵۵ تک جوابات میں اس مسئلہ پر تقریباً ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے لہذا اب یہ اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحقیق متفقہ کی دلیل پیش کرے اور قرآن کی آیت کا جواب قرآنی آیت سے دیں۔

سائل نے اپنے سوال میں یہ دریافت ہی نہیں کیا ہے کہ کسی سخی نے لفظ متفقہ کا ترجمہ نہ کیا ہے بلکہ میرا سوال یہ ہے کہ "آپ کا یہ جالہ ہے کہ متفقہ نہا ہے، اس لئے آیت محلہ میں بھی یہی ترجمہ و مفہوم استعمال کرے گی۔ اگر یہ کہا جائے کہ کوئی سخی متفقہ کو نہا نہیں کہتا ہے تو یہ حقیقت سے چشم پوشی ہوگی ہم زیادہ دو نہیں جاتے اس کا ثبوت قاضی جی کے گھر ہی سے ڈھونڈ کر پیش خدمت کر کے ان کو گریبان میں جھانکنے کی دعوت دینے ہیں۔ قاضی صاحب کے والد بزرگوار مولوی محمد کرم الدین دبیر اپنی کتاب "آفتاب ہدایت و دررفض و بدعت کے عنوان" متفقہ کیا چیز ہے" کے تحت تحریر کرتے ہیں۔

"متفقہ الحقیقت نہا ہے جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے اور اوصاف سارے وہی ہیں۔ (کتاب مذکورہ صفحہ ۱۸۶)

باب کا اقرار بیٹے کا انکار

اب قاضی صاحب اگر اپنے باب کہتے ہیں تو اس کا علاج میرے پاس کوئی نہیں اللہ فیصلہ کرنے والا ہے قاضی صاحب کا یہ الزام سراسر غلط اور بہتان ہے کہ متفقہ میں "دو مرد و عورت اپنی رضامندی سے بغیر گواہوں کی شہادت کے تحفی طور پر شہادت دے کر لیتے ہیں"

میاں بیوی راضی کیا کرے گا قاضی | کوئی کا جواب شائستگی میں اس سے ہو رہا ہے

میں یہ عرض کرتا ہوں کہ عقد کا مطلب ہی باہمی رضا مندی ہے چنانچہ مسئلہ ہے کہ "میاں بیوی راضی کیا کرے گا قاضی؟" باہمی رضا مندی نکاح دائمی اور متعہ دونوں کے لئے ضروری ہے اور ہمارے ہاں گواہوں کی شہادت عقد متعہ میں ہرگز ممنوع نہیں ہے تاہم خاص حالات میں اگر گواہ نہیں ہے تو صیغہ متعہ میں ایجاب و قبول اور قصد النشاء کافی ہو سکتا ہے۔

ہمارے ہاں عقد متعہ میں احتیاط لازم ہے۔ اس میں مرد و عورت اور مہر کی تعیین کے علاوہ مدت کا معین ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر مدت معین نہ ہوگی تو وہ عقد نکاح دائمی ہو جائے گا۔ اس کا مہر فوراً ادا کر دینا چاہیئے پاک دامن اور مومنہ عورت سے متعہ کرنا مستحب ہے۔ اور کنواری لڑکی سے مکروہ ہے۔ اسی طرح بازاری عورت سے متعہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

اس ضمن میں یہ واضح رہے کہ متعہ کی تشریح ضرورتوں کی صورتوں کے لئے ہوئی ہے لیکن چونکہ مخالفین نے اس حکم اسلامی کو بلا جواز ممنوع سمجھ لیا لہذا اس خدائی قانون کی بقا کے لئے متعہ کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں بہر حال ہر شخص کے لئے بلا ضرورت جبکہ وہ عقد دائمی کر چکا ہے یا کہ نے کی ضرورت رکھتا ہے عقد متعہ کی ضرورت نہیں ہے ماسوائے حالات و صورتوں کے جبکہ مخالفین کے خلاف اس شعار کو قائم رکھنے کے لئے عمل کی ضرورت ہو۔ ہر مسلمان عورت اور کافرہ سے جو اہل کتاب اور ذمی ہو متعہ صحیح ہے۔ صیغہ متعہ میں بھی ایجاب و قبول و قصد النشاء اور الفاظ کا صحیح طریقہ سے ادا کرنا ضروری ہے۔

۷۲

۱۔ اگر مرد و عورت خود ہیغہ متغہ پڑھ سکتے ہوں تو اول عورت کہے۔
 مقتضای نفس فی المداۃ المعلومۃ علی المصالح المعلومۃ پھر فوراً مرد
 کہے قبلت المصالح المعلومۃ فی المداۃ المعلومۃ علی المصالح المعلومۃ۔
 نکاح دائمی کی صورت میں اگر مرد و عورت دونوں بالغ رشید ہوں
 تو اپنا ہیغہ نکاح خود پڑھ سکتے ہیں)

۲۔ اگر مرد و عورت دونوں کی طرف سے دو شخص وکیل ہوں تو اول عورت
 کا وکیل ہیغہ کہے گا بعد مرد کا وکیل۔

۳۔ اگر مرد و عورت دونوں کی طرف سے ایک ہی شخص وکیل ہو تو کافی
 ہے کہ پہلے وہ عورت کی طرف سے ہیغہ کہے پھر مرد کی طرف سے۔

۴۔ اگر عورت کی طرف سے غیر متغہ کرنے والا مرد ہی وکیل ہو تو پہلے عورت
 کی طرف سے ہیغہ کہے پھر اپنی طرف سے۔

۵۔ اگر عورت کی جانب سے کوئی دوسرا شخص وکیل ہو اور مرد خود پڑھنا
 چاہے تو اول عورت کا وکیل ہیغہ کہے پھر مرد اپنا ہیغہ کہے۔

علیٰ ہذا القیاس وقت و حالات کی ضرورتوں کے مطابق مدت
 و مہر کا تعین کر کے یہ نکاح کیا جاسکتا ہے اور اس میں گواہوں کی موجودگی
 کو ممنوع قرار نہیں دیا گیا ہے۔ البتہ عدم موجودگی عقد متد کو باطل قرار
 نہیں دے سکتی ہے۔ پس قاضی صاحب کا یہ کہہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول
 جھونکنا انتہائی لڑکیک شہادت ہے کہ "بقیر گواہوں کی شہادت کے مخفی طور پر
 شہوت رانی کر لیتے ہیں۔"

مجیب موصوف نے متغہ کرنے پر ثواب
 کے درجات کی روایت کو بڑھائی ہے

ثواب و درجات

کہ کے متحضرانہ اندازہ میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات فریقین کے مسلمات میں ہے کہ ایسی روایات جن میں میں قبل کے کئے اور کثیر بیان ہوتا ہے وہ نہ ہی حجت مانی جاتی ہیں اور نہ مقبول، لیکن قاضی نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس حدیث کو بطور اعتراض پیش کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس کا عبوری جواب یہ ہے کہ خداوند عالم اسی سورہ النساء میں کہ جس میں آیت متعہ ہے ارشاد فرماتا ہے کہ اور یو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو درجہ میں اُن کے ساتھی ہیں جن پر اللہ نے التام کیا یعنی انبیا، صدیقین، شہداء اور یہ نیک لوگ کیسے آجھے ساتھی ہیں اس قرآنی ارشاد کی روشنی میں خدا و رسول کا کیا ماننے والا جنت میں نہیں، صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے اب میں کہتا ہوں کہ متعہ جسے خدا و رسول نے حلال و جائز قرار دیا او ایک اُمتی نے بلا اختیار دین میں ملا خلت کر کے اسے ممنوع قرار دیدیا اگر کوئی شخص اس حکم شریعت کی بقا کے لئے اس پر عمل کرے اور جنت میں اسے حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں اعتراض و مذاق کی کیا بات ہے حدیث میں معاذ اللہ یہ تو نہیں ہے کہ ایسا کرنے والا حسین بن علی یا محمد بن جنان ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں ہو گا اور ظاہر ہے کہ رفاقت اسی وقت ممکن ہے جب درجہ ایک ہو اور یہ بات قرآن سے ثابت کی جا چکی ہے۔ چنانچہ اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے علماء نے یہ قواب بیان کر کے ترغیب دلائی ہے حالانکہ سنی طریب میں کئی ایسی باتیں ہیں کہ عمری کام کے لئے بڑے عالیشان درجوں کی بشارت ملتی ہے مثلاً یہ کہ

حلوہ کھاؤ جنت میں جاؤ، عمل کرو نبی سے بڑھ جاؤ

مشہور حدیث ہے کہ ”جو شخص ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔“ اب یہاں تو ایک جملہ زبان سے ادا کر دینے پر سب طرح کی برائیوں کی اجازت اور تمام نیکیوں کی تکلیف سے نجات حاصل ہو جاتی ہے چلئے یہ تو کلمہ لوحید کے اقرار کرنے کی بات ہے۔ مذہبِ مسلمینہ میں تو صرف حلوہ کھا لینا ہی جنت کے لئے کافی ہے (اللمح الصغیر ص ۵۹) اور قاضی جی کے ملک کے مطابق تو امتی عمل میں نبی سے بڑھ سکتا ہے جیسا کہ مولوی قاسم نانائوی نے لکھا ہے بلکہ امتی نبیوں سے عمل میں بڑھ جاتے ہیں (تخذیر الناس ص ۵۷)

”رنگیلا رسول“ کے مصنف
عقل مند کافر بے وقوف قاضی

ہوگا لیکن اس نے اس میں کوئی خرابی محسوس نہ کی اس لئے کہ نیوک کی رسم اس کے پیش نظر تھی۔ کافر ضرور تھا مگر عقل و مانع میں رکھتا تھا اس کو پتہ تھا اگر یہ مسئلہ چھیڑا گیا تو الٹی بدنامی ہوگی لیکن قاضی جی کے لئے کسی تعجب کی بات ہے کہ باوجودیکہ اُن کے مذہب میں اجرت پر نہ ناکہ نے ہوگی حد شرعی نہیں ہے وہ متغیرہ اعتراض کر کے چاند کی طرف ستھوک چھینکنے کی سبھوندی حرکت کرتے ہیں کیا قاضی جی اپنے فتاویٰ قاضی خاں کو بھول گئے ہیں کہ جس میں ہے یعنی۔

”اگر کوئی شخص اُجرت مقرر کر کے
امام اعظم اور زنا کی اجازت

نہ ناکے لئے کراہیہ یہ خود رت لائے اور اس سے نہ ناکے سے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ ہوگی۔

(فتاویٰ قاضی خاں جلد ۷ ص ۲۱ مطبوعہ لٹریچر لکھنؤ)

ایسی ہی بات فتاویٰ سراجیہ کے ص ۶ پر مرقوم ہے

اب تو تمام فاضلین و زناکار لوگوں کو کہ

بازارِ حسن چمک اٹھے

اور یہی مذہب کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ ان کے پیشہ کو جائز قرار دے کر

ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ شرم! شرم! شرم!

مصنف نے بیکار رسولؐ کو یہ بھی احساس تھا۔ شیعہ مذہب میں منعم

میں کچھ شرعی پابندیاں اور قواعد و ضوابط ہیں مگر مصنفوں نے تو بالکل راحت

اپنے رسولؐ کو ایسے کردار میں پیش کیا ہے جہاں اُمت کا منعم کرنا کوئی اہمیت

ہی نہیں رکھتا غالباً صحیح بخاری میں مرقوم جوینیہ کا قصہ اس نے ضرور پڑھ لیا

ہوگا اگر آپ جان بوجھ کر اسے بھول گئے ہیں تو نرم یاد کر دیتے ہیں۔

«الانسید فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ

بخاری اور بدکاری

علیہ وسلم کے ہمراہ نکلی کر ایک

باغ کے قریب پہنچے جسے «سنوط» کہتے تھے جبکہ ہم اس کی دیواروں کے

قریب پہنچے تو فرمان بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا تم یہاں بیٹھ رہو پھر آپ

اندر تشریف لے گئے وہاں ایک جوینیہ بستان مراٹھے میں لائی گئی جس کا

امیمہ بنتہ نعمان بن ستراحیل نام تھا اس کے ہمراہ ایک دایہ تھی جو اس کی

پرورش کرتی تھی جبکہ رسول اللہؐ اس کے پاس گئے اس سے کہا کہ اپنا

نفس مجھے دیدے۔ اس نے جواب دیا بادشاہ نرادی بھی بازارِ ی لوگوں کو

۷۸
 اپنا نفس بہ کر سکتی ہے۔ ابوالسید کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے سوچا کہ اپنا ہاتھ اس
 پر رکھ کر اسے تسکین دوں۔ وہ بڑی میں کچھ سے خدا کی امان مانگتی ہوں۔
 آپؐ نے جواب دیا تو نے بڑے پناہ دینے والے سے امان مانگتی پھر ہمارے
 پاس جیے آئے اور فرمایا اے ابوالسید اسے وہ کپڑے لاندہ تی پہنا کر اس
 کے کپنے والوں کے پاس پہنچا دے۔ سہیل بن سعد اور ابوالسید کہتے ہیں
 بنی ہاشمی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت (ابن) مراحیل سے نکاح کیا جبکہ
 آل حضرت کے پاس لائی گئی۔ آپؐ نے اس کی طرف ہاتھ دلا دیا۔ اس نے
 اسے مکہ وہ جانا۔ آپؐ نے ابید کہار شاد فرمایا اس کا سامان کرے
 اور دو سفید کپڑے پہنا دے۔

صحیح بخاری جلد سوم حدیث نمبر ۲۴ مترجم مرزا حیرت دہلوی
 اب ہم قاضی جی سے بعد معذرت عرض کرتے ہیں کہ ایسی باتوں میں
 اُن کے لئے بیجا بی کی وہ ضرب المثل بالکل صحیح ٹیٹھتی ہے کہ "الکثر کھا ڈائی"
 نے اپنے سر و تاج یا کی، یعنی مرعنے جو دھواں لڑائی وہ اس کے
 اپنے ہی سر میں آٹھتی۔ اب بھی اگر وہ نادام نہیں ہوتے ہیں پھر
 فیصلہ قائم نہیں کر لیں۔

مصنف رنگیلا رسول میرے عاقلانہ و فطری مذہب کی طرف
 میلانی نکاح کیسے اٹھا سکتا تھا جبکہ اسے سنی مذہب کا پورا خانہ ہی آفتاب
 دکھائی دیتا تھا جب اسے اس قسم کے نظارے دیکھنے نصیب ہو گئے
 ہوں گے تو پھر متہ کی کیا حیثیت رہ گئی ہوگی۔

قاضی صاحب کے امام مسلم نے اپنی صحیح میں کیسی جبارت کی ہے
 ذرا ملاحظہ کیجئے اور پھر قاضی جی کو کہہ بیان پیاک کر کے اس میں

جھانکنے کی دعوت دیکھئے

مسئلہ غسل اور سنگیلاہ باب

ایک صحابی نے حضورؐ سے غسل

کے بارے میں مسئلہ درست کیا آپ نے بی بی عائشہؓ کے ساتھ خلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھایا پوری بات دیکھنے کے لئے اصل کتاب ملاحظہ کریں تو بہتر ہوگا حوالہ میں لکھے دیتا ہوں۔

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۹۹

چچا پور بھتیجا قاضی

اب جب صحتی مذہب کا نئی الہی نازیبا حرکت کا اثر کب جملے کا ذریعہ امتیوں کے متفقہ پیر لسی کو نکالہ اٹھائے کی کیا ضرورت ہوگی میں تو قاضی سے ہی عرض کر دیا کہ آپ کے بزرگ چچا بخاری و مسلم نے ہر لوہن میرے رسولؐ کی اپنے بھیجیں بدل کی ہے بھتیجا قاضی بن کر اس کا فیصلہ بھیجی بی مثال کے مطابق کریں کہ چچا پور بھتیجا قاضی مار چچی کی بھتیجا قاضی۔ کیا خیال شریف ہے!

میرا تو خیال ہے کہ اشارہ ہی کافی رہے گا۔ مگر ٹھٹھینٹ بن کا کیا علاج

ہے؟

مجبور و زورت

غضب خدا کا ایک مجبور و زورت جی کو موت کا خوف لایا ہے کہ بے گناہ سنگسار کرنے کا حکم آپ کا خلیفہ دیکھ غلط فیصلہ کرتا ہے اور میرا امام اس کی اصلاح کرتا ہے تو خلیفہ جی کہ اعتراض نہیں بلکہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر علی نہ ہوتا تو میں مر جاتا مگر آپ کو اس پر بھی شک ہے کہ مظلوم و زورت کیوں زندہ نہ نکلیں۔ پہلے اس بیچارے پر زندہ ثابت نہ کرو پھر اس مسئلہ میں ٹانگ اٹھو۔ کیا فریاد ہی جب اپنے اور یہ جبر و ظلم کی شکایت ہے کہ حاکم کے پاس آئے گا تو اس کو درد دینے کی بجائے سزا دی جائے گی؟

۸۰

میں ہی ظالمانہ مذہب آپ دُنیا کے سامنے پیش کر کے نظم خلافت اور سندھ کے
 قصہ کو غلے لگا دینے والی کہ منظرِ مکی دادِ رسی کی بجائے اسے دارِ ورس
 کے حوالہ کر دیا جائے۔ چونکہ شیخوہ کے کام لیجئے کہ آپ نے باقر شاہ صاحب
 سے اس دلیل پر یہ سوال کیا ہے کہ "کیا وہ زمانہ تھا؟" شاہ صاحب جو صرف
 تو پتہ نہیں کیا جواب دیں گے۔ میں کہتا ہوں۔ اس بخور و بے بس عورت
 کو زائیر کہنا انتہائی سنگدلی کا ثبوت ہے۔

اللہ آپ کو نیک ہدایت دے اور بہت دھرمی کے تالے کو اپنے کرم
 سے لٹا دے شیعہ مذہب کی اس بد وایت میں تو کوئی قباحت نہیں ہے۔
 کیونکہ خود شیعی مذہب کے فادری ائمہ نے اس شیعہ فیصلہ کو قبول کر لیا
 کہ تا یہ تو کوئی ایسا ہی باز نہیں جس سے کہ شیعہ مذہب کی پاکیزگی پر حرف لگے
 تو میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ شیعی مذہب کے نشاطِ کدہ کی ہر نئے جمعیات و
 فحشیں سے ملاحظہ کرتے ہیں۔ انساؤں کی بات یہی ایک طرف ان کو بے خوش اطمینان
 حسی و طبعی دیکھنا ہے۔ ہم نے تو اس مذہب میں ایسے لطیف دیکھے ہیں کہ اس
 مذہب کو مذہب کے ماننے سے انکار کر رہے ہر جہت سے ہیں بابِ داد کی
 پر وہاں نہیں کی سہ۔ ایک لطیفہ قافیہ کی کہنا ہی دیتا ہوں۔ مگر دوست بہر
 گردن را دیتی ہے۔

۱۔ مصلی مولوی ابو الحی خلیف الرشید مولوی امانت
 اللہ خانہ کی پوری موضع مدھولیہ میں ۱۰ جولائی
 ۱۳۰۷ء کو وفات کے لئے تشریف لے گئے بعد نماز مغرب آپ نے وہ خط
 فرمایا بمجلہ اکثر ملاحظہ کے یہ بھی فرمایا کہ جب آنحضرتؐ معراج میں گئے تو عرض
 اظہر کہ فرطِ مشقت سے احتلام ہو گیا۔ مگر نام و رہائی اخبارِ احرار ۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹

۸۱

بجائے انکار و تردید کیا قاضی جی ایسے ہی روایات و حکایات سے متاثر ہیں یوں شاید متاع کے وزراء میں کبھی مذہب کو بہت کمزور کر دینے کا خیال نہ رہے۔
میں سنیہ کتب پر اعتراض کرتے ہوئے یہ نہیں سمجھتا کہ شیعوں کی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے کبھی اپنی کتابوں کو صحیح تک نہیں لکھا ہے جب آپ صحیح کہہ کر غلط بیانی سے بھر دیں گے تو ان کے مذہب کی اساسیں ٹھہرتے ہیں۔
باوجود بار بار وضاحت کرنے کے کہ یہ بات عند التحقیق ہے کہ امام مردی نے "هذا كاف لشرعنا" اصول کافی کے لئے کہا اسی جھوٹے الزام کو دھڑا رہتے ہیں حالانکہ اختلافی و اٹھوئی ضابطوں کے مطابق مسلمات خصم سے استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر جو بتا ہوا آدمی ہمیشہ اس لئے سیدھے ہاتھ چلاتا رہتا ہے مگر انسانی مزاجیں اس کو بچھٹکی کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔

کچھ کہتے کہتے رہ گئے

ہوں۔ اس دنیا کی عارضی شہرت
 تعصب اور رقص سے آخرت پر نہیں
 اپنے نام میں لگے ہوئے لفظ "قاضی" کی عزت و احترام کا لحاظ نہ رکھیں۔ آپ
 جس متعصب کبر بلا وجہ غلبہ و استغناء کے منہمک کے خلاف ناجائز قرار دیتے ہیں اس کو
 حرام بنا دینے والے صاحب کے فرزند نے اپنے ہی باپ کے خلاف یہ احتجاج
 بلند کیا ہے۔ ملائے لکچے، مستند علامہ اہل تشیع، صاحب اصغر مافی الہدیٰ

کتابہ "محاضرات" میں مختصر کر کے ہیں کہ :-

باپ کے لئے حرام بیٹے کیلئے حلال

ایک شخص نے حضرت

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ ہوا نہ منع کے سلسلہ میں کیا کہتے ہیں ابن عمر نے کہا جانتے ہیں۔ سائل نے پوچھا مگر آپ کے والد نے نہیں کہا۔ ہنرمیں ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا کیا میرے والد کا نے ہر ہر منبر پر اعلان نہیں کیا کہ رسول خدا کے زمانے میں دو متفقہ جائزہ تھے میں (عمر) انہیں حرام قرار دیتا ہوں۔ اور خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دوں گا سائل نے کہا ہاں یہ تو درست ہے۔ عبداللہ ابن عمر کہا ہم ان (عمر) کی کواہی کو قبول کرتے ہیں کہ بعد رسالت میں دو بول متفقہ جائزہ تھے مگر ان (عمر) کے حکم کو نہیں مانے کیونکہ جس چیز کو خدا و رسول حلال قرار دیں میرے باپ کو کیا حق حاصل ہے کہ اسے حرام قرار دیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کے اس صحیح جواب کو تسلیم کرتے ہوئے ہم قاضی مظہر بن صاحب کو ہمدردانہ غور

الزام ان پر قصور اپنا

کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور ملتیں ہیں کہ اپنے خلیفہ راشد، فادوق العظم کے اس نامور فرزند میر جن کی روایات پر آپ کے تصوفی مذہب کی عمارت استوار ہے کی آیات کو تسلیم کر کے حق ملک خوداری ادا کر دیجئے۔ اور مان جائیے کہ کسی بھی اُمتی کو یہ ہرگز اختیار حاصل نہیں ہے کہ خدا و رسول کے مباح و حلال کردہ امر کو اپنے شاہی فرمان سے حرام قرار دے۔

جناب ابن عمر کی یہ وضاحت مسئلہ متفقہ کے لئے اہل سنت کے نزدیک قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد قاضی جی تسلیم کر لیں گے کہ۔

"میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔"

یہی وہ مذہب برگزینہ حق نہیں ہو سکتا ہے۔ جن میں خدا و رسول کے حقوق پر ڈاکہ لگائی جائے اور اللہ و رسول کے حلال کو غیر حلال کے کہنے پر حرام تصور کر لیا جائے۔

سوال نمبر ۱۔ قرآن کی اس آیت کا نشان بتائیے جس میں حکم ہو کہ "ما تم شئیرکمنا حرام ہے۔"

مخالفین عوامی کا دعویٰ ہے کہ ماتم سید الشہداء و ابائہم مطلقاً و حرام ہے لہذا قرآن سے وہ آیت دریافت کی گئی ہے جس میں یہ حکم ہو کہ ماتم امام حسین علیہ السلام حرام ہے۔

مطلوب

قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب

میں مدعی شیعہ ہیں اور وہ ماتم شیعہ کو فسادت قرار دیتے ہیں ثبوت تو مدعی کے ذمہ ہوتا ہے آپ شیعہ علماء سے قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت پیش کرنے کا مطالبہ کریں جس سے ماتم شیعہ کا فسادت ہونا ثابت ہو۔

ہم تو ماتم ہر وجہ کے افعال کو خلاف صبر قرار دیتے ہیں اور قرآن مجید میں صبر کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ ماتم ہر وجہ کا ارتکاب کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَحْزَنُوا بِالْهَبَاءِ وَالضَّلَاطَةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ (اے ایمان والوں تم مدد حاصل کرو صبر اور خاتمہ کے ذریعہ سے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

(۶) اور قرآن مجید کی آیات صبر اور رسول کریم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ان مبارک کے تحت ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے

۸۴
 اپنی ہمشیرہ حضرت زینب کو یہ وصیئت فرمائی تھی کہ۔ اے خواہر گرامی تم کو
 میں قسم دیتا ہوں کہ میں جب تنہید نہ کر جاؤں بقا رہت کہ روں گم بیان چاک
 نہ کرنا اور نہ نہ تو جتنا دواویلا نہ کرنا پس اہل حرم کو فی الجملہ تسلی و درلاسا
 دے کر تپہ سفر آخرت درست کیا الخ (جلال العیون مترجم مولفہ ربیع الثانی
 علامہ باقر نجاشی جلد دوم ص ۵۵) مطبوعہ شیعہ جہل بلک ایجنسی الطہافہ
 لاہور) اور خود رسول کریم رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت
 کے وقت حضرت فاطمہ الزہراؑ کو یہ وصیئت فرمائی تھی کہ "اے فاطمہ زہرا
 میں ہر جاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفاہقت سے نہ تو جتنا اور اپنے گیسو
 پریشان نہ کرنا اور دواویلا نہ کہنا اور مجھ پر تو نہ نہ کرنا اور نہ نہ کرنے والوں کو نہ
 بلانا۔۔۔ (جلال العیون مترجم اردو جلد اول ص ۱۲ مطبوعہ لکھنؤ)

سید باقر حسین شاہ صاحب باب آپ ہی شیعہ مذہب کے علماء اور
 مجتہدین سے یہ پوچھیں کہ وہ امام حسینؑ کی یاد کا نہ منانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امام حسینؑ کے صریح ارشادات کی کیوں مخالفت کرتے
 ہیں کیا شیعہ مذہب کی عبادت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
 حضرت حسینؑ کی مخالفت پر مبنی ہے؟

اکٹا پور کو تو ال کو ڈانٹے قاضی بیٹھا بغلیں جھانکے

میراجواب
 اکٹا پور کو تو ال کو ڈانٹے قاضی بیٹھا بغلیں جھانکے۔
 عجیب مہوہوں فرماتے ہیں کہ یہ سوال بھی جہالت پر مبنی
 ہے کیونکہ اس مسئلہ میں مدعی شیعہ ہیں۔ اب میں قاضی کے متحیر علمی کا ماتم

کروں یا اپنی جہالت یا بھی نیک مانس شیعہ کہاں اس دعویٰ کے مدعی
ہیں کہ ماتم شیعہ حرام ہے۔ ایسا دعویٰ تو آپ مخالفین غرض اداری کا ہے۔
ہم تو کہتے ہیں کہ دنیا بھر کے قوانین کی کتب اس بات پر محض متفق ہیں کہ یہاں
کسی چیز پر ممانعت وارد نہیں ہے تو وہ قانونی لحاظ سے جائز قرار دیا جائے
یہ انوکھی منطق آپ کی وضع کر رہے ہے کہ جس چیز کی اجازت واضح نہ ہو وہ
ناجائز ہے۔ حالانکہ متفق علیہ حدیث درمستول ہے کہ "سب چیزیں جائز ہیں
جب تک ان میں سے کسی پر ممانعت وارد نہ ہو۔" جب آپ اس متفقہ اصول
کے خلاف ماتم کہ حرام قرار دیتے ہیں تو یہ ذمہ داری آپ کی ہے آپ خود
کی دلیل پیش کریں۔ لہذا مدعی آپ ہیں نہ کہ ہم۔ سہما دعویٰ تو بہر حال حدیث
رسول کے مطابق ثابت ہے۔ کہ چونکہ ماتم شیعہ کی مخالفت ظاہر نہیں ہے
لہذا جائز ہے۔ جتنی چیز اس مسئلہ پر میں نے اپنی کتاب چودہاویں میں اسیر حاصل
بحث کر دی ہے اور یہ کتاب آپ کے اعتراف کے مطابق آپ کے پاس موجود
ہے مطالعہ فرمائیجئے۔ اسی طرح ہزار مضامین دینی ہمارے ہیں۔ بحث
صبر و رفق کے عنوان کے تحت اعتراضات ۹۷ سے اعتراضات ۱۰۰ تک
کے جوابات میں ماتم کا عبودیت، ہونا اور صبر کے منافی نہ ہونا مکمل طور پر ثابت
کیا گیا ہے اگر آپ اس کتاب کا مطالعہ قبل از طباعت کتاب زیر بحث فرمائیجئے
تو شاید آپ کو اختیار کر دہ راہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا
پڑتا۔ بہر حال ان دونوں کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دے کر ہم مزید معروضات
پیش فرماتے ہیں۔ سہ

نہ مٹا، مٹ نہ سکا نام تیرا اے مولیٰ
مٹ گئے آپ ہی کچھ کو مٹانے والے

عزاداری سچا کیوں آتا ہے؟ | مخالفین اس بات سے

مذہب کی دل دگنی بات جو کبھی نہ تھی کالہ عزاداری سید الشہداء و علیہ السلام سے گہری طرح وابستہ ہے اللہ کے احسان سے ہر سال ہزاروں غیر شیعہ افراد مذہب حق اختیار کرتے ہیں اور شیعوں کا کوئی طفل نادان بھی اپنے مذہب کو چھوڑنے کا نام نہیں لیتا ہے اس حقیقت کا اعتراف غیر مسلم دانشمندان نے بھی کیا ہے جیسا کہ ایک فرانسیسی مفکر ڈاکٹر جوزف فٹ اپنے رسالہ الاسلام والمسلمون میں یہی بات لکھی ہے اور حقیقت تو اس سے بھی بلند ہے کہ اسلام کی بقا اور شہادت اسلام کی نشوونما صرف امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور انکی عزاداری کی مرہون منت ہے جیسا کہ خواجہ معین الدین چشتی نے فرمایا ہے۔ میں برا کہتا ہوں کہ اگر شیعیاں اہل بیت مر اسع عزاداری کو چھوڑ دیتے تو مسلمان حسین کا نام کبھی بھول جائے عزائی اور اہل بیت دہلوی یا محمود عباسی عزیر صدیقی جیسے ناصبی لوگ اس سانحہ عظیم کو محض ایک فرضی قصہ مشہور کر کے مقصد شہادت کو خاک میں ملا دیتے۔ عزاداری ان کو ناگوار کیوں گزرتی ہے؟ چونکہ روئے پیدائش شیعہ ہیں اور تکلیف ان کو پہنچتی ہے وجہ صرف اتنی ہے جو ان کے بڑے بزرگوں نے علانیہ بیان کر دی ہے اس سے ان لوگوں کے بزرگوں کے ظلم و ستم کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ عزائی نے یہ صحیح کہا ہے کہ حافظ پر ذکر حرمیں حرام ہے کیونکہ اس سے بعض صحابہ جہنم لیتا ہے۔ اب صاحب الیسا ہوتا ہے تو ہوتا ہے سو گواروں کو اس طمع ساری اور بے جا عزاداری سے کیا واسطہ؟

قاضی جی کو عزاداری سے کٹھنیں پہنچتی ہے لہذا وہ حرمت مائتم کی تو کوئی

آیت پیش نہیں کر سکتے البتہ مکا پرانہ ماتم کو خلافِ صبر قرار دے کر صابرین کی بشارتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ ماتم ہرگز خلافِ صبر نہیں ہے بلکہ یہ فطری جزئیات کا اظہارِ غم ہے۔ صبر کے معنی ہیں استقامت نامتناہی بات یا بے جا اعتراض سے نفس کو روکنا چنانچہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ و حضرت نضرؑ کے قصہ میں جو جنابِ حضرت نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے تو کیا اس سے مراد ان حضرت کی یہ تھی کہ موسیٰؑ ماتم بند کر سکیں گے؟ نہیں بلکہ مطلب یہ تھا کہ آپ معترضین ہوں گے چنانچہ اسی طرح ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسی پٹھوئی کاشت ہے کہ اگر کسی مطلوب کی محنت میں ظالم کے خلاف اُن منظم کی سنگینی سے دل برداشتہ ہونے لگے کہ ماتم کر لیا جائے تو اسے گناہ سمجھا جائے حالانکہ نہ ہی اس سے کسی کا نقصان ہوتا ہے اور نہ ہی کسی تشربی حکم کی خلاف ورزی۔

ناکام محبت کا صلہ محنت و شہادت

جاؤں! اگر کسی پر راضی ہو جائے تو اسے عشق میں نا مرادی پر ہمارے شہادت پر فائز کر دے اور اگر ناراض ہو تو آلِ محمدؐ کی محبت میں ان کے مصائب سے منور ہو کہ دوا بقہ سینہ پر مارے تو ہاتھ کاٹے کہ آجائے ذرا اس حق مذہب کی دلفریبی و دریا دلی ملاحظہ کریں۔ لکھا ہے کہ
”من عشق کتم وعف رعایا فہو شہیداً“ (تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۱۵۶)

یعنی جو شخص کسی کو لڑے یا لڑے (عشق کرے) اور اس محبت کو چھوڑے

اور اس میں ناکام رہے تو (نامراد عاشق) جو ب مرے گا تو یہ تہیہ ہوگا۔

کتاب الرباب النفاق ہی ایسا ہی مفصلہ کہیں کہ مجاہدہ عشق میں ناکامی کی صورت میں موت تو تہیہ تہیہ میں منتہا رہتا ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ میں گمراہی کے دھندلے آئینہ یا سینے پر مارے گئے دو ہاتھ اڑتے ہوئے گناہ ہوگا۔

ہم نے اس مسئلہ کا عقلی و نقلی حل ایسی کتاب جو وہ مسئلے میں پیش کیا ہے اور مزید قاضی صاحب کی پیش کردہ دونوں روایات کا جواب دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں اول بات قابل توجہ یہ ہے کہ امام یا رسول کی اس حماقت کا مطلب کیا ہے آیا ان امور کے

روایات ملی کا جواب

ناجائز اور داخل مہمیت ہونے کی وجہ سے ایسا فرمایا یا تحفہ تسکین و تسلی کی خاطر دلائے دینے کی غرض سے۔ چنانچہ وفات پیغمبر کے وقت حضور کا بی بی سیدہ طاہرہ سے متعلقہ جو روایت قاضی صاحب نے پیش کی ہے اس سے قبل بلال العیون میں یہ مرقوم ہے کہ جناب سیدہ یارگاہ بتوٹی میں حاضر ہوئیں۔ تو آنحضرت کے ضعف و لقاہت کو دیکھ کر آپ کی حالت غیر ہو گئی اور روتے روتے آنسو بہتا رہتا رہتا ہے۔ لکھتے۔ طاہرہ کے وفات پیغمبر کے بعد اس حالت سو گوارہی میں اضافہ ہوتا اور بی بی معصومہ کی حالت ہوتی تو چھوٹے بچوں کا کیا حال ہوتا؟ اس بات کا مشاہدہ گواہ ہے کہ ایسے اندوہناک مواقع پر بزرگ لوگ اس طرح

تسلی آمیز کلمات کہتے ہیں جو اس سے مقصد شخص تسلیں دلتی ہوتا ہے اور اسے مائدگان کے صدمہ کا بوجھ ہلکا کرنا منظور ہو جاتا ہے لیکن اسی رسم کے مطابق رحمت اللعین جیسے پدر عالی مقام نے اپنی دختر نیک اختر کی تسلی و تسکین کے لئے وہ جملے ارشاد فرمائے جو قاضی جی نے نقل کئے ہیں۔ بالکل اسی طرح اس وصیت کا پس منظر ہے جو علی بن امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب شب عاشورا میرے والد ماجد نے اپنے پیغمبر میں ایلہ استغاثہ پڑھے اس وقت میری چھو بھی اماں ضبط فرما لیں سیدھی اپنے بھائی کے خیمہ میں پہنچیں اور بے تاب ہو کر کہیں بھائی جان! ایسا کلام تو وہ شخص کہتا ہے جسے ایسی موت کا یقین ہو کہ امام سے جواب دیا کہ اہل بہن یہ سچ ہے یہ حکم زمین سے کہا ہاں افسوس کیا آپ مجھ سے چھین گئے و جائیں گے یہ بات تو اور بھی میرے دل کو زیادہ بخروار کرنے والی ہے اور مجھ پر سخت بھاری ہے یہ کہا اور پھر تاب ضبط نہ رہی ہاتھوں سے منہ کو پیٹ لیا۔ گریبان چاک کر دیا بعد ازاں عین کھانہ گھر گئیں اماں نے اٹھ کر ان کو آفاقہ میں لانے کی سعی فرمائی جب قدرے طبیعت بحال ہوئی تو وہ وصیت ارشاد فرمائی جو عجیب نے اکثر اخلاقی تحریر کی ہے۔ امام علیہ السلام نے دیکھا کہ جس شخصیت نے میرے بعد لٹے ہوئے قافلہ کی سالاریت کر رہا ہے سے بھر پور مناد ل کو امیر ہی میں طے کرنا ہے۔ اگر اس کی یہ حالت زار میری زندگی میں ہے تو پھر میری شہادت کے بعد کیا ہوگا۔ اور اگر یہ محدثہ اسی کیفیت سے دوبارہ ہوئی تو لاوارث مستورات اور یتیم بچکان کی کچھ بھال کون کرے گا۔ پس آئندہ واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے امام نے بی بی خدیجہ کی تسلی و تسکین کے لئے ایسے الفاظ ارشاد فرمائے۔ اگر شریعت محمدیہ اور دین اسلام میں کوئی ایسی جماعت افعال و عبادت کی منظوم کے لئے ہوئے تو اس کا ذکر کیا جاتا کہ

یہ کرنا گناہ ہے یا ناجائز ہے۔

قرآن مجید کی روش سے اقرارالسنۃ مظلوم کے لئے جائز نہیں اس لئے حقیقہ کہتا ہے اگر بالفرض محال جزع و فزع جائز نہیں بھی ہے تو بھی مظلوم کے لئے جائز ہے اب قاضی حجت کو چاہیے کہ اس قرآنی ارشاد کی تکفیر کریں یا پھر اپنی تائید میں کوئی آیت قرآن مجید میں تلاش کر کے دکھائیں۔

قاضی صاحب نے سید باقر حسین شاہ صاحب سے کہا ہے کہ وہ شیعہ مذہب کے علماء و محققین سے یہ پوچھیں کہ وہ امام حسینؑ کی یادگار منانے کے لئے بھونچے اور امام حسینؑ کے ارشادات کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ کیا یہی شیعہ مذہب کی عبادت ہے۔

چنانچہ میں قاضی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ مذہب شیعہ کی روش سے یہ بات ہرگز صحیحے نہایت نہیں کی جاسکتی کہ "یادگار حسینؑ" منانا ممنوع ہے لہذا شیعہ مذہب کے علاوہ دیگر علماء کے فتاویٰ کا انبار شیعہوں کے لئے بے کار ہے۔ ہمارے ہاں امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ حکم عام کافی ہے جس میں انھوں نے اجازت دی ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ

سیدانہول کی عزاداری

"فاطمہ زہرا کی بیٹیوں نے امام حسینؑ کی مصیبت پر اپنے منہ بھی پیٹے اور گریبان بھی چاک کئے پس حسینؑ جیسی پاک ذات پر منہ پیٹے اور گریبان بھی چاک کئے جائیں۔" (رجوہ الکلام جلد ۳ ص ۳۳) پس امام

معصوم کے اس حکم میں کسی زمانہ کی قید نہیں اور نہ ہی کوئی تخصیص ہے۔ پس چونکہ ہم ان کو معصوم و منصوص امام اعتقاد کرتے ہیں لہذا ہمارا امام مکرنا عین تعمیل حکم امام ہے اور اسی لئے ہم عبادت بھیجتے ہیں۔

وافتح ہو کہ روئے پیٹنے سے بروکھنے کی تمام تر کوششیں ہمیشہ بے کار رہیں گی۔

عزاداری اور فطرت

ثابت ہوئی کہ ہمیں کیونکہ ایک فطری اظہار پروردہ پوشی کی عبت سچی ہوتی ہے اسلام دین فطرت ہے۔ اور وہ کسی بھی شعبہ میں فطرت و شعور سے انحراف نہیں کرتا ہے رنج و غم کے مواقع پر عزاداری کرنا حضرت آدم سے لے کر آخر تک مشاہدہ سے ثابت ہے اور شدید مخالفین عزاداری کو ہمیشہ دیکھا گیا ہے جب وہ خود کسی المذک حالت میں گرفتار ہوتے ہیں اپنے کو بے قابو ہو بے بس پاتے ہوئے روتے بھی ہیں اور پیٹنے بھی ہیں مگر شیعوں کے روئے پیٹنے سے خلا واسطے کا بیر رکھتے ہیں یا بغض آل رسول کا اظہار کرتے ہیں۔

ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ روایات میں مخالفت کا جہاں ذکر آیا ہے وہ مخصوص حالات کے پیش نظر محض تسلی و تسکین کی خاطر ہے بالکل اسی طرح جیسے کسی مریض کو روٹی کھانے کا یہ سہیز بنا دیا جائے جس طرح اس مریض کو روٹی کھانے سے روک دینا روٹی کھانے کو حرام قرار نہیں دے سکتا پس جب یہی دینیہ اصولوں کا توفکر سے عزاداری فطرۃ مسننہ سے قولاً و فعلاً، عقلاً و عملاً جائز قرار پاتی ہے تو صرف عارضی و وقتی مخالفت کی تخصیص احکام عامہ پر اثر انداز نہیں ہو سکے گی اس مسئلہ پر مکمل بحث دیکھنے کے لئے میری کتاب ”ہم ماتم کیوں کرتے ہیں“ کا مطالعہ فرمانے کی سفارش

کی جاتی ہے جس میں ہم نے جلیل القدر انبیاء و مرسلین، آئمہ اہل بیتؑ و صحابہ
آل رسولؐ اور بزرگانِ دین کا ماتم کرنا ثابت کیا ہے۔ اسی طرح سماوی
مخلوق ملائکہ وغیرہ کی عزاداری کے ثبوت میں کتب اہل سنت پیش کر کے
مخالفین کے دانت کھٹے کر دیئے گئے ہیں۔

بغت
ایسے ائمہ ماتم و عواداری مخا
رسولؐ ہے تو مطابق کتب اہل
سنت اولیٰین مخالف اکابر

ظلم پر صبر واجب نہیں ہے

صحاب رسولؐ ازواج النبی، کثر بنی صبر نظر آئیں گے جو مسیوق کے لئے سخت پیچیدہ
موسم پیدا کر دے گا۔ یہی وجہ ہے اہل سنت کے کثرت نے علماء نے اعتراف کیا ہے کہ ظلم پر
صبر واجب نہیں ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت فخر الدین ملائی اپنی تفسیر کبیر جلد ۱۰
ص ۱۱۱ سورۃ یوسف کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ "ان البصر علی قضا اللہ
واجب فاما الصبر علی ظلم الظالمین و مکر الما کرین فحبر واجب بل واجب امر اللہ
یعنی قضا الہی پر صبر واجب ہے۔ مگر ظالموں کے ظلم پر صبر واجب نہیں ہے۔
اسی طرح اہل سنت کی معتبر کتاب نزہۃ المجالس ظہرین ص ۲۱۲
ہے کہ "مصیبت کا اظہار کرنا صحیح اللہ سے شکوہ نہ ہو صبر کے خلاف نہیں
ہے۔ اللہ نے حضرت ایوبؑ کی

درج فرمائی ہے جبکہ آنحضرتؐ نے

"مصیبتی القضا" کہہ کر اپنی مصیبت کا اظہار کیا تھا۔
لہذا ثابت ہے کہ خود مذہب اہل سنت میں بھی ظلم کے ظلم پر صبر کرنا
مضوری نہیں اور اپنی مصیبت کا اظہار کرنا بھی منافی صبر نہیں ہے۔
"مذہبی لاکھ بہ بھاری ہے گواہی تیری"

سبیل سکینہ

چند راز با لطف آباد، پوسٹ نمبر ۸-۷۱

سوال نمبر ۹۔ تفسیر القرآن جلد اول (۱) صفحہ ۶ پر علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے امر کیا کہ ان کے جمع کردہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر ان کی صحیح عرب خود ہی کر لیں گے۔ جواب دیجئے اس قول کی موجودگی میں قرآن کو غلطیوں سے پاک ماننے کا حقیقت یہ آپ کے مذہب کے مطابق کس طرح درست ہوا۔ ۹

سائل نے علامہ سیوطی کے کتبہ پر کردہ اس بیان کے **مطلوب** متعلق جو حضرت عثمان نے کہا کہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر اہل عرب ان کی خود ہی اصلاح کر لیں گے۔ دریافت کیا ہے اس کی موجودگی میں رضی عنہ قرآن کو اپنے مذہبی اعتبار سے کس طرح غلطیوں سے پاک اعتقاد کر سکتے ہیں۔

۱۰۔ سائل پر لازم تھا کہ وہ اتفاق کی اصل عبارت نقل کرتے یا اس کا ترجمہ کسی سنی عالم کے حوالہ سے نقل کرتے تاکہ اس کے بعد اس عبارت پر تبصرہ کیا جاتا۔

۱۱۔ اتفاق میں تو یہ لکھا ہے کہ "الاجماع والتفصیص المتواترة علی ان ترتیب الایات فی سورہا ہا بنو قتیفہ علی اللہ علیہ وسلم وامرہ من غیر خلاف فی ہذا بین المسلمین" (اتفاق جلد ۱ ص ۶۲ مطبوعہ مصر)

اجماع اور تفصیص متواترہ سے یہ بات ثابت ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں میں آیات کی جو ترتیب ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے توثیق ہے اور اس میں سناؤں میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔
(۳) قرآن مجید جو صدیوں سے عالم اسلام میں موجود ہے یہ اس قرآن مجید

کی نقل ہے جو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتب کر کے مملکت اسلامیہ میں پھیلا دیا تھا اگر شیعہ مذہب کے علماء کے نزدیک یہ صحیح ہے تو فیہا ورین وہ صحیح قرآن مجید سامنے کریں۔

۴) حضرت عثمان کے مرتبہ و مروجہ قرآن پر اعتراض کرنے والے اپنے گھر کی بھی خبر لیں کیونکہ شیعہ مذہب کی احادیث سے توثیق ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو فضیلہؓ کو بھی اصل قرآن کو بھی امام غائب کی طرح بالکل ہی غائب کر دیا تھا چنانچہ اصول کافی ص ۲۶ پر یہ حدیث درج ہے کہ **سُئِنَ سَالِمُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ قَرَأْتُ الرَّجُلَ عَلِيًّا عَبْدَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَسْتَمِعُ حَسَنًا وَقَامَتِ الْقُرْآنُ لَيْسَ عَلِيٌّ مَا يَقْرَأُ هَذَا النَّاسُ فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَفَ عَنْ هَذِهِ الْقُرْآنُ أَقْبَرُ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتَّى يَوْمَ الْقِيَامِ فَإِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَأَ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلِيٌّ حَدَّثَهُ وَأَخْرَجَ الْمَصْحُفَ الَّذِي كَتَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّاسِ حِينَ خَرُغَ مِنْهُ وَكُتِبَ فَقَالَ لَهُمْ هَذَا كِتَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا نَزَلَهُ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جُمِعَتْهُ مِنَ الْوَحْيَيْنِ فَقَالُوا هُوَذَا اعْتَرَفْنَا بِمَصْحُفٍ جَاءَ مَعَ فِيهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ مَا تَرَوْنَ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا أَبَدًا إِنَّمَا كَانَ عَلِيٌّ أَنْ أَخْبَرَكُمْ حِينَ جُمِعَتْهُ لَتَقْرَأَ وَه**

اس روایت کا ترجمہ شیعہ ادیب اعظم سید ظفر الحسن امرتسری نے حسب ذیل لکھا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبد اللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھا۔ میں کان لگا کر سن رہا تھا اس کی قرأت

کے خلاف تھی حضرت نے فرمایا اس طرح نہ پڑھو۔ بلکہ جیسے سب لوگ پڑھتے ہیں تم بھی پڑھو۔ جب تک ظہور قائم آل محمد نہ ہو جب ظہور ہوگا تو وہ قرآن کو صحیح صورت میں تلاوت کریں گے اور اس قرآن کو نکالیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لئے لکھا تھا۔ اور فرمایا جب حضرت علی علیہ السلام جمع قرآن اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تھے تو آپ نے اس کو حکومت کے سامنے پیش کر کے فرمایا یہ سب کتاب اللہ جس کو میں نے اس ترتیب جمع کیا ہے جس طرح حضرت رسول خدا پر نازل ہوئی تھی میں نے اس کو دونوں (دو) دل اور لوح (مکتوب) سے جمع کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہمارے پاس جامع قرآن موجود ہے ہمیں آپ کے قرآن کی ضرورت نہیں حضرت نے فرمایا بخدا اس کے بعد اب تم کبھی اس کو نہ دیکھو گے میرا فرض ہے کہ تم کو اس سے آگاہ نہ کروں تاکہ تم اس کو پڑھو (مشافحی انھوں نے ترجمہ کافی جلد دوم کتاب فضائل القرآن ص ۶۳)

ترجمہ میں شیعہ ادیب اعظم نے جو یہ لکھا ہے کہ "اس قرآن کو نکالیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لئے لکھا تھا" یہ الفاظ کہ اپنے لئے لکھا تھا روایت میں نہیں ہیں۔ یہ مطلب ادیب صاحب نے اپنی طرف سے بڑھالیا ہے۔ تاکہ اہل سنت کو یہ جواب دیا جائے کہ حضرت علی نے جس قرآن کو غائب کیا تھا وہ انھوں نے اپنے لئے لکھا تھا اس لئے قابل اعتراض نہیں کہ لیکن یہ تو بیہودہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر اپنے لئے لکھا تھا تو پھر لوگوں کے سامنے کیوں؟ اور خود روایت کے ان الفاظ سے کہ "لنقرع و لا" (تاکہ تم اس کو پڑھو) یہی ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کے پڑھنے کے لئے لکھا اور پیش کیا تھا۔ علاوہ انیس ادیب اعظم نے ترجمہ میں لکھا ہے کہ "اس کو حکومت کے سامنے پیش کر کے فرمایا" حالانکہ روایت میں حکومت کا لفظ نہیں بلکہ "الناس" کا لفظ ہے جس سے عام لوگ مراد

میں شاید مترجم صاحب نے اس لئے حکومت کا لفظ لکھ دیا ہے تاکہ لوگ اس وقت کی حکومت و خلافت سے بدظن ہو جائیں کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے لکھے ہوئے قرآن کو قبول نہیں کیا تھا بہر حال اصول کافی کی اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اصلی اور صحیح قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالکل ہی غائب کر دیا تھا۔

۱) علامہ باقر مجلسی نے روایت لکھی ہے کہ: بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیرؑ نے قرآن کو جمع فرمایا ہے اور جز و دان میں رکھ کر پھر کر دیا اور مسجد میں تشریف لاکر جمع ہوا جس وقت انصار میں تفرقات تھیں کہ اسے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبرؐ خدا نماں سے فارغ ہوا بحکم آنحضرتؐ قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جمیع آیات و سورت ہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے اور کوئی آیت آسمان سے نازل ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہوا اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق قوم و نص خلافت جناب امیرؑ صریح تھے اس وجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا پس جناب امیرؑ حشمتاً اپنے حجرہ طاری جانی تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اب قرآن کو تم لوگ تا طہور قائم آں محمدؐ نہ دیکھو گے۔ جلالہ العیون مترجم اردو جلد اول صفحہ ۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الرضیاء جلالہ العیون جلد اول مطبع النصار فی بیس لاہور صفحہ ۲ یہ بھی ملحوظ رہے کہ کہنؤ کے ترجمہ میں توبہ الفاظ ہیں اس وجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ اور لاہور کے مطبوعہ ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ ”اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔“ بہر حال مندرجہ دونوں روایتوں سے بالکل واضح ہے کہ جو قرآن حضرت علیؑ نے جمع کر کے لوگوں کے سامنے پیش فرمایا تھا اس کو انھوں نے قبول نہ کیا اور دوسری روایت

سے حضرت علیؓ کے جمع کردہ قرآن کی وجہ بھی یہ بیان کر دیا ہے کہ اس قرآن کو قبول نہ کیا اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو قرآن ان لوگوں کے پاس پہلے سے موجود تھا۔ اس میں نہ ان منافقین کے خلاف تصریح پائی جاتی تھی اور نہ ہی اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ان کی خلافت کے لئے تصریح موجود تھی اور چونکہ آج بھی امت مسلمہ کے پاس وہی قرآن ہے جو حضرت عمرؓ اور اصحاب خلافت کے پاس اس وقت موجود تھا اس لئے اس قرآن میں حضرت علیؓ کی خلافت پر کوئی نص نہیں پائی جاتی تو پھر شیعہ علماء اور مجتہدین موجودہ قرآن سے حضرت علیؓ کی خلافت و امامت کی نص کیونکر ثابت کر سکتے ہیں؟ اور یہی وجہ ہے کہ مولانا عبد الباقی صاحب نے اپنے رسالہ ”میں شیعہ کیوں ہوا“ میں لکھ دیا ہے کہ بارہ اماموں کی امامت قرآن سے ثابت ہے لیکن وہ اس قرآن میں سے بطور نص کوئی آیت پیش نہیں کر سکے صرف وہ آیات پیش کی گئی ہیں جن میں اگلی اُمّتوں اور ان کے پیشواؤں کا ذکر ہے اگر اس قرآن میں حضرت علیؓ سمیت بارہ ائمہ کی امامت و خلافت کا کہیں ذکر کسی آیت میں پایا جاتا ہے تو پاکستان کا کوئی شیعہ عالم اور مجتہد ہمارے سامنے پیش کر دے ”ہا تو برہا نکد ان کنتہ صدقین“ (اس حسب حدیث اُمّ مہول کافی جب حضرت علی المرتضیٰ نے اصلی اور صحیح قرآن کو غائب کر دیا تو وہ نہ مفہوم ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور نہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

ان الذین تکتّمون ما انزلت من البیّنات والحدیث من بعد ما بینه للناس فی الکتاب اولیک یدعونہم اللہ ویلعنہم اللعنون الا الذین تابوا واصلحوا ونبینوا فاولئک التوب علیہم ج و

اِنَّا لَوَاقِبُ الرَّحِيْمِ (پ سورۃ البقرہ ص ۱۶۰)
ترجمہ :- بے شک جو لوگ اِن واضح بیانات اور ہدایت کو چھپاتے
ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے اس کے بعد ہم نے اِن واضح ہدایات کو اپنی کتاب میں
لوگوں (کی ہدایت کے لئے) کھلم کھلا بیان کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت
ہوتی ہے۔ اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی اِن پر لعنت کرتے ہیں مگر جو لوگ
توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اِن ہدایات کو ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں کی توبہ
میں قبول کر لیتا ہوں اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت زیادہ
رحم کرنے والا ہوں ؟

اس آیت میں اِن لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنا واضح حکم بیان فرما
دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کتاب میں نازل شدہ ہدایات کو چھپاتے ہیں اور اِن لوگوں پر
ظاہر نہیں کرتے تو فرمائیے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے
کہ انھوں نے غضبناک ہو کر اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ سارا قرآن اٹھا غائب کر دیا۔
اور پھر اس کو امام غائب جملہ یوں سے اپنے پاس رکھ کر اُمت مسلمہ سے غائب کئے
ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اِن کا کیا حال ہو گا۔ الحیا ذی اللہ اہل
السنت والجماعت تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ
بھی نہیں کر سکتے کہ انھوں نے صحیح اور اصلی قرآن کو غائب میں آکر چھپا دیا
تھا لیکن جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے اور حضرت امام مہدی کی مصدق کتاب اصول
کافی میں جس کا ذکر ہے اور جو ضمیمہ علماء کے نزدیک سب صحیح ترین کتاب ہے
ان کے اس عقیدہ کی بناء پر حضرت علی المرتضیٰ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے
کہ ان کو خلیفہ بلافضل ماننا اُمت مسلمہ پر لازم قرار دیا جائے۔
شاہ صاحب مجہدیں اور شہ فرمائیں کہ حضرات اہل سنت کی طرف منسوب

اس مذہب کے کیسے کیسے عجیب و غریب عقائد و مسائل ہیں جس کی طرف اُمت مسلمہ کو دعوت دی جا رہی ہے۔

جواب الحجاب مسئلہ تحریف قرآن پر اجماعی بحث ہم نے اپنی کتاب "ہزارہاتھواری دس ہمارے" میں زیر عنوان

"عقیدہ تحریف قرآن پر نظر ثانی کرنے کی دعوت" بحجاب تحالف اور اتحاد ائمہ ۸۶ تا ۹۵ پر قلم بلیں نمبر ۱ ہے اور مزید کہ ماگرم مسلمانوں کو وہ جھوٹے عقیدے و فتنے کی خاطر ملامت کا انتظام اپنی نئی پیشکش "حقیقت تحریف قرآن بحجاب افسانہ تحریف قرآن عبدالحکیم صاحب میں پورے اہتمام سے کیا ہے۔ مولا کے بھر دے پر امیدوار ہوں کہ ناہنبین کو نیچے سے اُپر اور اُپر سے نیچے تک مرچیں لگیں گی اور افسانہ اس موضوع کا نام بھی زبان پر لانے کی سکت محسوس نہ کریں گے فی الحال قاضی صاحب کی توجہ سے قبل بطور سیاسی گداز ہی ان کی توجہ میں ایسے اس فیصلہ کن نوٹ کی جانب مبذول کرانا ہوں جو "ہزارہاتھواری دس ہمارے" کے صفحہ ۶۲ اور ۶۳ میں لکھا ہے۔

فیصلہ کن نوٹ از ذکا والاذہان

ہمارے مخالفین ہمارا دل دھوکھانے کے لئے اور ایسے جرائم و فتنے بچھانے کی خاطر اکثر ہم پر تحریف کا الزام لگاتے ہیں لیکن اگر بالفرض سچا ان کا یہ الزام درست بھی ہو تو بھی ہمارا عقیدہ کہ ہم ایمان بالقرآن تو ثابت ہی رہتا ہے لیکن مذہب اہل سنت و الجماعہ کے اگر قرآنی عقائد کو دیکھا جائے تو اس مذہب میں قرآن کا نازل ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا۔

ان کے مذہب کے مطابق ان کے پاس نہ ہی اصلی قرآن کا وجود ثابت ہے۔ نہ ہی نقلی قرآن کا۔ نہ ہی ان کے پاس حقیقی قرآن ہے اور نہ ہی ان کے پاس فرضی یا جعلی کیونکہ یہ قدامت قرآن پر عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے کسی بھی وقت میں ان کے مزید یہ قرآن کا وجود محقق نہیں ہو سکتا ہے۔ عجیب کا یہ بھی یہ عقیدہ ہے اور نہ ہی منکر قرآن ہے ہمارے مسلک کے مطابق قرآن حادث ہے۔ خدا کا مخلوق ہے اس کی صفت ذاتیہ نہیں ہے۔ نہ ہی قدیم ہے کہ ہمارے پاس موجود ہے جس پر ہمارا ایمان ہے مگر سنی مذہب قرآن کو صفت ذاتیہ بھی کہتا ہے اور پھر صفات خدا کو اس کی ذات کا غیر اور زائد بھی مانتا ہے پھر قرآن کو قدیم بھی سمجھتا ہے اب بتائیے کہ آپ کے مذہب کے مطابق خدا کی صفت اس کی ذات سے جدا ہو کر آپ کے پاس کہاں سے اور کیسے آگئی؟ قدیم چیز میں بغیر کس طرح واقع ہوا کہ اسے جبرائیلؑ ٹھوڑا ٹھوڑا یعنی قدیم کو ٹھوڑے ٹھوڑے کر کے کیسے لائے پھر قدیم کو صحابہ نے کیسے کاغذوں پر لکھ لیا پھر قدیم کی ترتیب آپ کے مذہب سے کیسے بدل گئی پھر قدیم کے ضائع ہونے کا اندیشہ کیوں ہوا کہ اس قدیم کے اجزاء پر آگندہ کو ایک جگہ بے ترتیب جمع کر لیا پھر جناب عثمانؓ نے اپنے مشن کے مطابق چھ زبانیں خارج کر کے صرف ایک زبان میں اس قدیم کو باقی رکھا ان باتوں کو اپنے مذہب کے مطابق حل فرما دیجئے پھر اپنے مذہب کے مطابق قرآن کے وجود کا اور اس پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کیجئے۔

شیعوں میں قطعاً تحریف قرآن کے قابل نہیں ہیں

ہم نے گزشتہ مباحث میں حضرات اہل السنۃ والجماعۃ کے ملامت

معتدہ سے مثنیٰ خلفائے راشدین، اہمات المسالین، اصحاب النبی اکابر محدثین اور ائمہ مفسرین کے اقوال و مسانید و متواتر سے اہل سنت و الجماعہ کا عقیدہ تحریف یعنی تحریف و الفاظ آیات اور سورہ ہائے قرآن میں کمی و نہیا دینی، قرآن میں غلطیوں کا رجحان اور تقسیم و تاخیر آیات پر سے حوالہ جات سے پیش خدمت کر دی ہیں۔

اب ہم علانیہ واضح کرتے ہیں کہ شیعہ بیان اہلبیتؑ موجودہ قرآن کو منزل من اللہ، نیز تحریف مانتے ہیں جو شخص قرآن میں کمی زیادتی کا ہوتا ہمارے نسبت کرتا ہے وہ کاذب اور مفتری ہے تمام اتنا انشوری شیعہ قبول کا یہی عقیدہ ہے۔

شیعہ کتب میں جو ایسی روایات اہل السنۃ نشان کرتے ہیں انہی عادت کے مطابق ان میں بھی معنوی تحریف کرتے ہیں تفسیری عبارات سے متعلقہ یا دیگر صحائف سے متعلقہ باتیں قرآن سے منسوب کر کے ہم پر (افتر) باندھتے ہیں۔ (ہزار پٹھاری دس ہمارے ص ۲۲ اور ص ۲۳)

اس وضاحت کے بعد اب ہم تجیب کے جواب پر نظر نقد کرتے ہیں تجیب موصوف نے مسائل کے جواب میں تو ایک جملہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ محجہ لہ روایت پر کچھ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ایطہ الزامی سوالات کی توجیہ فرمائی ہے جو فی الحقیقت ان کی لاجوابی اور انصاف شکست کی دلیل ظاہر ہے قاضی صاحب نے جواب سے معذوری و مجبوری کا اعتراف کرتے ہوئے کچھ آقان کی اصل عبارت یا اس کا ترجمہ نقل کرنے کی فرمائش کی ہے تاکہ وہ کوئی اس پر تبصرہ کر سکیں حالانکہ علمی حلقہ میں یہ بات بہت مشہور ہے تاہم حسب الحکم میں اصل عبارت مع ترجمہ نقل کرتا ہوں۔

سیوطی کی اصل عبارت اور ابن علماء کا ادو ترجمہ

”قال حدثنا حجاج عن داود بن موسى اخبرني
 الزبير بن الحرث عن عكرمة قال لما كتبت المصاحف عرضت
 على عثمان فوجد فيها محاسن وواف من الحسن فقال لا تخيروها فان
 الصواب ستخيرها او قال مستحسن بها بالسنت سمها لو كان السكا
 من تقديت المني من هذا قيل لم يوجد فيها هذه الحروف
 ترجمہ :- (ابو عبیدہ نے کہا کہ) ”ہم سے حجاج نے بہ واسطہ ہارون بن
 موسیٰ بیان کیا کہ مجھے زبیر بن الحرث نے بواسطہ عکرمة خبر دی کہ عکرمة نے کہا
 جس وقت مصاحف لکھے جانے کے بعد حضرت عثمان کے سامنے پیش
 ہوئے تو ان میں سے کچھ الفاظ غلط یا گئے۔ حضرت عثمان نے کہا۔ ان کو
 نہ بدلے کہو نہ عرب کے لوگ (ان کو خبر دی کہ بدل لیں گے) یعنی صحیح نہیں
 گئے) کا بش اگر (منصفوں کا) کہنے والا قبیلہ ثقیف کا اور زبانی بتانے والا
 (املا کرانے والا) قبیلہ ہذیل کا شخص ہو تا تو اس (مصنف) میں یہ حرف
 (غلط) نہ پائے جاتے۔“

اس روایت کو ابن الانباری نے اپنی کتاب ”المراد علی من
 خالف مصحف عثمان“ میں اور ابن اسفندیہ نے کتاب المصاحف
 میں بھی نقل کیا ہے۔

پھر خود ابن الانباری نے اسی طرح کی روایت عبد اللہ بن عبد اللہ
 بن عامر کے طریق سے اور ابن اسفندیہ نے بھی ایسی ہی روایت یحییٰ بن یعمر کے

طریق سے بیان کی ہے۔

(الاتقان اردو مترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری مہدی و عمر بنہ مولانا محمد عبدالحلیم حسینی اور معراج محمد باری حصہ اول مطبوعہ نوریہ محمد امجد المطابع و کارخانہ تجارت کتب بہ رام باغ گمرابی حیدرآباد و ملتان)
قاضی جی کی خواہش کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے اتقان کی اصل عبارت اور تین مثنیٰ علماء کا مصدقہ ترجمہ نقل کر دیا ہے اور بار دیگر دعوت دیتے ہیں کہ اپنے قیمتی تبصرے سے حق کو مطلع فرمائیں۔

قاضی صاحب نے علامہ میں لکھا ہے کہ اتقان میں تفسیر تحریر کیا گیا ہے
الاجماع والنصوص المترادفہ۔۔۔۔۔ فی ہذا بین المسلمین
(اتقان جلد اول ص ۶۱ مطبوعہ مصر)

اجماع اور نصوص مترادفہ سے یہ بات ثابت ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں میں آیات کی جو ترتیب ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے توفیق ہی ہے۔ اور اس میں مسلمانوں میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

قاضی صاحب نے نصوص مترادفہ "مترادفہ اور متواترہ" کا ترجمہ "نصوص مترادفہ" کیا ہے جو بظاہر

حفاظ سے غلط ہے۔ یہ عبارت اتقان کی فصل

"الاجماع والنصوص المترادفہ علی ان ترتیب الآیات توفیقی لا متبہ فی ذالک" یعنی اجماع اور ہم معنی لہوایات کا بیان جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب شائع کی طرف سے ہے اس میں کوئی تردد نہیں ہے۔

اس میں اس طرح ہے کہ "بہرہ سے علماء نے اس امر پر اجماع نقل

۴-۱

کیا ہے مجھ کو ان کے نزدیک نے کتاب البرہان میں اور ابو جعفر بن النضر نے اپنی کتاب مناسبات میں اس اجماع کی صراحت ان الفاظ میں بیان کی ہے "آیتوں کی ترتیب اپنی اپنی سورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق (ہدایت اور امر) کے مطابق ہوئی ہے۔ اور اس کے اندر مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں" (الاتقان اردو حصہ اول ص ۱۱)

اتقان کی اس عبارت میں تین امر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

اتقان سے تین امور ماخوذہ

۱۔ ترتیب آیات کے توفیقی ہونے پر اجماع اور لغوی مترادفہ کا

دعوٰی۔

۲۔ اجماع منقولہ کو مقام دلیل میں پیش کرنا۔

۳۔ ترتیب آیات کے توفیقی ہونے پر مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں ان امور میں کوئی امر کبھی مذہبِ صنیہ کے لئے مفید

قرار نہیں پاسکتا۔ وہ اس طرح کہ

اہل سنت کے آئمہ اربعہ میں کے امام احمد بن حنبل نے تصریح

اجماع

فرمائی ہے کہ اجماع ایک امر محال ہے اور اجماع کا دعویٰ کرنے والا کاذب ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حیدر زمان ہدیت المہدی کے

ہے یہ اپنا طوطی فیصلہ کہتے ہیں کہ

"حق یہ ہے کہ اجماع کے تحت ہونے پر کوئی دلیل شرعی یا عقلی قائم

نہیں ہوئی ہے۔

اہل سنت کے دو اماموں کے فتوؤں کی موجودگی میں قاضی حجازی کا اجماع

کا دعویٰ تو باطل ٹھہرا۔ اب یہیں لغوی مترادفہ توفیقی مذہب کے پاس ایک

حدیث بھی صحیح و متواتر الہی ہائیں ہے جس سے قاضی صاحب کا مدعا ثابت ہو سکے۔

اجماع منقول

علماء کے نزدیک اجماع منقول بھی قابل احتجاج نہیں ہوتا اور اگر ہم بعض اقرال کو مان بھی لیں تو بلا سند وہ ایک بے کار چیز ہے جیسا کہ علامہ وحید الزماں نے ہدیت المہدی ص ۱۰۵ پر تحریر کیا ہے کہ ان کے اکثر علماء قابل ہیں کہ اجماع کے لئے سند کا ہونا ضروری ہے۔ پس مشتاق کہتا ہے کہ جتنی حدیثیں سند اجماع میں مرضی ہو پیش کریں ان سے ہرگز آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا پس اجماع بے سند ہو کر بے کار ہو گیا۔ جلد ۱ بالفرض اگر ہم آپ کے اجماع کو مان لیں تو بھی اندر دوسرے مذہب سینہ قرآن کی ترتیب آیات لائق قیفی ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نسخہ قرآن کا وجود آپ ثابت نہیں کر سکتے جو حقیقہ کی ہدایت و نشانہ کی مطابق ترتیب پایا گیا۔ کیونکہ موجودہ قرآن کے بارے میں آپ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے مرتب کر لیا۔ پس جب تک اس قرآن موجود کی ترتیب کا قرآن رسول اللہ سے مطابق ہوگا کسی حدیث متواترہ سے ثابت نہ ہو قاضی جی کا مدعا غور ہے۔

ترتیب قیفی میں اختلاف نہیں

ابن الزبیری کا پہلا دعویٰ کہ ترتیب آیات آنحضرت کی ہدایت کے مطابق ہے اگر تہ اس سے مراد وہ ترتیب ہے جو نزولی ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ بلاشبہ حضور اکرم نے قرآن کے مطابق قرآن ترتیب فرمایا لیکن اس رسولی ترتیب پر موجودہ قرآن سہولت کی ترتیب

یقیناً نہیں ہے۔

اگر اس ترتیب سے مراد مدنی کی یہ ہے کہ موجودہ ترتیب کا وہ
تھی جو چھٹو نے کچھ کچھ وائی لڑیہ بات قطعاً ثابت نہیں ہے ورنہ کسی
ایک ہی حدیث میں اس کی دلیل میں پیش کیجیے۔

اب رہا یہ دعویٰ کہ ترتیب آیات کے توفیقی ہونے میں مسلمانوں کا
باہم اختلاف نہیں ہوا۔ باطل ہے۔ کیونکہ کتب میں بکثرت حدیثیں ایسی
کے اقوال موجود ہیں کہ ہمدرد رسول میں قرآن جمع ہی نہیں ہوا تھا پس
جب قرآن مجید ہی ثابت نہ ہوا لہذا ترتیب آیات کا توفیقی ہونا ان خود مسلم
قرآن پاک کا۔ اور یہ مسئلہ اہل اسلام کے درمیان اختلافی ثابت ہوا۔

ترتیب توفیقی پر بحث

علامہ جلال الدین سیوطی نے ترتیب آیات کے توفیقی ہونے پر
چند احادیث نقل فرمائی ہیں جن پر بحث و جدل ”حقیقت تحریف قرآن“
میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے یہاں ہم صرف سیوطی کی وہ عبارت زیر بحث
لاتے ہیں جو انہوں نے مذکورہ احادیث کے بعد رقم فرمائی ہے اس سے
سچی مذہب قرآنہ ایمان کی حسہ حالی کے نقوش لکھنے اور برائے
ہونے نظر آتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں

”ہاں ترتیب آیات کے توفیقی ہونے پر اس حدیث سے اشکال وارد

ہوگا جس کو ابن ابی داؤد نے المصنف میں محمد بن اسحاق کے طریق سے نقل کیا ہے۔ اس نے یحییٰ بن عبا بن عبد اللہ سے اس نے اپنے والد زبیر سے روایت کی ہے زبیر نے فرمایا حاتم بن عوف یہ سورہ بقرہ کی یہ دو آیتیں لائے اور اب اسے میں کواری دیتا ہوں کہ میں نے یہ دونوں آیتیں رسول اللہ سے سنا کرتے یا دیکھی ہیں۔

حضرت عمر نے کہا اللہ کی قسم میں بھی گواہ ہوں کہ میں نے ان دونوں کو سنا ہے۔ کاش کہ یہ تین آیتیں تو میں ان کا الگ سورہ بنا دیتا۔ خیر اب تم قرآن کا آخر کا سورہ دیکھو اور ان دونوں کے آخر میں لکھا ہے (التقان مطبوعہ مہر جلد ۷ ص ۹۳) لفظ:۔ (التقان) دو جلد اول ص ۹۳ میں یہ روایت اس طرح

موجود ہے۔

اب قاضی صاحب خدا اور اس کا ناظر جان کہ اور حیات بعد الموت پر ایمان رکھتے ہوئے غور فرمائیے کہ اس روایت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ اصلاً قرآن کے آخر میں سورہ لڑی تھی اور اب قرآن مجید میں یہ سورہ نہیں نمبر یہ ہے۔ لیکن اگر آپ کے خلیفہ راشد کا روق اعظم والا قرآن کہ جن پر ان حضرت کا ایمان تھا انعام رسول کے مطابق تھا تو یہ موجودہ قرآن جسے حضرت عثمان نے رائج کیا جس کے آخر میں حضرت عمر کے قول کے برخلاف سورہ بقرہ نہیں ہے یعنی مذہب اور عمری فتویٰ سے غلط و منحرف ثابت ہوا یا نہیں؟ پس قاضی صاحب کے مذہبی انحراف کے رو سے ان کا ایمان غلط اور منحرف ہے۔ اور سورہ بقرہ روایت کی روشنی میں مومن یا قرآن ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر

یہ قرآن صحیح ہے تو پھر حضرت عمرؓ والاقرآن غلط ہو رہا ہے کا پس آنجناب کا ایمان یہ دوازہ گرجائے گا کہ اب یا عمرؓ کے ایمان کو بھی پتہ یا پھر اپنے ایمان کی جھٹکا کہ میں خلیفہ صاحبِ اوقاف ہوں پس خود قرآن کو دے دے پس صنمؓ کو نہ بھی لے ڈوبیں گے کے مصداق۔۔۔!

قاضی صاحب اس روایت کو آپ غلط کہہ کر اپنی خلاصی نہیں کروا سکتے کیونکہ آپ کی معتبر کتاب سے نقل کی ہے۔ اور پھر علامہ سیوطی جیسے امام اہل سنت نے بھی اس روایت کی تردید میں کچھ لکھنے سے اجتناب کیا ہے اور صرف علامہ ابن حجر کا قول لکھ کر کتر لکھے ہیں جسکی کتر بیونت ہم آئندہ نشان کہیں گے۔

ابھی آپ ہمارے حق پر ہی شکایت کی تھی اور اس پر ہم نے دوازہ گرجائے شکوہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول کہ یہ

تین آیتیں ہوتیں تو تیس جہاں سورت بنا دیتا صاف صاف بتلا رہا ہے کہ آپ خود کو قرآن کے سورہ بنانے پر مختار و مجاز سمجھتے تھے یہ اختیار عمرؓ ثابت کرتا ہے کہ ترتیب آیات کو توقیفی ماننا باطلوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے جبکہ حسب الروایت ترتیب کو توقیفی ماننا لازم نہیں کیونکہ اگر ترتیب آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پر منحصر ہوتی تو حضرت عمرؓ جیسا سنی عاشق رسولؐ اور یاد سادہ پابند شرع خلیفہ راشد ایسی جگہ جہاں کس طرح کہہ سکتا تھا؟

عمر کی اتھارنی

مزید یہ کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب عمرؓ کو یہ بھی اتھارنی تھی کہ کسی ایک سورہ کی آیتیں اس سے جدا کر کے دوسرا سورہ بنا سکتے تھے اور نہ کوئی معقول وجہ نہیں کہ جب آپ کے علم میں یہ سچ کہ یہ آیتیں سورہ کی بات کی ہیں تو پھر کیا مشوق اچھرا کہ اشتیاقی ہوا یہ حق نہیں تو میں ان کا الگ سورہ بنا دیتا۔

اگر شکست خوردگی کے عالم کو کھلا ہٹ میں کوئی یہ کہہ دے کہ حضرت عمرؓ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ آیتیں سورہ کی تھیں تو یہ کی ہیں تو پھر مذہبِ شیعہ کی نافرمانی ہونے لگی۔ اس لئے کہ اس صورت میں تو قرآن کا معاملہ ہی اُٹھ کر پڑھنا ہو جائے گا کہ بدستِ ممتحنی ہے اس مذہب کی بنیادیں اتنی کھوکھلی اور لمبے دراز ہیں کہ اس معیار پر نہ ہی کسی صحابی کا ایمان مستحق ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی مفتی کا میں تو ایسے شیعہ بھائیوں سے یہی کہتا ہوں کہ سارے مسئلے چھوڑ کر صرف ایمان بالقرآن پر ان سے بحث کیا کریں۔ تاکہ زیادہ اندھے حافظہ رکھنے والوں کا دھوکا خالی میں مل جائے۔

قرآن پر یا بھی اختلاف

الغرض مزید مصافحت فرمائیے کہ عمارت میں ختمِ نیمہ کا دو آیتوں کو لانا اور حضرت عمرؓ کا گواہی دینا پھر آپ کے حکم سے اس خبرِ مراد میں ان کا یہاں ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے بعد آپ کے بعد کوئی نبی نہ آیا۔ یہی قرآن کا گواہی ہے کہ یہی محمدؐ۔ یہی علیؓ عبداللہؓ۔ نہ ہر اور ختمِ نیمہ کی گواہی کے مطابق ثابت ہو کہ یہ لوگ قرآن کی ترتیب کو تو قبیح نہیں جانتے تھے۔ پس مسلمانوں

سبیل سکینہ

۱۱۰

آپ کا لطف آباد یونٹ نمبر ۱۱۰

کا بھی اختلاف اظہر من الشمس ہوا۔

اب آپ کے علامہ ابن حجر کی وکالتی عبارت کی طرف جیسے علامہ سیوطی نے اس روایت کے بعد نقل

ابن حجر کی وکالت

کیا ہے ابن حجر کہتے ہیں کہ "اس حدیث (زہبیر) کا ظاہر یہ ہے کہ اصحاب نبیؐ سب باتوں کی آیات کو آپسے اجتہاد سے ترتیب دیتے تھے حالانکہ دیگر حدیثیں دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ صحابہ نے اس معاملہ میں ترتیب آیات قرآن میں بغیر تعلیم رسولؐ کچھ نہیں کیا۔"

(الفتاویٰ حوالہ مذکورہ)

میں عرض کرتے ہیں کہ علامہ ابن حجر

ہمارا جواب

محض دفع الوقتی کی خاطر ہمارا خود اپنے بیان سے انحراف کر رہے ہیں حالانکہ

شرح بخاری یعنی فیض الباری میں وہ خود قائل ہیں کہ نسخ کی امید کے باعث رسولؐ خدا نے قرآن کو حجروں میں نہیں فرمایا تھا۔ پس ابن حجر کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہو گا کہ جب قرآن کے اجتہاد متفرق تھے تو پھر وہ مرتب کیسے ہو گئے؟ اور اگر بالفرض مرتب ہوئے بھی ہوں تو وہ نزول کے مطابق مرتب کیا گیا ہو گا جس سے قاضی جی کا مدعا بھر نہیں آ سکتا۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ اسی صورت میں حق ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی ترتیب موجودہ رسول اللہؐ کے مرتبہ قرآن کی ترتیب سے منطبق نہ کر کے ثابت کریں۔ جو خدا کا حکم ہے یا ہر ہے۔

الغرض ہم نے اپنی کتاب "حقیقت سحر قرآن" میں اس بات پر حاکم

روشنی ڈالی ہے کہ اہل سنت کی تمام حدیثوں کا آیات قرآن کے توفیقی ترتیب پر دلالت کرنے کا دعویٰ قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ ان میں ایک حدیث بھی ایسی مضبوط نہیں ہے جس سے اس مذہب کی کمزور تجارت کو قاضی صاحب لا بھی مل سکے پس ہم نے القان ہی سے قاضی صاحب کے مذہبی القان کو پھینک دیا۔

قاضی صاحب نے اپنے تئیں پیر اکبرؒ میں کہا ہے کہ عالم اسلام میں وہی قرآن رائج ہے جو حضرت عثمانؓ نے مرتب کیا تھا اگر شیعہ علماء کے نزدیک یہ صحیح ہے تو فیہا در نہ وہ صحیح قرآن پیش کریں۔

اس سلسلہ میں ہمارا مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارا اس قرآن پر ایمان ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اگر قاضی صاحب ہم پر تحریف کا بے بنیاد الزام عائد کرتے ہیں تو پھر یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ کوئی نسخہ قرآن شیعوں کا مضمونہ بطور تنبیہ پیش کریں جو قرآن مجید کے مقابلے میں کبھی رائج ہو یا ہو۔ قاضی صاحب نے اپنے جو تحفے پیر اکبرؒ میں ہم پر الزام لگایا ہے

کہ ہم مروجہ قرآن پر اعتراض کرتے ہیں البتہ اپنے گھر کی خبر لیں۔ یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ ہمیں کلام خدا پر نہ ہی کوئی اعتراض ہے اور نہ ہی یہ بات ہمارے مسلمات میں ہے کہ معاذ اللہ قرآن قابل اعتراض ہے۔ البتہ جب ہم پر غیر معتبر روایات کے باعث اس قسم کی بے بنیاد اعتراضیں باندھی جاتی ہیں۔ تو پھر مجبوراً ادفاعی انداز میں ہمیں اپنی مذہب کے ڈھول کا یول کھول کر ثابت کرنا پڑتا ہے کہ "اگرچہ کمال کو ڈانٹتے ہیں" ابھی ملاحظہ کریں کہ میں نے سوال تو حضرت عثمانؓ کے قول کی وضاحت دریافت کرنے کے لئے کیا ہے تو مجیب نے اپنی لاجوابی کو چھپانے کے لئے بحث کا لہجہ دوسری

۱۱۲
 جانب ہوڑ دیا ہے اگر جزا بن دیں تو تکڑی سچھا جاتا ہے اور اگر صفائی میں
 کچھ کہہ دیں تو پھر رو دلا دے گی کے آئینے سامنے کے جاتے ہیں۔ اب قاضی
 صاحب نے بڑے مکارانہ انداز میں اُھول کافی کی روایت نقل کر کے
 لکھا ہے شیعہ روایت کے مطابق حضرت علیؑ نے اہلی قرآن فضیلاک
 ہو کر غائب کر دیا تھا حالانکہ یہ واقعہ صحنی کتابوں میں بھی ہے بلکہ قاضی صاحب
 کی مسند کتاب القان میں بھی لکھا ہوا ہے۔

شعی مذہب کی تحریروں سے مکمل طور پر ثابت ہے کہ عہد نبویؐ میں قرآن
 مکتوب نہ ہوا تھا اسی لئے بعض اصحاب کو قرآن میں طبع آزمائی کا موقع
 ہاتھ لگ گیا ان صحابی مسلمانوں نے قرآن میں اضافے کو ناشروع کر دیا
 قرآن ناطق، نفس رسول حضرت علیؑ علیہ السلام نے جب صحابیوں کا یہ طوفان
 بدعتیہ دیکھا تو آپؐ نے قرآن کی جمع و ترتیب شروع فرمائی چنانچہ
 صاحب القان لکھتے ہیں کہ

عہد رسولؐ میں قرآن مرتب نہ تھا!

”ابن الفریس نے فضائل میں روایت کی ہے ہم سے بشر بن موسیٰ نے
 بیان کیا اُن سے ہودہ بن خلیفہ نے اُن سے عون نے کہا انھوں نے عکرمہ
 نے کہا جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو چکی تو علی بن ابی طالبؓ گورنر نشین
 ہو گئے حضرت ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ حضرت علیؑ نے آپؐ کی بیعت سے کمر ہٹ
 کی ہے پس ابوبکرؓ نے کسی کو بھیج کر انھیں بلا کر کہا کیا آپؐ نے میری
 بیعت سے کمر ہٹ ہی ہے انھوں نے جواب دیا بخدا نہیں ابوبکرؓ نے پوچھا

پھر آپ مجھ سے مخفی کیوں ہوئے۔ فرمایا میں نے دیکھا کہ قرآن میں اضافہ کیا جاتا رہا ہے پس میرے دل نے کہا میں نماز کے سوا اپنی چادر نہ پہنوں جب تک کہ میں قرآن جمع نہ کر لوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا آپ نے بہت اچھا کیا۔ (آلقان جلد ۱ ص ۵۹)

مصنف علویہ یہ روایت شیعہ مذہب کی نہیں بلکہ اقصیٰ جی کے صحابیہ مذہب کی معتد حدیث ہے اسکا لے علامہ سیوطی جیسے محتاط عالم نے اس پر کوئی کرج نہیں فرمائی ہے اسی روایت کو ابن اسنہ نے المصاحف میں دوسرے طریقہ سے نقل کیا ہے مگر اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ناسخ و منسوخ دونوں کو جمع کیا تھا۔ راوی حدیث سکریہ اور محمد بن میری مذہب شیعہ کے چوٹی کے امام ہیں۔ پس اس روایت کی صحت بے اشکال ہے۔ پس میں یہاں کھل کر کہنے پر مجبور ہوں کہ قاضی جی کے نام نہاد صحابہ کرام، فلک نشین کے ماندہ درختاں تارے۔ مرکز سنیت کے حکم عدول نقطہ، اصحابی کلہم عدول کے فلفل معنی۔ شمع نبوت کے کچرے پروانے، حفاظت قرآنی کے فیروزہ دار ہمارے امتیاز میں قرآن میں اضافہ کیا اور اپنی طرف سے خدا جانے کیا بڑھایا اس حرکت مذہبوم کی موجودگی میں قاضی صاحب عقیدت و مروت کو ایک طرف رکھ کر جواب دیں کہ ان کے علماء نے جو اپنے ہی پیشواؤں پر یہ الزام عائد کیا ہے اس کو کس طرح دہرایا جاسکتا ہے۔

بقول ابن اسنہ حضرت ابیہ نے قرآن میں ناسخ و منسوخ دونوں آیات لکھی تھیں پس اگر مصحف عثمان میں بھی ناسخ و منسوخ دونوں کو

شامل کیا ہے تو مصحف علوی عثمانی میں کوئی فرق نہ رہا۔ لیکن اگر مصحف عثمانی میں صرف نسخ ہے مسودہ نہیں تو یہ مصحف علوی سے کم ہوا۔ لہذا اختلاف پیدا ہوا۔

علامہ سیوطی ائقان میں لکھتے ہیں کہ ”منہم من سربھا علی النزول وهو مصحف علی“ یعنی اُن میں سے بعض نے نزولی ترتیب پر قرآن مرتب کیا تھا وہ مصحف علی تھا۔ (ائقان جلد ۱ ص ۶۳)

امام سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفاء میں ابن سیرین کا قول نقل کیا ہے کہ ”کاش حضرت علیؑ کا جمع کیا ہوا قرآن مل جاتا تو وہ علوم کا بہت اچھا ذخیرہ ہوتا“ (تاریخ الخلفاء ص ۹۹) تو ابن سیرین کے اس قول سے ثابت ہوا کہ وہ قرآن موجود کو علوم کا ذخیرہ نہیں سمجھتے تھے حالانکہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہر خشک و تر کا علم اس میں ہے۔ پس امام اہلسنت کا یہ نظریہ موجودہ قرآن کے برخلاف ثابت ہوا۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ”آذالۃ الخفاء“ میں جناب امیر علیہ السلام کا قرآن جمع کرنا تسلیم کیا ہے۔ پس شیعہ و صنی دولوں کا ترتیب اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے قرآن مجید مرتب فرمایا۔ اب معلوم نہیں اس میں قاضی حجتی کو کیا قباحت محسوس ہوئی ہے انھوں نے حضرت ادیب الفطامولانا ظفر الحسن صاحب قبلہ مدظلہ کے ترجمہ میں ان الفاظ ”اس قرآن کو نکالیں گے جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لئے لکھا تھا۔“ کے الفاظ روایت میں نہیں ہیں۔ حالانکہ اصل کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۶۳ میں ”اپنے لئے“ کے لفظ ہرگز موجود نہیں ہیں۔ بلکہ صرف ”اسے“ لکھا ہے جو ہر حمل لفظ ہے۔ اور محض یہ روایت

۱۱۵

ہے لیکن اگر ایسا لکھا بھی ہو تو بھی اس سے مفہوم یہ کہ لڑائی نہیں آتی۔ کیونکہ یہ عام فہم بات ہے کہ چونکہ حضرت امیر نے مرتب فرمایا وہ ایسے لئے ہی تھا اور اگر حکومت اسے قبول کر لیتی تو نقل کرنے کے بعد واپس لے کر اپنے ہی پاس رکھتے اس میں کوئی قابل اشکال امر نہیں ہے۔ قاضی جانے رہا کہ یہ تو سہل سی بات کا منکر بنا دیا ہے لیکن اپنی دیدہ دلیری پر تعجب نہیں کیا کہ نصیحتیں متراوڑ نہ کر لیں متراوڑ بنا کر مصنوعی دھوکہ دہی کرنے کی جستجائی ہے۔ لہٰذا "الناس" سے حکومت مراد لینا تو یہ بھی مصنوعی اعتبار سے غلط نہیں کیونکہ حکومت "الناس" ہی سے ہوگی۔ حکومت انسانوں سے جدا کوئی اور تخلیق نہ تھی۔ اور عوام الناس کی ترجمانی اہل حکومت ہی کرتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ جناب امیر نے اہل باب حکومت ہی کو قرآن پیش کیا جنہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا حضرت امیر نے اپنا جمع کردہ اور مرتبہ قرآن امام حجت کی خاطر پیش کر دیا جسے قبول نہ کیا گیا لہٰذا یہ ان لوگوں کی بد بختی تھی کہ نہ ہی انہیں دیدہ قرآن نصیب ہوا اور نہ ہی حصول ناطق قرآن کا شرف حاصل ہوا۔ ایک نقل کو چھوڑا دوسرا خود بچہ دھوڑ گیا نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے۔

علی و قرآن کا ساتھ
 اہم اہل ایمان اس قرآن پر ہے جس کے متعلق صاحب القرآن رسول فرمے

فرمایا کہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہے" اور ارشاد کیا کہ "قرآن علیؑ کے ساتھ ہے" نہ قرآن علیؑ سے جدا اور نہ علیؑ قرآن سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ مگر آپ کے بزرگوں نے نہ ہی علیؑ کو ماما اور نہ ان کے ساتھ قرآن کو۔ آپ بھی

اُسی راہ پر گامزن ہیں کہ علیؑ کو فرضی امام کہتے ہیں اور ان کے مرتبہ قرآن کو فرضی و ناپید کہتے ہیں ایسے لکھے ہوئے کہ خدا کا لکھا ہوا اکہ کر اترے ہیں۔ اب فیصلہ خود دیکھو کہ خدا کے قرآن پر ہمارا ایمان محکم ہے یا مہمت الہ۔ سب سے کام آنکھوں سے اور جھل سے ہونا اس کے ناپید ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ہمارا اس اصلی قرآن پر ایمان ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ اس دنیا میں موجود ہے جسے غیر مطہر بن چھو تک نہیں شکتے جبکہ تمہارا ایمان صرف نقلی قرآن پر ہے جسے ہر ناپاک چھو سکتا ہے وہ اکیلا بے یار و مددگار ہے جب ہمارا قرآن امام طاہر کا دائمی ساتھی ہے۔ تمہارے قرآن کا کثیر حلقہ اذہاب یہ چکا یعنی ضائع ہو چکا ہے جو آپ کے خلیفہ دوم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قرآن کو لپکا کہنے پر یا بند کی لگادی جبکہ ہمارا اتفاق دیکر وہ قرآن وہ ہے جس میں سب خشک و تر موجود ہے وہ مکمل و جامع ہے اور اپنے مفتر و وارث کی حفاظت میں ہے ایمان کا تعلق ہمیشہ اصل سے ہوتا ہے نقل پر نہیں پس ہمارا قرآن اصلی ہے اور تمہارا نقلی بھی اٹھوا ہے آپ کے بعد بڑی اصلی قرآن کو ٹھکرا چکا ہے اور قبول کرنے سے انکار کر چکے ہیں لہذا منکرین قرآن ثابت ہوئے اور ان ہی کی سنت و سیرت یہاں کا ریزہ ہیں۔ لہذا آپ کا ایمان بالقرآن ناقص ہے اور آپ کا ایمان اس قرآن پر ہے جس کا منشتر حلقہ رفت و گئے شدت ہو چکا ہے پس جب تک عبداللہ ابن عمرؓ کی نصیحت موجود ہے آپ لوگوں کا ایمان قرآن پر نہیں بٹا رہا ہے جس طرح یہود و نصاریٰ کا ایمان قرآنیت و انجیل پر ہے کہ جبکہ محرف ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان قرآن صامت اور قرآن ناطق دونوں پر ہے اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن میں کس قسم کی کوئی تحریف نہ ہو سکتی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

۱۱۷
اور یہ قرآن کسی بھی حالت میں اہل بیت سے جدا نہیں ہو سکتا کیونکہ ضمانت بخود
صاحب قرآن نے حدیث نقلیں ہی دی ہے۔ اگر حضرت علی قرآن کی حفاظت
نہ کرتے تو ان کو بھی ہر اُمت سے لے کر نابینہ کر دیتی۔

قرآن کی حفاظت
ایس جناب امیر علیہ السلام نے جب قرآن
کی بے حرمتی اور ہتھک مشاہدہ فرمائی
تو بحیثیت رفیق قرآن اور وارث کتاب اللہ آپ نے اس کو اپنی مضبوط
حفاظت میں لے لیا تاکہ اللہ کا وعدہ عملاً ثابت رہے یہی وجہ ہے آپ کے
علماء نے بھی اس حسرت کا اظہار کیا ہے کہ اگر وہ قرآن بل جاتا تو علوم کا
ذخیرہ ہوتا۔ اس لئے کہ اس میں تمام تشبیحات و تاویلات اور تفسیری
نوٹ جو حضور نے حضرت امیر کو لکھا کئے تھے مثبت کئے گئے تھے۔ علم
عالمہ کے لئے یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ کسی نا اہل اور کم ظرف کو اس سے آگاہ
نہیں کیا جاتا تو پھر علوم باطنی و ظاہری کے محزون کو کس طرح ایسے ہاتھوں
میں دیا جاسکتا تھا کہ جنہوں نے اس متاعِ لاندہال کو حقارت سے ٹھکرا دیا
تھا اب قرآن کے الفاظ تو آپ کے پاس موجود ہیں مگر انکی تاثیر سے محروم ہیں
جگہ جگہ مفہوم کا اختلاف ہے۔ تفسیر بل جڈا اُجڈا ہیں۔ تاویلات مختلف
ہیں۔ ہر کوئی اپنی پسند کے معنی وضع کرتا ہے اور دن بدن اُمت میں تفرقہ
باری میں وسعت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

اس کے بعد قاضی حبی نے "جلاذ العین" کی روایت نقل کی ہے۔
جس میں حضرت امیر نے وہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ جس کے باطن لوگوں نے
ان کا پیش نہ دیکھا قرآن قبول نہ کیا اس بیان سے مندرجہ ذیل امیر
اخذ کئے۔

۱۔ "جو قرآن ان لوگوں کے پاس پہلے سے موجود تھا اس میں نہ ان منافقین کے خلاف تصریح پائی جاتی تھی اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ان کی خلافت کے لئے تصریح موجود تھی اور چونکہ آج بھی اُمت مسلمہ کے پاس وہی قرآن موجود ہے جو حضرت عمر اور اصحاب خلافت کے پاس اس وقت موجود تھا اس لئے اس قرآن میں حضرت علیؑ کی خلافت پر کوئی نص نہیں پائی جاتی تو پھر علماء ستیجہ اور مجتہدین موجودہ قرآن میں سے حضرت علیؑ کی خلافت و امامت کی نص کیونکر ثابت کر سکتے ہیں۔ ۹"

زمانہ عثمان تک اُمت بے قرآن تھی اس اولین گزشتہ

یہ ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے قرآن پیش کرنے کے وقت کسی بھی صحابی کے پاس پورے اجماع پر قرآن نہیں تھا اور نہ مانہ عثمان میں قرآن تھا کا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگوں کا کسی ایک قرآن پر اتفاق نہ تھا حضرت عثمان کے دور میں جب انھوں نے ایک نسخہ کی انقال ملک میں پھیلائی ہیں تو پھر اس کے بعد اس نسخہ پر اتفاق ہوا۔ میں نے یہ پوری تفصیلات "حقیقت و حریف قرآن" میں جمع کی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد از وفات رسولؐ تا عہد عثمانیہ اُمت مسلمہ کا کسی ایک مرتبہ قرآن پر ایمان و اتفاق نہ تھا۔ اس کی مثال میں نے اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں پیش کی ہے کہ حضرت عمرؓ سورۃ برات کو آخری سورہ سمجھتے تھے جبکہ عثمانی مصحف میں یہ سورۃ کو نمبر پہلے ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ کے مصحف میں "معدن" اسی طرح

ہمز و قرآن انہ تکفیس الغرض زمانہ عثمان تک اُمت بے قرآن ہی رہا۔ بلکہ جب
 ۲۰ھ میں حضرت عثمان نے کل مصاحف کو جمع کمر کے اپنا راج کیا۔ تو سنی
 روایات ہی سے ثابت ہے کہ انھوں نے خود تحریف کی۔ چنانچہ علامہ جلال الدین
 سیوطی لکھتے ہیں کہ "علامہ ابو عبیدہ نے فرمایا ہم نے حجاج نے ابن جریج
 کی روایت بیان کی اس نے کہا مجھے ابی حمزہ نے حمیدہ بنت ابی لیث
 سے خبر دی۔ حمیدہ نے کہا میرے سامنے حضرت ابی بن کعب نے درآجائیکہ
 وہ انہی سال کے تھے مصحف عائشہ میں یہ آیت ہے ھو الیہ الذی ھو صمد کذبتہ
 یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیا
 "و علی الذین یصلون المصروف الاول" حمیدہ نے کہا عثمان کے تغیر
 مصاحف سے پہلے کا واقعہ ہے۔" (القان جلد ۲ صفحہ ۲ مطبوعہ مصر)

پانچ نتیجے | کتب قاضی صاحب کی اس روایت سے پانچ نتیجے
 نکلے اول یہ کہ خط کشیدہ الفاظ حضرت ام المومنین
 بی بی عائشہ کے مصحف میں تھے دوم یہ کہ حضرت

عثمان نے کل مصاحف میں تغیر کا اہم سبب کیا۔ سوم یہ کہ مصاحف
 میں تحریف عثمانی سے قبل یہ الفاظ موجود تھے۔ چہاں ہم یہ کہ یہ الفاظ درج
 سے بھی محفوظ رہے اگر وہ منسوخ التلاوت ہوتے تو کتنی حدیث کے مصحف
 میں سے اخراج ہو گیا ہوتا کیونکہ آپ حضرات کا دعویٰ ہے کہ بی بی ہاجرہ
 نے حرف بحرف تعلیم قرآن خود آنحضرت سے حاصل کی ہے اور پھر یہ
 کہ حضرت ابی بن کعب جلیل القلم اور عالم القرآن صحابی تھے۔ اور آپ نے
 بھی حضورؐ سے قرآن سیکھا تھا۔

لہذا اگر یہ الفاظ منسوخ ہوتے تو مزور ان دونوں کو علم ہو جاتا

پہنچ یہ کہ آج تک کسی مذہب کے کسی معتبر عالم نے اس روایت پر
 جرح نہیں کی کہ قدح وار درپوسکے۔ محض جان چھڑانے کے لئے اس روایت
 کو نسخہ تلاوت میں درج کر لیا ہے جبکہ یہ روایت نسخہ سے قطعی تعلق
 نہیں رکھتی ہے۔ پس دیگ کا یہ ایک ہی دانہ اس امر کا یقین بنوٹ ہے کہ
 نہ مانہ اصحاب میں صحابہ کسی ایک قرآنی نسخہ پر عملاً متفق نہ تھے اور جامع
 القرآن تحریف فی القرآن کے مرتکب قرار پاتے ہیں پس جب تک آپ
 ایضاً یہ دعویٰ ثابت نہ کریں کہ آپ کے پاس وہی قرآن موجود ہے جو حضرت
 عمر اور اصحاب خلافت کے پاس موجود تھا شیعوں سے بحث نہیں کر سکتے۔
 اسی طرح آپ کے مذہب کے امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری
 نے اپنی کتاب "الامانت والایمانت" جلد ۱ ص ۹۰ میں صحابہ کرام
 کا ایک خط نقل کیا ہے جو ان حضرات نے ان صحابہ رسول اور تابعین کے
 پاس بھیجا جو مصر میں رہائش پذیر تھے۔ اس خط میں لکھا ہے کہ۔

صحابہ کا خط اصحاب کے نام!

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
 یہ خط ہے ہمارے جن اولین اور یقینہ الشوری کی طرف سے
 ان صحابہ اور تابعین باحسان کے لئے جو مصر میں مقیم ہیں۔
 اذالبعد! جلد ہمارے پاس آئیے اور خلافت رسول کا نذر
 کیجئے۔ اس سے پہلے کہ خلافت آپ ہی سے لے لیں۔ کہ خدا کی کتاب میں
 تبدیلی کی گئی ہے۔ اور رسول کی سنت میں تفسیر کر دیا گیا ہے۔۔۔ الخ"

خط کا یہ اقتباس ارباب انصاف کے لئے تحریف قرآنی اور تغیر ترتیل پر دلیل ہیں ہے۔

پس قاضی صاحب کا یہ دعویٰ کہ آج بھی اُمت مسلمہ کے پاس وہی قرآن ہے جو حضرت عمر اور اصحاب خلافت کے پاس اس وقت موجود تھی روایات کی موجودگی میں محتاج ثبوت ہے۔

اب ردائیت شیعہ جلد پر بحث ہے اس کی عبارت کا یہ حصہ بغیر مطالعہ کر لیا۔

”اے گمراہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آئمہ الزماں سے فارغ ہوا حکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات و سورت ہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے اور کوئی آئینہ آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ جو حضرت نے مجھے نہ سنا یا ہو اور اس کی تائید مجھے نہ تعلیم کی ہو چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قیوم و نفس خلافت جناب امیرِ مہرِ رحمتھے اس وجہ سے عمر نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ اب رہ گئی اُن آیات کی موجودگی جو منافقین سے متعلقہ تھیں تو میں اس بات کا ثبوت آپ ہی کے ہاں سے پیش کرتا ہوں۔“

چنانچہ حافظ سبزوئی تصحیحِ درمنثور میں لکھتے ہیں۔

”اخراج کیا ابن ابی شیبہ، طبرانی، حاکم اور ابن مردودہ نے کہ حضرت خلیفہ نے کہا کہ جس سورہ کو تم ”توبہ“ کے نام سے یاد کرتے ہو وہ درحقیقت سورہ عذاب ہے۔ خدا کی قسم ہم (صحابیہ) میں سے ایک بھی ایسا نہیں جھوٹا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو۔ (اور ہم راہب)

سورہ عذاب

۱۲۲

توبہ میں (ان آیات) کو نہیں پڑھتے ہوں۔ جو کچھ ہم پڑھا کرتے تھے
 "مگر اس کا جو تھکانی حصہ" اس کے بعد علامہ سیوطی اسی صفحہ
 پر لکھتے ہیں۔

"حضرت عمرؓ نے کہا کہ سورہ براء نازل
 ہوئی تو ہم نے کہا کہ ہم صحابہ میں سے
 کوئی بھی ایسا صحابی باقی نہ رہے گا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی کیفیت
 نہ نازل ہو اور اسی لئے اس سورہ کا نام فاضحہ ہے۔"

سورہ فاضحہ

(تفسیر درمنثور جلد ۷ مطبوعہ مہر)
 اب فرمائیے آپ کے مطابق حسب نقل سیوطی
 درخروج محدثین بقول عمرؓ حذفہ قرآن میں ان آیات کا وجود آپ کے
 ہاں کبھی ثابت ہے یا نہیں ہماری روایت میں تو چند آیات کا ذکر ہے
 مگر یہاں تو یہ سورہ ہی غائب نظر آتا ہے۔
 اب نص خلافت کی تحریف کا حال بھی امام سیوطی سے سنئے۔
 "مفطرانہ ہیں کہ اخراج کیا ابن مردویہ نے اس مسعود سے کہ حدیث
 کے زمانہ میں ہم صحابہ اس آیت تبلیغ کو اس طرح پڑھتے تھے۔"

"یا ایہا الرسول بلغ ما انزل
 الیک من ربک ان علیا مولیٰ

نص خلافت علویہ

المومنین فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک
 من الناس" مگر "ان علیا مولیٰ المومنین"، کا جملہ موجودہ
 قرآن میں نہیں ہے۔

فرمائیے جب عہد نبوی میں بمطابق روایات اہل سنت اس فقرے

کی قراءت ہو تی تھی تو پھر اس کے اعجاز و تحریف کا کسی کو کیا حق تھا
مگر یہ جملہ آیت سے نکال لیا گیا جب سنیلوں کے ننہ دیکھ، ابن مسعود
راوی ثقہ، سید طی سینوں کا مسلم امام، در مشہور معتبر و مشہور
تفسیر، اس پر بھی لکھتے ہیں "علی" کا نام نکال دینے سے یہ مسئلہ
تحریف قرآن میں خود کو پاک و امن بنا دیتا یہ اوثان کے سپرد
اور کیا کھیل ہے؟

سننی الفاظ قرآن کو قرآن نہیں مانتے

جو قاضی جی نے ہمارے روایت میں سے بطور اعتراض نکالیں وہ
اُن کے ہاں ویسی ہی طرز پر نہ ہو رہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ کسی سننی اٹا پر یہ
شخص کو قرآن کے بارے میں بحث کرتا ہی نہیں دیتا کیونکہ
وہ تو عبارت قرآن اور الفاظ قرآن کو قرآن ہی تسلیم نہیں کرتے ہیں
بلکہ ان کے ہاں یہ قول ہے کہ "صرف معانی کا نام قرآن ہے۔؟ بہر حال
صرف معنی لائے پھر رسول نے عربی میں اس کی تفسیر کر دی۔"
ارتقان جلد ۲ ص ۲۴

پس اگر اہل سنت کے مطابق زمانہ رسول میں قرآن اصلی تھا تو
ان کی روایت سے ہی ثابت ہوتا ہے اس قرآن میں منافقین کی فیضی بھی
ضرور تھی اور علی کی ولایت و امامت بھی تھی۔

اب اس روایت سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی ہے کہ موجودہ
قرآن میں منافقین کی تنقیص اور امامت کی تصدیق کے آیات نہیں ہیں۔

کیونکہ روایت میں ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ ماسیحا اس کے کہ جو مصحفِ علوی تھا اس میں مفصل طور پر یہ آیات و تاویلات مندرج تھیں کسی کتاب میں ایک پیر کا بیڑا اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے کہ دوسری کتاب میں وہ چیز معدوم ہو کی تاوقتیکہ صراحتاً وضاحت نہ ہو۔ حضرت امیر نے یا کسی اور نے اس روایت میں یہ بات ہرگز نہیں کی ہے۔ منافقوں کے خلاف تمام آیات اور خلافت کے متعلق تمام نصیحتیں مصحفِ علوی کے علاوہ کسی دوسرے مصحف میں نہیں ہیں۔ بلکہ راوی نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ ان وجوہات کے باعث وہ مصحف قبول نہ کیا گیا۔ پس یہ کہنا کہ اس قرآن میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت حقیر کوئی نص نہیں پائی جاتی۔ بے وقوفوں کی جنت میں سیر کرنے کے مترادف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے رسالہ "اصول دین" المعرفہ میں شیعوں کو ہوا؟ میں نے آئمہ اثناعشریہ کی امامت کو قرآن مجید سے ثابت کیا ہے اور اگلی امتوں اور ان کے پیشواؤں کی نظریں اس لئے بطور دلیل پیش کی ہیں کہ آیتِ اختلاف میں یہ درکار کا یہی وعدہ ہے کہ وہ زمین پر خلیفہ اسی طرح بنائے گا جس طرح اس نے اس سے پہلے بنایا۔ آیتِ استخلاف پر یہ کہہ کر کہ مجد اسدال ہے جس کے جواب پر وہ اسی قبرہ آئمہ صفحہ ۱۱ میں آ رہا ہے اس لئے ہم اس بحث کو اس مقام پر پیش کریں گے تاہم قاضی جی کا یہ جیلنج ہم قبول کرتے ہیں کہ "اگر اس قرآن میں حضرت علیؑ سمیت بارہ آئمہ کی امامت و خلافت کا کہیں ذکر کسی آیت میں پایا جاتا ہے تو پاکستان کا کوئی شیعہ عالم اور مجتہد

ہمارے سامنے پیش کرے۔ ہالو! براہِ فہم ان کنتم الصادقین
سوال اغلاطِ قرآن کا تھا۔ جواب میں بحثِ خلافت چھیڑ دی وہ ہے سبحان اللہ
اس کے بعد قاضی صاحب نے مفروضہ قائم کیا ہے کہ اہول کافی
کی روایت کے مطابق حضرت علیؑ نے قرآن غائب کر دیا ہے۔ اس لئے وہ
نہ محض ممانعت ہو سکتے ہیں اور نہ خلیفہ رسول اور اس کے ضمن میں انھوں
نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۱ نقل کی ہے۔

حضرت علیؑ نے قرآن کو کیوں محفوظ کر لیا؟ | قاضی جی

سے پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ کون کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے قرآن غائب
اُصول کافی میں یہ کس مقام پر لکھا ہے کہ علیؑ نے قرآن کو غائب کر لیا
ہے جب کتمانِ حق ثابت ہی نہیں ہے تو عصمت و خلافت سے دستبرداری
کیسی؟

جن لوگوں نے قرآن مجید کو ٹھکرا دیا۔ قبول کرنے سے انکار کر دیا
اور حسبِ کتبِ سنہ تحریف کے مرتکب ہوئے وہ تو خلیفہ راشد کہلاتے ہیں
اور جو حق کو ظاہر کرے۔ اس پر عمل کی دعوت دے۔ اور ان کے مذہب
عوام کو بھانپ کر قرآن رسولؐ کی حفاظت کرے۔ وہ اس ایفاء سے
عہد اور احساسِ ذمہ داری کے بیچے میں اپنے اعزاز بھی کھو دے۔ یہی
آپ کا مذہب حق ہے۔ !

کتمان نہیں حفاظت کہے | کتمان تو جب ہو سکتا تھا اگر جناب
امیرِ قرآن کو لوگوں کے سامنے پیش
نہ کرتے۔ اس کا کفارِ فتنہ نہ کرتے۔ لوگوں کو دعوتِ تبلیغ نہ دیتے۔ جب

آپ نے یہ سب کچھ کیا لیکن لوگوں نے چشم پوشی کی تو اب بحیثیت محافظ قرآن آپ کا فرض منصبی تھا قرآن کی حفاظت کرنے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو حیدر علی سیال بعد نہ مانہ عثمان میں یہ مصحف بھی نہ رہا آتش کمر دیا جاتا یا آذر کوئی نقصان پہنچایا جاتا۔ پس قرآن المبین کی حفاظت کرنے اور یادگار رسول کو تاقیام قیامت محفوظ کرنا اور نایاب ہاتھوں کی رسائی سے بالادھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ہی قرآن کے صاحب حق یعنی محصوم اور وارث پیغمبر اکرم ہیں۔

سورہ بقرہ کی جو آیت قاضی جی نے نقل کی ہے اس کو گزشتہ صفحہ میں دوبارہ پڑھ لیجئے۔

یہ آیت اہل بیہود و فساد کی سے متعلق ہے جنہوں نے خدا کی نازل کردہ کتاب کے احکامات کو چھپایا اور ٹھکرایا لہذا خدا نے ان کو اپنے کلام ہی سے محروم کر دیا۔ اسی سنت الہیہ کے تحت جب مسلمانوں نے بے شرافتہ اگر تحت و تاج کے نشہ میں رسول کے نفس سے بمطابق نزول مصحف مشرہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور اپنی مرضی سے قرآن مرتب کرنے کی کوششیں کیں تو اس نے اس قرآن کے دیدار ہی سے ان نامرادوں کو محروم کر رکھا۔

ان قرآنی الفاظ کا وجود
عبدالکریم مشتاق کی توبہ

مزدہ تھے جنہوں نے گزشتہ لوگوں کی طرح اللہ کے کلام کو چھپانے کی نامراد کوشش کی مگر اللہ نے بھی ان پر لعنت کی اور لعنت کمر نے والے بھی ان پر بھیج و تمام لعنت ہے شمار کرتے رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بہر بہر

عبدالکریم مشتاق کی توبہ

کہنے والے لوگ اہل اسلام میں صرف تم ہی ہیں۔ اور کوئی دوسرا نہیں ہے مگر اس ہی آیت میں اللہ نے موقع رکھا ہے کہ اگر توبہ کمرہ کی جاوے اور اصلاح کمرہ کی جاوے تو اللہ بخشنے والا رحیم ہے پس عابرہ و گنہگار عبد الکرم محمد مشتاق نے عین عالم شباب میں ان تحریکات کمرہ نے دلوں کی "دوستی" رکھنے سے توبہ کمرہ کی اور ان میں شہزاد ہو گیا جو اللہ کے ساتھ ان ملحقین پر لعنت کرنے والے لوگ ہیں کہ وہ ہیں ہی اس لائق کہ انہوں نے کتاب اللہ پر دست درازی بھی کی اور سنت رسول کو بھی مجروح کیا۔ انہوں نے پچیس سال کا طویل عرصہ کتاب کو چھپانے میں صرف کیا وفات رسول کو چھپایا۔ حقوق آل محمد کو چھینا۔ جب کہ غلی نے دفن رسول سے فریفت کے فورا بعد کتاب کو مرتب کیا۔ مصائب یہ صبر فرمایا ساری عمر تبلیغ حق میں گزار دی اور حکمت کے وہ حتمی جواب دیئے کہ یہی دنیا تک کائنات کی سبب دہی کے لئے کافی ہیں۔ ان کے محافل ملو اور چلاتے رہے۔ قلم چلاتے رہے۔ سکہ کٹاتے رہے اور ان کی قربانیوں کا نہنگ یہ آئے گا کہ ان بارہواں جانشین اس دنیا جو رد ظلم کو عدل و انصاف سے بڑھ کر دے گا۔ ان کی فتوحات ارضی آج ویران آئنا۔ قدیمہ بن چکی ہیں مگر ان کی کامیابی یہ وہ افروز ترقی کر رہی ہیں۔

پس حضرت علی بن ابی طالبؓ جو نہ کہ امام منصوص اور خلیفہ بلا فصل ہیں۔

علی منصوص خلیفہ بلا فصل

پس اعلیٰ سنت الہیہ کے مطابق انہوں نے کلام الہی کو محفوظ کیا جس طرح خدا نے تورات و زبور و انجیل کی حفاظت کی اور منکرین کو ان کے دیدار تک سے محروم کر دیا۔ قرآن کا دعویٰ ہے اُسے صرف مطہر بن ہی مس کر سکتے ہیں پس

۱۲۸

اُسے آئمہ طاہرین ہی کی حفاظت میں دے کہ حضرت امیر نے حقدار تک حق منتقل کر دیا۔

اصول کافی کا امام مہدی سے مصدقہ ہونا عند التحقیق امر ہے اور ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اصول کافی صحیح ترین کتاب ہے ورنہ ہم آپ کی طرح اُسے بھی صحیح کہتے لیکن اس روایت کے مطابق امام معصوم خلیفہ فیصل علی ابن ابیطالب نے اپنے حقیقی نائب رسول ہونے کا ثبوت دیا ہے کہ عام حالات ہنگامہ میں عام آدمی سب سے پہلے اپنی قیمتی اور محبوب ترین شے کی حفاظت کرتا ہے کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ منصف ص امام نے جب یہ مشوب حالات اور خطر عزا کم دیکھے تو انھوں نے سب سے پہلے اپنے دائمی ساتھی قرآن کو محفوظ کیا اور دنیا پاک ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے بچا لیا۔ اُسے بیخون، اپنی اولاد کی شہادت، مال و زرہ کی پرواہ نہ کی مگر دین کی بنیاد کو بچا لیا۔

باقر شاہ کو دعوت غلو | سید باقر حسین شاہ صاحب نے اب متنب غلو نہ کر لیا ہو گا کہ سنی مذہب کے عقائد قرآن کے بارے میں کیا ہیں اور شیعہ قرآن کی کیسی تفسیر کرتے ہیں۔ شیعہ جس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اس کو نایک شخص جھوٹا کہہ سکتا ہے۔ جبکہ سنی جس قرآن کو مانتے ہیں اُسے بیشاب تک سے لکھا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے فتاویٰ قاضی خاں جلد ۳ صفحہ ۳۔

پس شاہ صاحب کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ عجیب غریب عقائد و مسائل سنی مذہب کے ہیں یا شیعہ کے۔

اب ہم سوال نمبر ۴ کا جواب لکھتے ہیں۔

۱۲۹

سوال نمبر ۱۰ - خلافت ثلاثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید کی آیت استخلاف سے استدلال (پیش) کیا جاتا ہے کیا صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی ایسی روایت ملتی ہے جو مرفوعہ اور متواتر ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ ہوں جس میں اصحاب ثلاثہ میں سے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیت استخلاف ہمارا ہی خلافت کی دلیل ہے۔ اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرط کے ساتھ مکمل نشانہ ہی کرائیے کہ سلسلہ روایت میں (ثلاثہ میں سے) کوئی ایک صاحب ضرور موجود ہوں۔

سائل کو صرف ایک ایسی روایت کی نشان دہی صحاح مطاب | ستہ میں سے درکار ہے جو مرفوعہ و متواتر ہو۔ اس کے سوا کہ راوی ثقہ ہوں اور اس کے سلسلہ روایت میں حضرات ثلاثہ میں سے کوئی ایک حضرت ضرور ہوں کہ کسی نے اپنی خلافت کے برحق ہونے کی دلیل میں آیت استخلاف کو پیش کیا ہو۔

قاضی مساکا کا جواب | (۱) یہ بھی سوال برائے سوال ہے۔ اس کی تحقیق مقصود نہیں کیونکہ ہمارا استدلال آیت استخلاف سے یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اور ایمان اور صالح عمل سے متصف تھے۔ اور گو اس آیت میں نام کسی خلیفہ کا بھی نہیں ہے لیکن اگر خلفائے ثلاثہ کو اس آیت کا مصداق قرار دیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت نبوت عطا کرنے کا وعدہ صحیح نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس حقیقت

۱۳۰

سے کو کوئی مخالف بھی انکار نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالترتیب حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت عثمانؓ ان کے بعد ان منصب خلافت کا یہ ممکن ہو گئے ہیں۔ ان کے بعد جو کچھ نمبر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بالفصل خلیفہ بنے ہیں۔ اب اگر حسب عقیدہ شیعہ خلفائے ثلاثہ کو یہ حق خلیفہ تسلیم کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا اور نہ بجائے مومنین کا یس کے مستحق ہونے کی جگہ غیر مستحق افراد منصب خلافت پر قابض ہو گئے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت سے پہلے تقریباً ۲۲ - ۲۵ سال کا طویل عرصہ کسی بالفصل خلیفہ سے خالی رہا۔ تو اس صورت میں کون صاحب عقل و ہوش مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ آیت استخلافہ من اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اور جب اس وقت کی تمام اہل سنت مسلمہ اس حقیقت کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ ان خلفائے ثلاثہ نے اپنے اپنے دور خلافت میں دین اسلام کو استحکام عطا کیا ہے اور علیہ السلام کا اس وجہ کا یہ کہ قیصر و سیدی کی حدیثوں کی طاعت و طاعتوں کو ان خلفائے اسلام نے نیست و نابود کر دیا۔ لہذا ان حضرات کو اس بات کے اعلان کی کیا ضرورت تھی کہ آیت استخلاف کی پینٹل دی جا رہی تھی۔ مثلاً ایک شخص آگے کھڑا ہے اور ہزارا ہزار مسلمان اس کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں تو اب اس امام کے لئے اس اعلان کی کیا ضرورت ہے کہ لوگو! میں مثلاً امام ہوں اور میں نے تم کو نماز پڑھانی ہے۔

(۲) اور اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ فرما دیں کہ آیت استخلاف کا مصداق فلاں ہیں تو پھر حضرت علی کے متعلق خلیفہ بلا فضل

(۱۳۱)

کا عقیدہ رکھنے والوں کے لئے خلفائے ثلاثہ کی خلافت بلاشبہ کے انکار کے لئے کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے چنانچہ انج البلاغہ میں اس امر کی تصریح پائی جاتی ہے کہ فاطمہ کی جنگ کے لئے حضرت عمر فاروقؓ کا بیٹا بننے پر جب بنفس خود دستبردینے جانے کے متعلق حضرت علیؓ المرتضیٰؓ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا :-

ان هذا الامر لم يكن نصرا ولا خذلانا بل كثره ولا يقدما ولا هودينا اللہ الذی اظهرہ وحینہ الذی اعدہ واصدہ
سختی بلع ما بلع وطلع وخن علی موعود من اللہ واللہ ما یخون وصدقہ
وذا امر جنندہ الخ۔

ترجمہ :- اس امر میں کسی کامیابی اور ناکامی (فتح و شکست) تشکری کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ اور وہ اللہ کا دین ہے۔ جس کو اس نے غالب کیا ہے۔ اور اسے اس کا شکرت ہے۔ اس کو اس نے ہر ایک کیلئے ہے۔ اور یہی ہے جس کی بے بسیجی جہاں تک کہ پہنچا۔ اور طلوع اللہ جس عینیت سے کہ وہ ظہور ہوا (اور درود اللہ پر پھیل گیا) اور ہم لوگوں سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے۔ اور اپنے لشکر کی مدد کرنے والا ہے۔ اس کے یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے جس وعدے اور اس کے پورا کرنے کا ذکر فرمایا یہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت کثرت استخلاف میں مذکور ہے۔ چنانچہ علامہ مہتمم بحرانی نے اپنی تفسیر انج البلاغہ میں الفترت علی کے مندرجہ اتراد کے تحت لکھا ہے کہ :- ثم وعدنا بمعودہ وهو النص والخلیفۃ والاختلف فی الامر فی ملأ

قال "وعلى الله الذين آمنوا عملكم وعملوا الصالحات ليستخلفهم
في الارض كما استخلف الذين من قبلهم الايتنه - وكل وعد
من الله فهو منجز العزم الخلف في خبره"

ترجمہ: بھلا اللہ نے جو تم سے وعدہ فرمایا ہے وہ نقصانہ علیہ ادا نہ

ملک میں خلیفہ بنانے کا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا اس آیت میں "وعلی
اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کیا
استخلف الذین من قبلہم اور اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ ضرور پورا ہوتا
ہے کیونکہ اس کی ہر بات خیر کے خلاف کوئی بات نہیں ہو سکتی۔
حضرت علی المرتضیٰ کے اس ارشاد سے واضح ہو گیا کہ آپ آیت
استخلاف کا مصداق حضرت عمر فاروق کی خلافت کو قرار دیتے تھے
اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ نے غزوہ نہدوم میں حضرت عمر فاروق کو مشورہ
دیا ہے جس سے حضرت فاروق کا حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک خلیفہ

لے مشہور ہے۔ مفسر نے اس آیت استخلاف کا ترجمہ حسب ذیل
کیا ہے۔ ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور بھولنے سے
نیکی عمل کئے۔ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں
جانتی بنائے گا جیسے کہ ان سے پہلے لوگ جو جانتی بنایا تھا اور ضرور ان کے
زمین کو جو اس نے ان کے لئے تیار کیا ہے۔ ان کی خاطر یا پھر ان کو
اور ضرور ان کے خوف کو اس سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری
عبادت کریں گے۔ اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ خود
اس کے بعد ناشکر ہی کہہ رہے تھے۔ پس نا فرمان نہ ہوں گے۔ (ترجمہ مقبول)

برحق ہونا ثابت ہے لیکن بخلاف طوالت اس عبارت کو ہم یہاں پیش نہیں کرتے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ نچے ابلاغتہ حضرت علی المرتضیٰ کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جس کے متعلق شیعہ علماء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ لفظ بلفظ حضرت علیؑ کے ہی ارشادات ہیں اگرکہ اپنی مستند کتابوں سے بھی شیعہ علماء حضرت علی المرتضیٰ کا ارشاد تسلیم نہیں کرتے تو بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے واللہ اعلم بالصواب۔

قاضی جی کے جواب کا اوّل
سائل کی جوابی گزارش

سوال، برائے سوال ہے یعنی برائے جواب نہیں دوسرے الفاظ میں عجیب لا جواب ہے۔ میں نے جو مشروط روایت دریافت کی ہے قاضی جی کو دستیاب نہیں ہے لہذا سوال اپنے مقام پر اسی طرح محتاج جواب ہے۔ البتہ حجت پرانہ ہی اور کبھی مدار پر مبنی قاضی صاحب کا طویل بیان محض الزامی گفتگو ہے جو موضوع سے تعلق نہیں رکھتی۔ تاہم اس پر تبصرہ کرنا باجودیکہ لانا ہم نہیں پھر بھی ہم اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ قاضی جی نے دے دے الفاظ میں تو اعتراف کر لیا ہے کہ ائمہ استخلاف خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لئے قطعی دلیل نہیں محض ظنی ہے کیونکہ بقول ان کے اگر حضرات ثلاثہ کو اس کا مصداق قرار نہ دیا جائے تو وعدہ صحیح ثابت نہیں ہوتا ہے اگر قاضی صاحب نے اصل کتاب "ہزارہ مہماری دس ہزار" کو مشرف مطالعہ عطا کیا ہوتا تو وہ اپنے مباحثہ کے لئے کوئی نیا رخ اختیار کرتے کیونکہ ان توضیحات کا جواب پہلے ہی دیا جا چکا تھا لہذا غلط کریں اعتراض ۱۹۲ تا اعتراض ۲۱۵ تک کے جوابات۔

آیت استخلاف

کو چاہا یا نہی

مذہب سے

آیت استخلاف میں خلافت کا مفہوم

پہلے سنا رکھئے بھٹاڑ بھٹاڑ کر اپنے خلیفوں کی خلافت کے حق میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں لیکن اگر انصاف و تدبیر سے اس آیت کو سمجھا جائے تو یہی آیت ان کی امیدوں پر پانی پھیرنے کے لئے کافی ہے لہذا ہم مختصراً چند امور مبہمہ کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔

۱۔ آیت میں خلافت سے کیا مراد ہے؟

ب۔ وعدہ استخلاف کن لوگوں سے کیا گیا؟

ج۔ وعدہ کب پورا ہوا؟

د۔ اس آیت کی شان نزول کیا ہے؟

ہ۔ پہلے استخلاف سے کیا مطلب ہے؟

و۔ کیا ثلاثہ مطلوبہ اور صاف سے متصف ہیں؟

اسلامی اصطلاح میں جہب لفظ خلافت یا خلیفہ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد حکومت ارضی یا حاکم و بادشاہ ہوتی ہے لیکن قرآن مجید میں یہ لفظ لغوی و اصطلاحی دونوں معنوں میں وارد ہوا ہے جبکہ لغوی معنی اس کے کسی کی جانشینی و قائم مقامی ہوتے ہیں پس مراد و مقصود اخذ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن حالیہ و مقالیہ اور بالخصوص تفسیر و تشریح کا لحاظ رکھا جائے۔ چنانچہ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اس آیت میں استعمال کردہ لفظ پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اس خلافت سے مراد تخت نشینی

نہیں بلکہ نیابت و قائم مقامی مقصود ہے یعنی کسی فرد یا گروہ کی جگہ پر
ان کے ملک و ملک پر تسلط ان کے دیار و امصار پر غلبہ - چنانچہ
تفسیر جلالین میں ہے کہ لیستخی لفظ ہم فی الاسرار کا مطلب یہ ہے
کہ بد لاء عن الکفار یعنی اللہ مسلمانوں کو کافروں کی زمین کا وارث
بنادے گا۔ اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ
وہ اسلام کی مدد کرے گا۔ اور مسلمانوں کو کافروں کی زمین کا وارث
بنائے گا۔ تقریباً یہی معنی تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل ابن کثیر میں
ہیں کہ مسلمانوں کو کفار کی زمین کا جانشین بنائے گا۔

موجود امت ہے قاضی جی کا خیال ہے کہ یہ وعدہ جو
مومنین سے کیا گیا اس کے مصداق

حضرات ثلاثہ ہیں لیکن قاضی صاحب کے ہی ہم مسلک علماء کا محتاج
یہ ہے کہ اس سے مراد جملہ صحابہ مومنین اور بعد کے تمام مسلمان ہیں۔
مثلاً تفسیر کشاف - بیضاوی - خازن - اور مدارک وغیرہ میں ہے
کہ گو اس آیت کے مخاطب آنحضرت و موجود صحابہ ہیں مگر اس میں
"من" بیانہ ہے لہذا وعدہ جمیع امت سے ہے۔ چنانچہ تفسیر ترجمان
القرآن اور فتح البیان میں ہے کہ یہ وعدہ جمیع امت کے لئے ہے
بعض کے لئے نہ دیک صحابہ سے خاص ہے مگر اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ
ایمان و اعمال صالحہ چیز اصحاب ہی کے لئے خاص نہ تھے بلکہ اس کا واقعہ
ہونا اس امت کے ہر فرد سے ممکن ہے۔ اور اس شخص کا قول بہت
بعید ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء اربعہ کے لئے یا
مجاہدین کے لئے یا یہ کہ ارضی سے مراد ارض مکہ ہے اور تقرباً پہچان چکا کہ

۱۳۶

اعتبار الفاظ کے غموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا۔

(فتح البیان - لواب صدیق حسن خالقا جلد ۱۳۳)

اب یہ بات بھی غور طلب ہے کہ خلافت کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس سے مراد

خلافت کلی ہے یعنی یہ کہ تمام لوگوں کے

زمین سے کفار و مشرکین کا خاتمہ ہو جائے گا اور مسلمان ہی ان کے اموال

و املاک کے وارث و جانشین ہوں گے جیسا کہ آیت مبارکہ ہوالذی

ارسل رسولہ بالحدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ کا

مقصد ہے۔ یا اس سے مراد خلافت جزوی ہے۔ یعنی صرف بعض کفار کی

زمین و جائیداد پر سلطان قابض ہوں گے اگر مراد خلافت کلی ہے تو پھر

تا پہنچنا ایسا زمانہ کبھی معرض وجود میں نہیں آیا اور وعدہ ابھی تک

پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ بلکہ یہ وعدہ ظہور مہدیؑ و نزول مسیح

کے وقت پورا ہوگا۔ اور یہ بات متفق بین الفرقین ہے۔

جزوی وعدہ ہمدستائیس پورا ہوگا

اگر مراد جزوی

خلافت ہے

اور ایسا ہی

ہے قیہ وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حین حیات میں فتح

مکہ کے بعد پورا ہو گیا اور یہی بات اسلامی کتب احادیث و تفاسیر

سے ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر درمستور - خازن، ابن ہبیرہ

فتح البیان وغیرہ میں ہے کہ آیت زیر بحث اس وقت نازل ہوئی جب

صحابہ جنگ و جدل اور خوف و ہراس سے دل برداشتہ ہو کر بارگاہ

نبوی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم ہمیشہ خائف و متہ سال ہی رہیں گے یا کبھی ایسا بھی دن آئے گا کہ ہم ہتھیار اتار دیں گے اور امن و اطمینان کی زندگی بسر کریں گے چنانچہ اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے خدا نے اپنے پیغمبر اور اور صحابہ سے جو وعدہ کیا تھا وہ حنفیہ کی حیات میں ہی پورا کر دیا گیا کیونکہ آپ کی وفات سے پہلے مکہ اور بحرین باقی جزائر عرب و یمن وغیرہ فتح ہو گئے تھے (مدارج النبوۃ) علامہ وحید الزماں نے اپنی تفسیر وحیدہ میں لکھا ہے کہ "یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا۔ اور مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عرب کے کافروں سے بے فکر رہی ہو گئی۔ اس طرح تفسیر ترجمان القرآن میں ہے کہ "اور پورا کیا یہ وعدہ اللہ تبارک و تعالیٰ الحمد والمنة ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہ ہوئے تھے کہ اللہ نے فتح کر دیا کہ آپ کے واسطے کہ اور خلیفہ اور بحرین اور عرب کا کلی جہنمہ پھر وہ با امن ہوئے اور ہتھیار رکھ دیئے۔ من بیان کے لئے ہے۔۔۔۔۔ یہ قول صحیح ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ خوف کی جگہ امن رکھ دے گا اور چلے جائیں گے ان سے خوف کے اسباب جس میں وہ ہیں اس طرح سے کہ ڈریں گے مگر اللہ سبحانہ سے۔"

(ترجمان القرآن ص ۱۷۱)

اب رہی یہ تفسیر کہ اللہ نے اس آیت میں جو شرط وعدہ | یہ فرمایا ہے کہ میں تم کو اس طرح خلافت ارضی عطا کروں گا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو دیا ہے اس تشبیہ سے کیا مطلب ہے۔ سہ ظاہر ہے کہ کائنات میں شروع سے یہ سلسلہ جاری

کہ نور کے ساتھ تاریکی ایمان کے ساتھ کفر اور ہدایت کے ساتھ گمراہی کا ٹکراؤ رہا ہے تاریکی سے ناپسند ہے کہ باطل کی طاغوتی طاقتوں نے منہ میکر حق کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔ کبھی باطل کو بنیاد پر تسلط بھی حاصل نہ ہاں کہ حسب سنت الہیہ آخر کی فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔

قسم لڑج نے حضرت لڑج علیہ السلام کہ اس قدر ستایا کہ آپ نے عذاب کی سفارش فرمادی مگر یہ قسم بالآخر صفحہ ہستی سے نابود ہو گئی یہی مشر قوم لوط و قوم صنایع وغیرہ کا ہوا۔ فرعون اپنی فرعونیت سمیت ڈوب مرا۔ چنانچہ اسی طریقہ جاریہ کے تحت اللہ نے مسلمانوں کو تسلی دیا کہ جس طرح پہلے ظالموں کو نیست و نابود کر کے ان کے احوال کا وارث حق پرستوں کو کیا گیا اسی طرح اب اسلام دشمنوں کو مغلوب و مقہور کر کے تم مومنوں کو ان کا وارث بناؤں گا چنانچہ قرآن مجید میں ان واقعات کا ذکر اس طرح ہے۔

(۱) سورہ اعراف میں ہے کہ "اور یاد کرو جب (اللہ) نے تمہیں (قوم) لڑج کے بعد سردار بنایا اور تمہیں زیادہ پھیلا دیا۔
(۲) اسی سورہ میں ہے کہ اور یاد کرو جب (اللہ) نے تم کو (قوم) عاد کے بعد سردار بنایا اور نہ بین یہ آباد کیا۔

(۳) اسی سورہ میں ہے کہ "اور کہنا قریب ہے کہ تمہارا رب ہلاک کرے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ بنائے تم کو نہ میں اور پھر دیکھو کہ تم کہہ کیسے کام کرتے ہو۔

علیٰ ہذا القیاس ان نظروں سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ ہمیشہ دشمنان

۱۳۹

دین کو مغلوب و مغرور کر کے اہل ایمان کو ان کی جگہ قائم مقام لا تارہا ہے
اسی طرح اس نے وعدہ کیا کہ اُمتِ مسلمہ کے ساتھ سچی ایسا ہی کرے
گا چنانچہ بلاشبہ آنحضرت کی حیات پاک ہی میں اللہ نے اپنا وعدہ
پورا کر دیا۔ واضح ہو کہ جو الفاظ آیت اختلاف میں موجود ہیں
وہی الفاظ ان آیات میں ہیں جن کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے۔

پس ان تنقیحات کی روشنی میں یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی
ہے کہ اس آیت کا تعلق حضراتِ ثلاثہ سے درود کا بھی ثابت نہیں
ہوتا۔ اس آیت سے مراد کل اُمت ہے اور نہ ثلاثہ کو اس کا

مصدق قرار دینا محض تفسیرِ بالرائے ہے اور نہ یہ بات دونوں فرقوں
میں مسلمہ ہے کہ تفسیرِ بالرائے کا ارتکاب جہنم میں جانے کی سزا دیتا
ہے۔ مگر ثلاثہ پرستی اور رائے دہی و بہر کی عقیدت لوگوں کو آخرت سے
غافل کر دیتی ہے اور حقائق کی مسجورگی کے باوجود آیت کا مصداق
اصحابِ ثلاثہ ہی کو بتاتے ہیں۔

اس مسئلہ پر میں نے "ہزار مہتابی دس ہماری" میں ان تجرباتی
کا مفصل ذکر کیا ہے جو حضراتِ ثلاثہ کو اس آیت کا مصداق ماننے
سے روکتی ہیں چنانچہ مختصراً ان کا اعادہ کرتا ہوں۔

۱۔ آیت میں "وعد اللہ" بصیغہ ماضی ہے جو مستقبل
پر حاوی نہیں اس لئے خلفاء کا اس سے کوئی تعلق
نہیں ہے۔

۲۔ فتح مکہ کے بعد یہ وعدہ جزدی طور پر آنحضرت کی زندگی میں

۱۴۰

بول رہا ہو گیا اور کئی وعدہ نہ مانہ آئندہ میں لا وقت امام مہدی علیہ السلام کا۔
۳۔ اگر وعدہ صرف ثلاثہ کے لئے مان لیا جائے تو چار کے علاوہ باقی
تمام صحابہ غیر مومن و غیر صالحین مقتول ہوں گے یا وعدہ عارضی ہوگا
کیونکہ خلفائے راشدین کے بعد فاسقین بر سر اقتدار آئے۔ اور یزید
و ولید جیسے لوگ خلیفہ بن گئے۔

۴۔ وعدہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس طرح خلیفہ بنائے گا کہ
جس طرح پہلے بنایا جسکے پہلے کبھی بھی رسول یا نبی کی وصایت کسی صحابی اُمتی
کو حاصل نہ ہوئی نہ ہی کوئی اجماع یا مشورہ یا جہوری رائے شکاری ہوئی
۵۔ وعدہ میں دین کی یا اللہ کی ضمانت ہے مگر بعد از رسول
زمانہ ثلاثہ میں اُمت میں فتنے اُٹھے اور ازدواج و زکاة کے ہنگاموں
سے لے کر قتل عثمانی کے غزوہ تک اُمت میں برسرِ پیکار رہی یا
فوج کشی میں مصروف رہی اور دن بدن تفرقہ بازی کا شکار
ہے۔ !

۶۔ سارا بعد ثلاثہ جنگ و فتوحات میں گزرا اور حالات جنگ
کو ہنگامی حالت کہا جاتا ہے نہ کہ نہ مانہ امن !
اگر تحتِ نشین ہو جانا ہی خلافتِ الہیہ پر متمکن ہوتا ہے تو پھر
بتائیے کہ خرمہ، فرعون، اور یزید اقتدار پر قابض تھے جبکہ حقیقی
خلفاء بنظر ہر محروم تھے۔ اور اگر فوج کشی اور جو جس ملک گیری کو
استحکام دین سمجھ لیا جائے تو خلفاء سے زیادہ مالک اور فاتحین
نے فتح کئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ فرعون اس زمین پر غالب
تھا۔ (القصص)

عذر غیر مقبول

خلفاء کے آیت استخلاف کو پیش نہ کرنے کا باعث قاضی حجانے یہ فرض کیا ہے وہ تحت پر تشریف آورے تھے اور جب کسی امام کے پیچھے ہزاروں مقتدی بنانہ پڑھ رہے ہوں تو اسے ایسے امام ہونے کا اعلان کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ خدائی خلیفہ علائہ اپنی خلافت کا اظہار کرتے ہیں ہر نبی نے اپنے منصب نبوت کا اظہار کیا۔ اگر صرف بادشاہ بن کر غلبہ حاصل کر لینا ہی خدائی خلافت کے حصول کی دلیل ہوتا ہے تو پھر عمرو کی خلافت تسلیم کر کے ابراہیمؑ کی امامت کا انکار کیجئے۔ فرعون کو خلیفہ مانئے اور موسیٰؑ کی نیابت کو جھٹلا دیجئے۔ یزید کو برحق خلیفہ مان کر حسینؑ کو ناصب کی طرح باغی قرار دیجئے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی تکذیب کیجئے کہ انھوں نے منافقت غلط کہا۔

شاہ ہست حسین، بادشاہ ہست حسین!
وین ہست حسین، دین پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقاً کہ بناؤ لالہ ہست حسین

خلفاء ثلاثہ سے لا تعلقی

قاضی صاحب آج صدیوں کے بعد آپ کی تفسیر بالبرائے کوئی وزن نہیں رکھتی ہے کیونکہ خود آپ کے ممدوحین حضرات ثلاثہ کے اعمال سے یہ پورے کا طرح ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا ان سے

۱۳۲

کسی طرح کا کوئی واسطہ نہ تھا اسی لئے جب ہنگامہ سقیفہ میں حضرت ابو بکرؓ کو بادشاہ بنایا گیا تو مخالف اصحاب انصارین کو یہ کہہ کر حریص کر لیا گیا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے ”الآنمے من القرآن“ حالانکہ اگر اصحاب یا حضرت ابو بکرؓ کے علم میں یہ آیت ہوتی تو اپنی حمایت میں اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے۔ اگر حضرت عمرؓ کو اس آیت کا اپنے بارے میں نازل ہونا معلوم ہوتا تو ہرگز نہ کہتے کہ ابو بکرؓ کی بیعت فتنہ ہے اللہ نے اس کے شر سے محفوظ رکھ لیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی نامزدگی کے لئے حضرت عمرؓ کو کسی وصیت کے ارقام کی ضرورت نہ پڑتی پس آیت قرآن کی طرف اشارہ کافی ہوتا۔ نیز حضرت عمرؓ کو اپنی موت کے وقت چھ رکنی کمیٹی کے تشکیل کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوتی علانیہ حضرت عثمانؓ کو اپنا ولی عہد فرما جاتے۔ ان تاریخی حقائق کی روشنی میں آپؐ کی غلط عقیدت پر مبنی برقیاس آراء کی ہرگز صحیح قرار نہیں پاسکتی پس اللہ کا وعدہ تو حضورؐ ہی کے عہد میں پورا ہو گیا اور ثلاثہ کو اس عہد سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔

قاضی صاحب نے اپنے

عبارت نہج البلاغۃ کا جواب

کے حوالہ سے حضرت امیر علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے اس کا جواب میں نے اپنی کتاب ذکا و الافہام بحواب جلال الانام یعنی سنہ صدار کی ایک نوہار کی، میں لکھا ہے۔ اللہ کا دین ہر دور میں غالب ہے خواہ وہ دور عمر ہو یا دور پزیدہ۔ دین کا مغلوب ہونا امر محال ہے۔ مولا علیؑ کے اس فرمان سے دراصل حضرت امیرؓ کی شان ولایت ظاہر ہوتی ہے۔

جواب: اولی الامر کا ارشاد ہے کہ یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے ظاہر کیا ہے۔
یعنی باوجود تصرف حکومت کے حاکم صاحب تاج و تخت و اقتدار
مجبور ہے کہ وہ ہادی بہ حق سے مشورہ لے لے اگر حضرت علی کا مقصد و
حضرت عمر کی خلافت و حکومت کی حقانیت کی تائید ہوتا تو آپ حکومت
یا حکمران کی شان و تعریف بیان کرتے نہ کہ دین کی اہمیت کا اظہار
فرماتے۔ دراصل ارشاد مولا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے حق کو ظاہر و غالب
کیا ہے۔ دین حق کو غلبہ عطا کیا ہے کہ حاکم غاصب مجبور ہو کہ جاہ و شہم
کے باوجود حجت خدا جو کہ گواہ نشین ہے کی چو کھڑک بد سر نیانہ تسلیم
نہم کہ رہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کا دین غالب ہے۔ اور حکومت
نہ کہ حقیقی وارث دین کے سامنے مغلوب ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا
”حق علی موعود من اللہ“ کہ ہم سے اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے،
تم سے نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ موعود من اللہ آئمہ طاہرین ہیں نہ
کہ غیر معصوم حاکم۔!

عمر نگاہ علی میں واضح ہو کہ حضرت امیر المومنین کا یہ ارشاد
حضرت عمر یا ان کے لشکر کے لئے نہیں ہے بلکہ
آپ نے لشکر اسلام کے لئے فرمایا ہے گفتگو ماضی کے حیفہ میں ہے۔
اور بنا برت دین کے غلبہ کی ہے۔ حضرت عمر کے بارے میں تو آپ
نے فرمایا ہے کہ

”عمر، اس دنیا سے اس حال میں گھٹت ہو کہ لوگوں کو گونا گوں
راستوں پر ڈال دیا جہن میں گمراہ راہ پاب نہیں ہو سکتے اور راہ یافتہ
یقین پر قائم نہیں رہ سکتے“ ماہج البلاغہ صفحہ ۶۲

پس جب اس کلام کا تعلق حضرت عمر کی ذات یا ان کی حکومت سے
 ہی نہیں تو پھر ان کی خلافت کے برحق ہونے کا ثبوت کیونکر ہو سکتا
 ہے یہی وجہ ہے سیدہ علماء نے حضرت ثانی کی خلافت کو تسلیم نہیں
 کیا ہے لیکن ان کے امام معصوم نے آنجناب کو مختلف راہوں پر
 ڈالنے والا حاکم قرار دیا ہے۔ پس جب یہ معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا
 گیا ہے تو پھر ہم بے خوف ہو کر یہی جواب دیں گے کہ اے ذات قدوس
 تیرے مرنے نے اس حاکم کو ایسے الفاظ میں یاد کیا کہ ان کی وجہ سے گمراہ
 ہدایت سے محروم رہتے ہیں اور ہدایت یافتہ یقین سے۔ پس یہ صفا
 تیرے مقرر کردہ خلیفہ کی ہم نے کبھی مشنی نہیں۔ اس لئے باوجود اس
 حقیقت کے کہ وہ کدھی اقتدار پر نہ ہا ہم کدھی ہدایت کے لائق اسے
 اعتقاد نہیں کرتے رہے۔ اسے حاکم الحاکمین سانب کا کما راستی سے
 ڈرنا ہے ہم نے فرعون، قارون، فرود، سندد کی عظیم الشان سلطنتوں
 کی چمک سے لوگوں کو اندھا ہونے دیکھا ہے لہذا وسعت ارضی اور
 عریب درہ ہمیں مرعوب نہ کر سکے۔ ہمیں تدرہ سند، ہدایت، علم و
 عرفان اور معرفت حقیقی کی طلب تھی جو تیرے رسول کے گھر میں تقسیم
 ہوتی تھی اور ہر سائل کو اس کے ظرف و ضرورت کے مطابق وہاں
 سے اتنا ملتا تھا جو دوسروں سے بے نیاز بنا دیتا تھا۔ لہذا ہم نے
 وہ درجہ چھوڑ کر ایسی درجہ بدرجی اختیار نہ کی کہ جہاں گمراہی کی صورت میں
 ہدایت سے محرومی کا خدشہ تھا۔ اور ہدایت یا بی کی صورت میں عدم
 یقین کا خوف تھا تو ہمارے نیتوں سے اور مدارج خلوص سے بہتر
 واقف ہے کہ تیرے رسول کے حکم کے مطابق ہم نے اپنا ہادی اس ہستی

کو مانا جسے ترے محبوب نے کہا -
 "علیٰ حق کے ساتھ ہے اور حق علیٰ کے ساتھ ہے۔ اے اللہ

پھیر دے حق کو اور جب مصر علیٰ پھیر جائے۔"
 یہ فرمان رسول صرف شیعوں کا ہی نہ تھا بلکہ ثلاثہ و خصوصاً
 جناب عمر کے پرستار بھی اس کو ٹھیک کہا کرتے تھے لہذا دونوں طرف کا
 مسلمہ ہم نے پہلے باندھ کر وہی راہ اختیار کی ہو "حق" کے ساتھ ہی بلکہ
 حق کے متبوع کی راہ تھی۔ اب اگر ہم قصور وار ہیں تو تجھے اختیار
 و اقتدار حاصل ہے ہمیں سزا دے یا بخش دے یا جزا دے۔

فتوح مضمحل
 تہذیب کو کہ ہم کو یہ مشورہ ضرور دیتے
 تھے کہ ان کے مدد و روح نے بڑے بڑے ممالک

فتح کر کے وہاں اسلام پھیلایا ہے مگر جب ہم ان ہی کے علماء کے
 ایسے فتوے پڑھتے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمینیں مغیروں
 ہیں تو ہم اس جال میں پھنسنے سے بچ گئے۔ اور یہ طعنہ کہ "اسلام تلوار
 کے زور سے پھیلایا ہے" ہم پر واقعت نہ کر سکے کیونکہ تیرے رسول
 نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی ہے کہ بزورِ شمشیر فتح کشتی کر کے اسلام پھیلایا
 جائے۔ پس جب یہ فتوحات ہی اسلام سے رشتہ نہیں رکھتے تھے تو ہم
 ان کو مفید کیسے جان لیتے۔ ان عارضی کامیابیوں نے تو دائمی نقصانات
 پہنچائے ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ
 "افعال قباحہ کو قذارت و تمکین بندے پر بخشا اسی (رحمہ)
 کا کام ہے۔" لفظ اثنا عشریہ (تیرہ) اس جملے کا مجزیہ

۱۲۶

کرتے ہیں تو نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اہل سنت صدور برائیوں کا بارہی تعالیٰ سے تجویز کرتے ہیں اس تجویز سے ذات خداوندی کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے عقلاً جواب دیں کہ یہ عقیدہ کیونکر معقول ہے ؟
حکفہ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز کا حکم یہ

مطلوب :- کہ وہ جملہ حیس کا ماحصل یہ ہے کہ بندے کو گناہ کرنے کی قدرت و تمکین اللہ سے ملتی ہے کا جواب تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ برائیوں کا صدور بجانب خدا ہے جس سے ذات باری کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے لہذا اس عقیدہ کی معقولیت پر دلائل درکار ہیں۔

(۱) سائل نے حکفہ اثنا عشریہ مترجم اللہ دوسرے یہ عبارت نقل کی ہے :- **جواب :-** نقل کی ہے حالانکہ اس میں کتابت کی غلطی پائی جاتی ہے لیکن سائل نے بلا فہم اس کو سوال میں نقل کر دیا ہے اگر وہ اتنی فہم رکھتے تو اس اللہ و عبارت کی تصحیح کر لیتے اب بھی ان پر لازم ہے کہ وہ صحیح عبارت پیش کریں۔

(۲) اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ **قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهْمُاسُ** کہ فرما نہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد اور غالب ہے۔ (یابہ ۱۳ - سورۃ المرعدہ ۲)

(۳) اللہ تعالیٰ نے ہی اچھی یا بُری چیز کو پیدا کیا ہے مثلاً ابلیس کو بھی اُسی نے پیدا کیا ہے اور خنزیر کا پیدا کرنے والا ہی ہے۔ اگر شیعوں کا بھی یہی عقیدہ ہے تو پھر اگر کوئی غیر مسلم یہ اعتراض کرے

۱۲۷
 کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان اور خنزیر کو کیوں پیدا کیا ہے۔ اور یہ کہے کہ اس
 مجسمہ شر مخلوق کو پیدا کرنے کی وجہ سے یہ لازم آتا ہے کہ العیاذ باللہ
 اللہ تعالیٰ میں شر پائی جاتی ہے تو شیعہ علماء اس کا کیا جواب دیتے
 (۲) اور جب ہر چیز کا خالق (پیدا کرنے والا) اللہ ہے تو خنزیر و شر بھی تو مخلوق
 ہیں اگر مخلوق میں تو ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اس حقیقت
 کا اعلان بھی خود اس نے قرآن حکیم میں کر دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا واللہ
 خلقکم وما تعلمون، (یا رہ ۲۳ سورۃ الصافات ع ۳) اور اللہ
 تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اس کو بھی (اس نے
 پیدا کیا ہے۔) یہ قول دراصل امام ابوحدیدین حضرت ابراہیم خلیل اللہ
 علیہ السلام کا ہے۔ جو بالکل حق ہے اور اسی کے مطابق اہل سنت
 و اجماع کا عقیدہ ہے اور حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
 نے تحفۃ المشاعر میں اس مسئلہ کی مدلل وضاحت فرمادی ہے۔
 اگر مسائل اس کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں خلق قدیم
 نہیں ہے بلکہ کسب قدیم قبیح ہے اور اگر مسائل صاحب خلق اور کسب
 میں فرق نہیں کر سکتے تو ایسے علمی مسائل میں دخل دینے کی کیا
 ضرورت ہے؟

(۳) اگر شیعہ ان کے افعال و اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ کو نہیں
 مانتے تو ان کے افعال کا خالق کون ہے اگر خود وہ انسان ہے تو
 وہ اس پہلو سے خالق بن گیا۔ جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر انسان
 من وجہ خالق ہے۔ تو پھر ایک خالق تو نہ رہا۔ بلکہ شیعہ عقیدہ کے
 تحت بے شمار خالق ہوں گے۔ العیاذ باللہ۔

۱۴۸

(۴) ایک انسان جو دہریہ کہہ لیا ہے۔ لہذا اس کا کربیب ہے۔ جس کی بناء پر اس کو شرعاً جو دہریہ کہے جسے ہم کی سزا دی جائے گی۔ لیکن جس ہاتھ سے اس نے جو دہریہ کی ہے اس میں قوت نہ رکھنے والا کون ہے۔ صرف ایک اللہ۔ تو اعتراض تو یہاں بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جو دہریہ کے ہاتھ کو کیوں طاقت دی تھی اس کو دیکھنے، سننے اور چلنے پھرنے کی کیوں قوت عطا کی تھی اگر اللہ تعالیٰ اس کو یہ جسمانی قوتیں نہ عطا کرتا تو وہ جو دہریہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ تو کیا اس بنا پر اللہ پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے ہر گز نہیں۔

(۵) سائل صاحب کو مجاہد اہل سنت کے ایک صحیح عقیدہ پر اعتراض کرنے کے اپنے مذہب کے مشہور عقیدہ بدایہ غرہ و فکرم کہنا چاہیئے تھا جس سے اللہ تعالیٰ کا الہیاذ باللہ جاہل ہونا لازم آتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس عقیدہ بدایہ بھی حسب مقام تبصرہ کر دیا جائے گا۔ یہاں صرف ترجیح دلا دی ہے۔

جواب الجواب اللہ المعین علی الصواب

کہا ہے کہ میں نے حقتہ سے بلا فہم عبارت نقل کر دی ہے حالانکہ سوال کتابت کی غلطی تھی جسے صحیح کیا جا سکتا تھا جب کہ سائل کے نزدیک عبارت قابل اصلاح نہ تھی۔ اگر بالفرض یہ ہو انجھ سے غلطی ہو گئی تھی تو عجیب کا فرض تھا کہ اس کی تصحیح کر دیئے ان کا ذکر سنی سے کرنا ضروری اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ عوام الناس کو وہ غلامی کی سونچ لے رہے ہیں وہ نہ بات یہی ہے جو میں نے نقل کی ہے اور اس کی

۱۴۹

خود انہوں نے ایسے ہی پیرا گراف میں ان الفاظ میں تصدیق کی ہے۔ "سائل صاحب کو بجائے اہل سنت کے ایک صحیح عقیدہ پر اعتراض کرنے کے اپنے مذہب کے مشہور عقیدہ بدلے بغیر کہ ناجائز ہے تھا" پس عرض یہ ہے کہ جب آپ کے نزدیک مسئلہ عقیدہ صحیح ہے تو پھر اس کے عقلی دلائل کیوں پیش نہیں فرماتے۔

قاضی صاحب نے ۲ میں کہا کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے اور اللہ اللہ تعالیٰ کے لئے براہیوں کا ارتکاب نہیں بخیر کہتے لیکن اس امر کو نفس سوال سے کوئی ربط نہیں ہے۔ اس سوال میں میں نے عبدالعزیز محدث کی عبارت کی وضاحت دسیافت کی ہے خالق و مخلوق کی بحث نہیں بلکہ چھی۔ استفسار یہ ہے کہ جب "افعال قباحہ کو قدر و ثواب ممکن نہ رہے یہ بحث خالفاً اللہ ہی کا کام ہے تو عقلی اعتبار سے خدا بلکہ یوں کہ حد و اسے کیسے منزه ہے۔؟ یہی امر جواب طلب ہے مگر مذہب صینیہ کی روشنی میں۔!

پیرا گراف "ب" میں پھر وہی بات ہے اچھی مذہب کی چیز کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے مگر مجھے خلقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے کیوں کہ عقلی لحاظ سے خالق مخلوق کی کارکردگی کا ذمہ دار نہیں ہے۔ اور نہ ہی خلقت باوجود قباحات قرار دی جا سکتی ہے۔

(۲) حضرت ابراہیم کا جو قول قرآن میں ہے اس سے مراد جناب خلیل اللہ کی یہ نہیں ہے کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اس لئے جو تم پر ہے کام کرتے ہو مگر خدا اللہ وہ بھی اللہ کرتا ہے بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ تمہیں بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اور جو تم اپنے فن و محنت

سے بنائے ہو وہ بھی اللہ ہی پیدا کرتا ہے۔ اور حضرت خلیل کا قول بلاشبہ صحیح ہے۔ یا تو قاضی صاحب میرے سوال کو سمجھ نہیں سکے ہیں۔ یا پھر وہ جان بوجھ کہ بات کو آدھ پلٹ کر اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں حالانکہ سوال میں یہ چیز ہرگز نہیں پوچھی گئی کہ خالق کون ہے۔ بلکہ اس قول کی تائید میں عقلی دلائل دریافت کئے گئے ہیں جو شاہ عطاء نے لکھے ہیں اور ان کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ بڑے کام کرنے کی قدرت و تمکین بڑے آدمی کو اللہ دیتا ہے کھلے الفاظ میں یہ کہ اللہ ہی معاذ اللہ لوگوں سے بڑے کام کر داتا ہے۔ لہٰذا یہاں کسبِ ذمہ بحث ہو گا نہ کہ "خلق"۔

مجھے یہ اعتراض ہے کہ آپ کا یہ دقیق علمی مسئلہ باوجود شاہ صاحب کی وضاحت کے سمجھ میں نہیں آسکا اس لئے میں نے سوال کر دیا کہ شاید کوئی بھائی میرے علم میں اضافہ کر سکے۔

(۳) بحیثیت خالق عقلی اعتبار پر خدا کو انسان کے اعمال و افعال کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ کیونکہ خالق نے قدرت طاقت عطا کر کے نیکی و بدی کا شعور بھی عطا کیا ہے۔ اب یہ انسان کا اپنا مختار ہے کہ جس شے کو پسند کر لے۔ اللہ کی طرف سے صبر نہیں ہے مثلاً موجدین و ماسئد انوں نے انسانی فلاح کے لئے برقی آلات بنائے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ان کو تخریبی طرزوں پر برکے کا رلاتا ہے تو موجد ان اشیاء کا اس کی اس تخریبی کا نہ بددانی کا ہرگز ذمہ دار نہ ہو گا۔

خداوند عالم بے شک خالق مطلق ہے مگر اس نے انسان میں کبھی

یہ قدرت دی ہے وہ مجازی طور پر خالق قرار دیا جاتا ہے۔ اسی لئے خدا نے خود کو "الحسن الخالقین" کہا ہے عقلی طور پر اس کا انکار کرنا حقیقت سے انحراف ہو گا۔

۴) اگر انسان چوری کرتا ہے تو خالق انسان اس کا ہرگز ذمہ دار نہیں ہے کیونکہ اس نے اس کو یہ فعل کمالانے سے منع کر دیا ہے۔ اور اس نے جو اس کو طاقت دیا تھا عطا کئے ہیں اُن کے اسے جمال کی ہدایات بھی جاری کر دی ہیں۔ اب اگر وہ خالق کی بتائی ہوئی نصیحت پر عمل نہیں کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے نہ کہ خدا کا۔ خود اس ارتکاب پر مستحق سزا ہے۔ یعنی سنیعہ عقیدہ یہ ہے کہ جہاں وقت عطا کر دیا ہے وہ خراب ہیں۔ مگر قیام و قعود بندے کا فعل ہے اس لئے ہمیں "عدلیہ" کہتے ہیں۔

اگر خالق نے اس کو طاقت و قدرت کے ساتھ تمکین عطا کر کے فوج پر مجبور کر دیا ہے تو پھر یہ الزام خالق پر دیا جائے گا کہ اس کی منشاء و منظوری و رضا مندی سے یہ فعل کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب کی عبارت سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اللہ نے افعال قبائح کو قدرت و تمکین بندے پر بخشی ہے۔ لہذا ایسی صورت میں تہیب سنیعہ سے محض شاہ عبدالعزیز کے مطابق بندہ غلط کار کی غلط کاری خدا کے منشاء کے مطابق سمجھتی ہے۔ جو عقلی اعتبار سے خدا کے لئے بخیر نہیں کی جاسکتی ہے۔

پس مختصراً ما حصل اس بحث کا یہ ہے کہ خالقیت کا مرکز نہ یہ بحث سوال سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ "قدرت و تمکین افعال قبائح

۱۵۲

کے لئے بند ہے پر بخت نا۔ اصل اعتراض یا سوال ہے۔ اس مضمون پر
کو خیر و شرالشی کی کمیٹی پر پرکھنے کی دعوت دینا اس سوال کا مقصد
ہے کہ کیا شیعہ عقیدہ بدو لا حسب مقام اس پر بخت ہو گی یا نہ ہو گی
نہ یہ بحث تھی کو سمجھائیے۔

اگر آپ کا دعویٰ ہے کہ سنی مذہب حق ہے تو اس الجھن کا حل
بتائیے۔ کیونکہ یہ سوال سائل کے علاوہ غیر مسلم لوگ بھی مذہب
عامہ پر کرتے رہتے ہیں مگر اس کا کبھی تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا۔
اور کیونکہ اہل تشیع کا اس عقیدے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔
اس لئے اس جواب کی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر ۱۔ آپ حضرات ختمہ ذکر "سنی"، یا اہل سنت
والجماعت کہلواتے ہیں براہ مہربانی کتب صحاح ستہ میں
کوئی ایسی روایت دکھائیے جس میں حضرات ثلاثہ (ابوبکر، عمر،
عثمان) میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو۔ "میں سنی ہوں"
یا میرا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ "حوالہ مکمل دیجئے
اور پیش کردہ روایت کی توثیق بھی کیجئے۔

اس سوال میں سائل نے حضرات ثلاثہ کی
مطلوب:۔ زبان سے ادا کیا یہ جملہ "میں سنی ہوں"
یا میرا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ "صحاح ستہ میں منقول
کا مکمل حوالہ پوچھا ہے۔ اور روایت کی توثیق طلب کی ہے۔

بشرطیکہ اس کا وجود ہو۔
جواب الجیب :- یہاں تو مولوی عبدالکیم مشتاق نے حدیث

۳۵۱

سے اہل سنت ہونے کا مطالبہ پیش کیا ہے لیکن انھوں نے اپنے درالہ
 "میں شیعہ کیوں ہوا" کے آخر میں مذہب اہل سنت و الجماعت
 پر جو کثیر وار لکھ دے سوالات وار دے دیے ہیں اس میں پہلا سوال یہ
 ہے کہ: "آپ کے مذہب کا نام مصی یا اہل سنت یا اہل السنۃ
 و الجماعت - قرآن کی اس آیت کا نشانہ دیجئے جہاں آپ کے مذہب کا
 نام مذکور ہو۔" گویا کہ شیعہ ساری صاحب کا یہ مطلب ہے کہ
 اگر قرآن مجید میں یا کسی حدیث میں اہل سنت یا اہل السنۃ و الجماعت
 کے الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا تو اس بات کی دلیل ہے کہ مذہب اہل سنت
 برحق نہیں ہے۔ اور پھر ساری موصوف نے تہہ تنہا بڑے بھاننے کے
 لئے اسی ایک سوال کو مختلف اجزاء میں بھیل دیا کہ اس کے دس عدد
 سوالات بنا دیئے ہیں۔ حالانکہ ان کی یہ روش صرف سستی شہرت
 حاصل کرنے کے لئے ہے جس کا تحقیق حق یا تبلیغ حق سے کوئی تعلق
 نہیں ہے۔ اگر اس قسم کے سوالات کی بناء پر کسی مذہب کے حق
 اور باطل ہونے کا فیصلہ کیا جائے تو پھر شیعہ مذہب کی حیثیت
 تو بالکل ختم ہو جائے گی۔

(۱) مگر اللہ شیعہ مذہب میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ
 وسلم کے بعد حضرت علیؓ سے لے کر امام غائب حضرت مہدیؑ تک
 بارہ امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مثل انبیاء کے امام نامزد ہیں۔
 اور وہ انبیاء سے سابقین حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ
 اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام سے بھی افضل ہیں۔ اور
 شیعوں کے نزدیک اصول دین پانچ ہیں۔ لا حولہ۔ لا یغنیہ۔ لا یغنیہ۔ لا یغنیہ۔

۱۵۴

امامت - قیامت ملاحظہ ہو تحفۃ العوام حصہ اول ص ۳ مطبوعہ
 لکھنؤ ۱۹۳۱ء) اور مولوی عبد الکریم صاحب مشتاق نے بھی اپنے
 رسالہ میں شیعہ کیوں بہرا، ص ۲۴ پر لکھا ہے - مذہب شیعہ
 کے مطابق اسلام کی اساس مندرجہ ذیل پانچ اصولوں پر ہے
 (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت و رسالت (۴) امامت
 (۵) قیامت

لیکن موجودہ قرآن مجید میں جہاں توحید و رسالت اور قیامت
 کا بجا ذکر ملتا ہے وہاں امامت کا مثل نبوت اور رسالت کے کہیں
 نبوت نہیں ملتا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
 کے بعد ایمانیات میں امامت اور اماموں پر ایمان لانے کا کسی آیت
 میں بھی کوئی حکم نہیں پایا جاتا۔ مثلاً فرمایا - امن الرسول
 بما انزل الیہ من ربہ والمرتضون وکل امن باللہ و
 صدائقہ وکتبہ ورسولہ (سورۃ البقرہ رکوع ۴۰)

ترجمہ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس وحی پر ایمان
 رکھتے ہیں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس نازل کی گئی ہے اور
 مومنین بھی (اس پر ایمان رکھتے ہیں -) سب کے سب ایمان رکھتے ہیں
 اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے
 ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ)

یہاں ملاحظہ اور یہ سب پر ایمان لانے کا ذکر واضح ہے لیکن
 امامت اور آئمہ پر ایمان لانے کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نشان بھی
 موجود نہیں ہے۔

ایس البروان تو لاو جو ہم قیل المشرق والمغرب ولکن
 البرمن امن بالله والیوم الذ احضر الملائکة والکتب والنبین
 (البقرہ ع ۲۲) ترجمہ :- یہ پوچھنا چاہیے کہ تم ایسے مومنوں کو
 مشرق یا مغرب کی طرف کہہ تو لیکن کامل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ
 پر ایمان رکھے اور قیامت کے دن یہ اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر
 اس دین میں بھی انبیاء لکھ دینے پر ایمان رکھنے کا ذکر تصریحاً پایا جاتا
 ہے لیکن اس میں امامت اور آئمہ کا نہیں سلسلہ نہیں ملتا شیعہ علماء
 اس قرآن عظیم میں کوئی ایسی آیت ثابت کر دیں جس میں مومنین کے مثل
 انبیاء و رسول کے امامت اور آئمہ پر ایمان لانے کا حکم یا ذکر موجود ہے
 (۳) تعجب ہے کہ جو انبیاء نے کرام پہلی امتوں میں گزر چکے ہیں ان سب پر
 تو ایمان لانے کا ذکر موجود ہے اور ان میں سے بعض انبیاء کرام کا نام
 لے کر ان پر اور ان کی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان لانے کا ذکر ہوا یا یا جاتا
 ہے مثلاً ﴿لَا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلَ الْبَیِّنَاتِ وَالْحَقِّ الْاَبْلَٰغِ﴾
 واسمٰحیل واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتیٰ موسیٰ
 وعیسیٰ وما اوتیٰ النبیین من ربهم (البقرہ ۴)
 ترجمہ :- تم کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو
 ہماری طرف نازل ہوا ہے ۔ اور اس پر جو ابراہیم اسماعیل اسحاق
 یحییٰ و یسٰ اور آپ کی اور لاد پر نازل ہوا ہے ۔ اور اس پر جو حضرت
 موسیٰ حضرت عیسیٰ کو دیا گیا ۔ اور اس پر جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے
 رب کی طرف سے دیا گیا ہے ۔

لیکن حسب عقیدہ شیعہ جن بارہ اماموں پر مثل انبیاء و رسول

کے ایمان لانا فرض ہے اور جو انبیائے سابقین علیہم السلام سے بھی افضل ہیں ان پر ایمان لانے کا کوئی حکم نہیں دیا گیا اور انہیں تو کم از کم ان پہلے تین اماموں پر ایمان لانے کا ذکر ضرور ہی تھا جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ - حضرت حسن و حضرت حسین اور ان کے بعد ان تینوں کا نہیں تو صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایمان لانے کا ذکر پایا جاتا جو ابوالآسرہ ہیں اور حسب عقیدہ شیعہ کلمہ اسلام میں تو حیدر و رسالت کے بعد ان کی خلافت بلا فصل کا اگر اقتداء نہ کیا جائے تو آدمی ایمان سے محروم رہتا ہے۔ خواہ وہ تو حید و رسالت کا اقتداء کرے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی کی خلافت و امامت پر ایمان لانا تو کجا علی بن ابی طالب کا تو قرآن میں کہیں نام کے ساتھ کوئی ذکر بھی موجود نہیں ہے تو ان بارہ اماموں میں سے قرآن میں کسی امام کا بھی بہ نشان نام ذکر نہ کرنا اور ان کی امامت کے تذکرہ سے بھی قرآن مجید کا خالی ہونا کیا اس امر کی بین دلیل نہیں ہے کہ یہ بارہ امام مثل انبیاء و مرسل کے کوئی خدائی عہدہ مثل امامت وغیرہ کے نہیں بلکہ جیسے جیسے بنی پر مثل انبیاء و مرسل کے ان پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۴) اہل سنت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ سے لے کر حضرت حسن عسکری تک سب اولیاء اللہ ہیں۔ جن میں سے پہلے تین حضرات یعنی حضرت علی - حضرت حسن اور حضرت حسین کہ شرف صفا بہت حاصل ہے اور ان میں سے حضرت علی المرتضیٰ جو تھے برحق خلیفہ ہیں۔ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی برحق ہیں۔ لیکن آپ نے چھ ماہ کے بعد

اپنی خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 خلیفہ اسلام تسلیم کر لیا اور اسے اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے ان سے کسالانہ لاکھوں روپیے وظیفہ لینے رہے۔ اہلسنت
 ان حضرات کو ان کے درجات کے مطابق مانتے ہیں اور حضرت ہمدانی
 قریب قیامت پیدا ہوں گے اور خلافت حقہ کے منصب پر فائز ہوں
 ہوں گے لیکن جس طرح ان حضرات کو شیعہ فرقہ کے لوگ مانتے ہیں
 اس کا موجودہ قرآن میں تو کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ ہاتھ بڑھا حکم
 ان کنتم صدائین۔ بہر حال اگر اس قرآن میں ان بارہ اماموں کا نام
 نہیں پایا جاتا جن پر حسب عقیدہ شیعہ مثل انبیاء کے ایمان لانا واجب
 ہے تو اگر اہل سنت یا اہل السنۃ والجماعۃ کے الفاظ قرآن مجید
 میں نہ موجود ہوں تو یہ کیونکر محل اعتراض بن سکتا ہے۔

(۵) لفظ شیعہ کا گو قرآن مجید میں مذکور ہے لیکن اکثر مذہب موم معنی
 میں پایا جاتا ہے مثلاً ان فتی حوں علا فی الامر من وجعل
 اہلہا شیعا (یارہ ۲۰ سورۃ القصص کہ ع ۱) شیعہ مفسر
 مولوی مقبول احمد دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔

یہ شک فرعون اس نہ میں یہ غالب تھا اور اس کے باقندول کو
 اس نے کئی گروہ بنا دیا تھا لفظ شیعا جمع شیعۃ کی ہے بمعنی گروہ
 اگر شیعہ کوئی مذہبی اصلاح ہے جیسا کہ شیعہ علماء و دعوای کہتے
 ہیں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیعوں کا بانی فرعون ہے۔

فخر بلع الخشیر نہم والشیطین ثم لخصر نہم حول جہنم
 جتیاہ ثم لنزعن من کل شیعۃ ایہم اشد علی الرحمن عتیاہ

۱۵۸

یاد ۱۶۵ سورہ مريم رکوع ۵) سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت) جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی پھران کو نہ دیکھ سکے گا۔ اگر وہ کھنڈوں کے بل گرا ہوا حاضر کریں گے پھر ضرور ہم کہہ دے گا وہ میں سے ان کو الگ کریں گے جو خدا کے برخلاف نہ یادہ ہیکڑی کہنے والے تھے۔ (ترجمہ مقبول)

اور اگر شیعہ کوئی مذہبی اصطلاح ہے تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت کے تحت قیامت میں ہر شیعہ کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ انہوں نے لغت لفظ شیعہ کا معنی کہہ دیا ہے کہ وہ یا پیرو کا ہے ہیں اور قرآن مجید میں کہیں بھی کسی مذہبی نام کے طور پر یہ لفظ شیعہ کا استعمال موجود نہیں ہے۔ لیکن شیعہ کو نایہ پرہیزگار کہتے رہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔ اور قرآن میں ان کے شیعہ ہونے کا ذکر حسب ذیل آیت میں ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (آل عمران ۱۹۹)
اور یقیناً ابراہیم بھی ان (یعنی حضرت نوح) ہی کے پیروں میں سے تھے۔ (ترجمہ مقبول)

کیا اس ترجمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں لفظ شیعہ کسی مذہبی نام کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔

رب) اگر بالفرض مذہبی نام کی حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے تو پھر تو آپ کی ملت کی پیروی کی بناء پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شیعہ ماننا چاہیے۔ لیکن کیا

شیعہ ائمہ نے قرآن یا حدیث سے ثابت کر سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں شیعہ ہوں؟ اور کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں شیعہ ہوں؟ سائل پر لازم تھا کہ وہ پہلے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں قرآن یا حدیث صحیح سے یہ ثابت کرتے کہ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہم شیعہ ہیں اور پھر اہل السنۃ والجماعۃ سے یہ مطالبہ کرتے کہ براہ مہربانی کتب صحاح ستہ میں کوئی ایسی روایت دکھائیے جس میں ابو بکر، عمر، عثمان، عیسیٰ سے کسی ایک نے یہ بھی کہا کہ میں سنی ہوں۔ یا میرا مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔

(۶) اور شیعہ علماء اپنے مذہب کے ثبوت کے لئے جو یہ روایت پیش کرتے ہیں اور مولوی عبد السمیع رحمہ اللہ صاحب نے بھی یہی روایت پیش کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت وصنیعتکما ہم الخائرون (اے علیؑ تو اور میرے شیعہ جنتی ہیں) (میں شیعہ کیوں ہوا؟ صفحہ ۳۷) قطع نظر اس کے کہ یہ روایت عقائد کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے یا نہیں ہم کہتے ہیں کہ کیا کوئی شیعہ عالم و مجتہد علم و دیانت کی بناء پر کہہ سکتا ہے کہ اس تواتر میں لفظ شیعہ کی مذہبی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہاں بھی لفظ شیعہ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی اے علی آپ اور آپ کی پیروی کہنے والے آخرت میں کامیاب ہوں گے۔ اور اگر اس طرح کی روایت کو موجودہ شیعہ اپنے لئے جنت کا ٹکڑا سمجھتے

۱۶۰

ہیں تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکاروں کو جنتی تسلیم کرنا پڑے گا۔ چنانچہ فروع کافی جلد ثالث کتاب المروءۃ ص ۹۹ میں ہے۔ نیادی مناد الا ارفلاں بن فلال و سدیجہ سہم الفائزون اول النہاس و نیادی احمد النہاس الا ان عثمان و سدیجہ ہم الفائزون ایک پکارنے والا دن کے اول حصہ میں پکار رہا ہے کہ فلال بن فلال اور اس کے پیروکار کامیاب ہوئے دسے ہیں (یعنی جنتی ہیں اور دن کے آخری حصے میں پکار رہا ہے کہ عثمان اور ان کے پیروکار کامیاب ہوئے دسے ہیں۔ (یعنی جنتی ہیں۔ کیا فروع کافی کی اس حدیث کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے گروہ اور پیروکاروں کو جنتی مان لیں گے؟

(۱) مولوی عبدالحکیم صاحب مشرقی نے اپنے رسالہ "میں شیعہ کیوں ہوں؟" ص ۳ پر لکھا ہے اور مذہب شیعہ امامیہ "ہلا پر لکھا ہے مذہب شیعہ اثنا عشریہ اور "ہلا پر لکھا ہے مذہب شیعہ کے علاوہ کسی مذہب کا یہ حرجی نہیں ہے کہ وہ آل محمد کا مذہب ہے اور ص ۳ پر لکھا ہے سوائے مذہب اہل بیت کے اس عقیدہ کو کسی دوسرے مذہب نے اپنے اصول دین میں جگہ نہیں دی۔ تو پھر اس سوال یہ ہے کہ کیا شیعہ علماء قرآن مجید سے مذہب شیعہ امامیہ، مذہب شیعہ اثنا عشریہ۔ مذہب آل محمد اور مذہب اہل بیت کے الفاظ ثابت کر سکتے ہیں۔ اور کیا قرآن مجید سے آل محمد کے الفاظ کا کہیں ثبوت مل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر آئے دن عوام شیعہ کو مطمئن کرنے اور عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کے لئے یہ کیوں

برہد بیگنہ ٹرا کیا جاتا ہے کہ قرآن یا حدیث سے صحیح۔ اہل سنت اور اہل
السنۃ والجماعت کے الفاظ کا ثبوت، ہرگز ملتا علاوہ انہ میں امام احمد رحمہ
کوئی کرنے والے اور خاص فرقہ واری کے تحت اندکیر نہ فی کرنے والے بخاری
کو ماتمی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے لہذا کیا ماسی کا لفظ اور مخصوص اہل سنت
کا بھی ثبوت مل سکتا ہے۔

(۸) شیعہ احادیث سے ثابت ہے کہ اہل تشیع کا اصلی نام جبرائیل
نے تجویز فرمایا ہے وہ ناقضی ہے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی سب سے
نیا روایت صحیح ترین کتاب حدیث فرمودہ کا فی کتاب اللہ وہ فقہ ملا ہیں
ابو بصیر کی روایت میں ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق کی خدمت
میں یہ شکایت پیش کی کہ مخالفین ہم کو رافضی کے نام سے پکارتے ہیں
جس سے ہم دل شکستہ ہو گئے ہیں تو امام جعفر صادق نے ان کو تسلی
دیئے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ لا والہ ما ہم مسموٰی بل اللہ سماکم
خدا کی قسم مخالفین نے انہیں بلکہ خدا نے تمہارا یہ نام یعنی رافضی رکھا
ہے تو شیعہ علماء ویر لایم ہے کہ قرآن سے اپنا نام رافضی ثابت کریں اور پھر
ہم سے مطالبہ کریں کہ اہل سنت کا نام قرآن سے ثابت کریں کوئی ہے
روئے نہ میں پیر ایسا شیعہ عالم وہ مجتہد جو رافضی کا نام قرآن سے
ثابت کر سکے؟

اہل السنۃ والجماعت | اہل السنۃ والجماعت سے

رسول اور جماعت رسول اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا ہے۔ بے شک اللہ کے
دین کا نام اسلام ہے جسکی بنیاد اسلام پر ایمان لانے والوں کو مل گیا

اور اہل اسلام کہا جاتا ہے۔ اور شیعہ علماء بھی بوجہ دعویٰ اسلام کے اپنے کو مسلم مسلمان اور اہل اسلام کہتے ہیں گے اور اسلام پر عقیدہ نہ رکھنے کی بنا پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلم ہوں یا میں مسلمان ہوں یا میں اہل اسلام میں سے ہوں تو کیا کوئی صاحب عقل و ہوش انسان اس پر اعتراض کر سکتا ہے کہ تو قرآن میں مسلمان یا اہل اسلام کے الفاظ کا ثبوت پیش کر دے تو مسلمان ہے۔ اور تیرا دین اسلام برحق ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضور کی جماعت کا ثبوت موجود ہے تو اگر کوئی مسلمان سنت اور جماعت کو ماننے کی وجہ سے اپنے آپ کو مٹتی۔ اور اہل سنت یا اہل سنت و الجماعت کہہ دے تو بالکل صحیح ہے اور علم و یقین کی روشنی میں اس کو مطعون نہیں کیا جاسکتا اور یہاں بوجہ اختلاف کے بجائے کتب اہل سنت و الجماعت کے شیعوں کی مرتبہ کتاب نرج البلاغ سے سنت اور اس کی اتباع کے لازمی ہونے کا ثبوت حضرت علی المرتضیٰ کے ابیضا سے ثابت کیا جاتا ہے تاکہ شیعہ علماء کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ قرآن مجید میں ہے ہا یہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر (یا ۵۵ - سورۃ النساء ۸)

شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور اس کے رسول اور

والہاں امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملے

میں تم میں سے جس میں بھی گمراہی ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف
پھیرو لے کر طیکہ تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لے رکھتے ہو۔
اس آیت کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد
فرماتے ہیں فر دہ الی اللہ ان سخرکم بکتابہ و ردہ الی اللہ
ان ناخذ بکم منہ (الصحیح البلاغۃ مطبوعہ بہران صفحہ ۱۵۱) ترجمہ
”یس اس نزاع کو اللہ کی طرف پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس
کی کتاب (قرآن کے مطابق فیصلہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف اس کو پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کی سنت
پر عمل کریں۔“

توجیب حضرت علی المرتضیٰ نے قرآن کی مندرجہ آیت سے سنت
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا حکم ثابت کیا ہے تو جن مسلمان
کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کے متعلق یہ عقیدہ
ہے کہ وہ رضائے خدا و مہمہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور اطاعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اطاعت خداوندی نصیب
ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ من یطیع الرسول
فقد اطاع اللہ (سورۃ النساء آیت ۸۰) یعنی جس نے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی تو اس نسبت
سے اگر وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہے تو اس پر کوئی علمی اعتراض نہیں
کیا جاسکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور سنت جامعہ
ہی وہ مستقل واسطہ اور ذریعہ ہے جس سے قرآن ملتا ہے۔ قرب الہی

کا مقام نصیب ہوتا ہے لہذا مسلمان کے لئے اعلیٰ اور اصل نسبت اہل
سنت ہونے کی ضرورت ہی ہے۔ یعنی مسلمانوں نے اس نسبت کے
ذریعہ اپنا رابطہ ایمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک
کے ساتھ قائم کر لیا ہے۔ اور یہی رابطہ اہل حق ہونے کی دلیل ہے۔
لیکن شیعہ فرقہ نے اہل سنت ہونے کو انکار کر کے اپنا ایمانی رابطہ
مخصوصہ و رکائزات صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کر لیا ہے اور ہم
اپنی امتیازی نسبت اہل سنت ہونے کو افضل دائرے قرار دیتے
ہیں اور اس کے بعد دوسرے درجہ پر جماعت رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ اپنی نسبت کا اقرار کرتے ہیں لیکن شیعہ سنت
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا اقرار نہیں کرتے بلکہ اس کا انکار
کرتے ہیں۔ اور اہل حضرت کی نسبت پر اعتراض کرتے ہیں اور بجائے
اس کے وہ اپنی نسبت صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ
ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ علی یا شیعہ یا علی یعنی حضرت علی کا
گردہ یا ان کے پیروکار بے شک ہم اہل سنت حضرت علی المرتضیٰ
کو اپنے درجہ پر بہ حق خلیفہ مانتے ہیں۔ جتنی مانتے ہیں۔ جامع الکلمات
تسلیم کرتے ہیں اور ان کی عظمت شان میں تنقیص دلتے ہیں کہ ایمان
کے لئے خطرہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت علی کے دشمن کے ہم دشمن ہیں۔
ان کی محبت کو ہم جہنم و ایمان تسلیم کرتے ہیں لیکن نسبت علی سے بہر حال
نسبت رسول اور نسبت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علی اور
برتر ہے۔ اگر شیعہ سنت رسول کی نسبت کا بھی اپنے امتیازی نام میں
اقرار کرتے اور پھر دوسرے درجہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی نسبت کا اقرار

کرتے تو اور بات تھی لیکن اہل سنت ہونے کی نسبت کو ایسے امتیاز کی
اور خصوصی نام میں بالکل ترک کہہ کے انھوں نے ارتدادات خداوندی
من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور (۲) قل ان کنتم تحبون
اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران ع ۴) کو نظر انداز
کر دیا ہے اس آیت کا ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی نے یہ کیا
ہے۔ (اے رسول) کہہ دو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی
کر و تاکہ اللہ تمہیں دوست رکھے (ترجمہ مقبول) (۲) اور سنت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام فیض یافتہ اور حبشی جماعت کے ساتھ اپنی
دینی نسبت کا اظہار کرتے ہیں جس میں حضرت علی المرتضیٰ سمیت پیاروں
خلفائے راشدین اور حضرت حسن و حسین اور دوسرے تمام اصحاب
رسول صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں لہذا اہل سنت والجماعہ و جماع
نسبت ہے جس میں صرف شیعہ علیؑ کی نسبت سے بہر حال فوقیت و
برتری پائی جاتی ہے۔ اور سنت کے بعد جماعت کے تذکرہ سے یہ
واضح ہوتا ہے کہ امام الانبیاء و المرسلین رحمت اللعالمین خاتم البین
صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے نہ صرف یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ یا چند
افراد کامل ایمان اور حبشی بنائے گئے ہیں۔ بلکہ ایک عظیم جماعت مومنین
کو رضائے الہی کی اعلیٰ سندیں ملی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو جانے والوں کو ایک امت
بلکہ خیر امت سے خطاب فرمایا ہے چنانچہ قرآن مجید ہے:۔ کنتم خلیف
امتہ اخر جت للناس قائمرون بالمعروف و نہی المنکر
(پارہ ۴ سورۃ آل عمران ع ۱۶) مولوی مقبول احمد دہلوی شیعہ مفسر

نے اس آیت کا یہ ترجمہ لکھا ہے۔ جو ائمہ میں ہر ایک ہر دم کے لئے پیدا کی گئی ہیں ان میں ہم سب سے بہتر ہوں۔ یعنی کہنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور بدی سے منع کرتے ہیں۔ اور اللہ یہ ایمان لاتے ہیں۔ (کہ ترجمہ مقبول)

آزروئے احادیث شیعہ سنت و جماعت کی عظمت!

۱) شیعوں کے شیخ ابن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق مؤلف "من لا یحضرہ" فقہ "ابنی کتاب جامع الاخبار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ایسے علی من مات علی السنۃ الجماعۃ عذاب القبر ولا سفد کا یوم القیامت (جو شخص سنت اور جماعت پر مرنے کا اس پر عذاب قبر نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر قیامت کی سختی ہوگی۔

(۲) اسی کتاب میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الا من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ الجماعۃ (۱۶۶) خبر دوسرے شخص حب آل محمد پر مرنے کا وہ سنت اور جماعت پر مرنے کا۔

فرمایئے! شیعہ مذہب کی مستند کتاب کی حدیث میں لڑیہ لکھا ہے کہ حب آل محمد پر مرنے کا موت آتی ہے وہ گویا سنت اور

جماعت پر بھی مرتاب ہے۔ لیکن اس کے خلاف مولوی عبدالکریم مہنتیاق
وغیرہ شیعہ علماء ایک مستقل مہم چلا رہے ہیں کہ اہل سنت
والجماعت کو نہایت ہی صحیح نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت
العیاذ باللہ آل محمد سے دشمنی رکھتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ اور اہل سنت کی مستند

کتاب احتجاج طبری میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ ایک دن جب بصرہ
میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ یا امیر المؤمنین
علیہ السلام اخباری من اهل الجماعة ومن اهل الفرقۃ ومن اهل
السنۃ (سنۃ) فقال: دیو کا (سرا) التخی فافهم عنی ولا عذر
ان تسئل عنہما احداً بعدی۔ اما اهل الجماعة فاننا ومن
اتبعنی وان قلوا ذلک الخی عن امر اللہ تعالیٰ وعن امر رسولہ
واهل الفرقۃ الخی الفون لی ولمن ابتغی وان کثروا واما اهل
السنۃ فالمنسکون بما سنہ اللہ لہم ورسولہ وان قلوا
اما اهل البدعۃ فالمنسکون لامر اللہ ولکتابہ ولسر رسولہ
العالمون برائعہم واهواءہم وان کثروا (الاجتاج الطبری سہ جلد
اول ص ۲۴ مطبوعہ نجف اشرف)

اے امیر المؤمنین آپ مجھے بتائیں کہ اہل جماعت۔ اہل فرقہ۔ اہل
بدعت اور اہل سنت کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ تعجب ہے مجھ پر۔

ہاں یہ نہیں فرمایا تو نہ ہر ایک سنۃ والجماعت پر مرتاب ہے جب آل محمد میں مرتاب ہے۔ فقیہ
آل محمد کو حاصل ہے۔

۱۶۸

اور جب کہ نے مجھ سے یہ بات پوچھی ہے تو مجھ سے سمجھ لے اور اس کے بعد مجھ پر لازم نہیں ہے کہ میرے بعد یہ بات تو کسی اور سے دریافت کرے۔ لیکن اہل جماعت تو ہیں ہوں اور میرے پیروکار اگرچہ وہ کم ہوں اور یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حق ہے اور اہل فرقہ وہ لوگ ہیں جو میری مخالفت کر کے دے لے ہیں۔ اور میری اتباع کرنے والوں کے بھی مخالف ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ ہوں لیکن اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (طریقے) کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں۔ جو ان کے لئے مفید کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ تھوڑے ہوں لیکن اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے ہیں اور صرف اپنی رائے اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے اہل سنت اور اہل جماعت کی مدح اور تہذیب ثابت ہوتی ہے۔ اور اہل بدعت اور اہل فرقہ کی مذمت واضح ہوتی ہے۔

(ب) اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اہل سنت اور اہل جماعت ہونا نہ ہی اصطلاحیں ہیں جو مطلوب ہیں۔

(ج) سائل کے سوال اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب سے بالکل اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اہل سنت و فیرہ کے نام اس زمانہ میں مصروف و مشہور تھے۔ اور اہل حق کے لئے اہل سنت اور اہل جماعت کی نہ ہی اصطلاحیں استعمال کی جاتی تھیں۔

اور اس کے برعکس دور مرتضوی میں لفظ شیعہ بطور مذہب کے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ دہرہ سائیل شیعہ کے متعلق بھی سوال کرتا اور اگر اس نے کسی وجہ سے اس کو نظر انداز کر دیا تھا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے مسلمانوں کے اس مجمع میں اعلان فرما دیتے کہ حق فرقہ شیعہ کا ہے۔ اور میں بھی مذہباً شیعہ ہوں۔ اور میرے متبعین بھی لیکن حضرت خلیفہ برحق نے شیعہ مذہب کی طرف کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ بھی نہیں فرمایا۔ اور اس کے برعکس اہل سنت اور اہل جماعت کی پوری وضاحت سے حقانیت بیان فرمادی لیکن آج کے شیعہ تو اہل سنت و جماعت کے نام سے ہی عشاء رکھتے ہیں۔ یہ اس بات کی یقین دہلی ہے کہ دورِ حاضر کے شیعہ حضرت علی المرتضیٰ کے متبع نہیں بلکہ مخالف ہیں اور حضرت علی کے محبین متبعین اہل سنت و جماعت ہیں جو سنت رسول اور جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم دینی اور ایمانی باتوں کے مبلغ اور محافظ ہیں اور اہل سنت اور اہل الجماعت ہونے کو ہی حسب ارشاد مرتضوی ماننے کے ہیں اور رضائے الہی کے حصول کا ذریعہ تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ
کے نزدیک اہل سنت

امام حسین اور اہل بیت

ہونا اہل حق ہونے کی نشانی ہے تو پھر آپ کے جگہ پار سے حضرت علی اور حضرت حسین کیوں نہ اہل سنت ہوں گے۔ چونکہ میدان کربلا میں رسول مقبول جگہ گوشتہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ

۱۷۰

تعالیٰ نے اپنے طویل خطبہ میں مخالفین پر اتمامِ حجّت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی دلائل اثباتہ اہل الجنۃ وقرۃ عین اہل اللہ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم ص ۶۲ مطبع بیروت)

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی (حضرت حارثی) کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ تم دونوں جو انان اہل جنّت کے سردار ہو اور تم دونوں اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔

فرمائیے مولوی عبدالکریم مشتاق صاحب جیسے شیعہ مصنفین نے اہل سنت کے نام پر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں لیکن جن حضرات کا نام ہے کہ اپنی عورت بناتے ہیں ان کو تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف دو حسی میں بلکہ دور رسالت میں بھی اہل سنت ہونے کی اصطلاح رائج تھی۔

۱) حافظ ابن کثیر محدث سیرۃ

اہل السنۃ والجماعۃ جنتی ہیں

اہل عمران کہ کوع الہ کی آیت یوم تبیض وجوہ و لتسود وجوہ (یعنی قیامت کے دن کہ بعض کے چہرے سفید رہیں گے اور بعض کے چہرے سیاہ ہوں گے) اسی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی یوم القیامت تبیض وجوہ اهل السنۃ والجماعۃ و لتسود وجوہ اهل البدع والفرقة قال ابن عباس (تفسیر ابن کثیر)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ تمہارے دن جن لوگوں کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہوں گے اور جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ اہل فرقہ اور اہل بدعت ہوں گے۔

یہاں بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان ہی چار قسموں کا انجام ذکر فرمایا ہے۔ جن کے متعلق حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنے خطبہ میں ایک سائل کے جواب میں تشریح فرمادہ تھا یعنی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہی ارشاد حضرت قاضی شمس اللہ صاحب محدث ریائی بی نے اپنی تفسیر منظر ہی میں اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر خزائن مشہور میں نقل کیا ہے۔

(۲) تفسیر درمنثور میں یہ بھی مذکور ہے:۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ تعالیٰ - یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ قال تبیض وجوہ اہل السنۃ و تسود وجوہ اہل البدعۃ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت میں اہل سنت کے چہرے سفید (نورانی) ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے کالے سیاہ ہوں گے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ - امام حنفی مجتہد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جب اہل سنت والجماعت کا جنتی ہونا ثابت ہو گیا اور حضرت علی المرتضیٰؑ نے اہل سنت کی تائید اور اہل بدعت کی تردید فرمادی اور اپنے دور کی مروجہ اصطلاحات

میں سے شیعہ کا مذہبی حیثیت سے اپنے بصرہ کے طویل خطبہ میں کسی قسم کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ تو اب کون اہل دین و عقل یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ اصل مذہب شیعہ ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شیعہ مذہب کے بانی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ اس کے مبلغ اور محافظ تھے اور گیارہ اماموں نے شیعیت کا ہی تسلیم دیا ہے اور امام مہدی آئندہ ہی امام شیعہ مذہب کے دفاتر میں قائم ہوگا۔ کسی غلام میں جیسے ہونے ہیں جب قرب قیامت میں لوگوں کے سامنے جلوہ فرمائیں گے تو اصلی قرآن اور اصلی شیعیت سے امت مسلمہ کو روٹنا سن کر اُن کے ظہور امام غائب سے پہلے پہلے ہو چاہو کہ وہ اور جو چاہو کہو۔ امام کی غائبانہ رسم پرستی میں سب کچھ مقبول ہے۔

مگر ہمیں مذہب و ہمیں غائب کا نام من تمام خواہد شد
 "مطلوب" کے مسئلہ کے مطابق مجھے کوئی ایسی
سائل کا جواب
 ردایتاً درکار ہے جو کتب صحاح ستہ از بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن داؤد) میں ثلاثہ میں سے کسی ایک صاحب سے مروی ہو۔ اور اس کے صحیح ہونے کی توثیق و تصدیق ہو جس میں کسی صاحب نے یہ فرمایا ہو کہ "میں کوئی پیرا یا میرا مذہب ہر امت و جماعت سے۔"

قاضی کی بھڑاس
 قاضی جی نے میرے اس پہلے سوال کو سب سے پہلے میں

محل فرمانے کی کوشش فرمائی دوسرے سوالات کی نسبت اسے طویل اور قاصر
 بھی تھا لیکن افسوس ہے کہ وہ میری مطلوبہ روایت تلاش کرنے میں
 ناکام رہے۔ اور ایک بھی ضعیف یا قوی روایت ایسی پیش نہ کر سکے
 جو مجھے درکار تھی۔ لہذا مجھ کا قاصر رہنا اس بات کا بین ثبوت ہے
 کہ اُن کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ البتہ حسبِ عادت
 جواب سوال دینے کے بجائے ایک لمبا جملہ المذامی مضمون سیرِ دقلم
 کر کے لاجوابی بدل کی بھڑاس نکالی۔ اور میری کتاب اھلِ دین سے ایک
 سوالات میں سے پہلے سوال کو ذرا نہ اعتراض بنایا حالانکہ اصول و فائدہ
 کے خلاف یہ کوشش نہ ہیجرتِ معلال سے غیر متعلقہ تھی اگر انھیں اس
 کتاب میں شائع شدہ سوالات پر کچھ اظہارِ خیال کہنا منظور تھا تو وہ
 الگ سے یہ طبع آزمائی کر سکتے تھے۔ لیکن جب نابینا کو راہ منزل نہیں
 ملتی تو وہ ادھر ادھر ہاتھ پیر مارتا ہے۔ بہر حال سوال تو ایسی جگہ
 پر لا جواب ہوا ہے کہ بحیب کی التذامی بحث پر اپنی رائے کا اظہار
 کرتا ہوں۔

لفظی یا معنوی اختلاف نہیں **اول لُذائش یہ ہے کہ سائل**
کہ لفظ "اہل سنت" اصطلاح

سے نہ ہی کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی اس کے معنوی تقدس سے
 انکار ہے۔ اگر میں نے سوالات کئے ہیں تو افہام و تفہیم کے جذبے
 کے تحت کیونکہ اعتراض ہے تو صرف یہ ہے کہ اصطلاح "اہل سنت و
 الجماعت" مذہبِ اہل سنت کے مزعومہ مفہوم کے ماتحت پر نہیں
 ہے بلکہ تاریخی لحاظ سے یہ مقدس نام بطور دلیل اختیار کیا گیا ہے حالانکہ

سنت و جماعت کے حقیقی پیروکار ہم سنیعہ ہیں۔ بیرونے یہ دعویٰ بھی نہیں کیا ہے کہ جس لفظ کا سنت، قرآن مجید یا حدیث سے نہ مل سکے وہ حق نہیں ہے یہ غلط فہمی صرف ایک چال بازی کا حربہ ہے جب سائل اس دعویٰ ہی نہیں تو پھر بلاوجہ بات کو الجھانے سے کیا حاصل ہے۔ کیا مجیب میری کسی تحریر سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ میں سنت کی پیروی یا جماعت کے اتباع کا مخالف ہوں۔ بلکہ میں نے ہی کتاب "فروع دین" میں جگہ جگہ اس شکایت کا اظہار کیا ہے کہ سنی حضرات نام کے اہل سنت و الجماعت بننے میں مکرر حقیقت میں وہ سہمہ ل و فعل میں مخالف سنت ہیں۔ اور محض اچھا نام اختیار کر لینا کسی گمراہ کے لئے حقائق کی دلیل نہیں ہے۔

اگر معنوی لحاظ سے اچھے الفاظ کو پسند کر کے اپنے فرقہ کا نام رکھ لیا جائے تو باوجودیکہ نام ایسی جگہ پر بھیج دیا جائے لیکن دین میں ایک نئی شے کا اضافہ سمجھا جائے گا۔ مثلاً ہماری دین کا نام اسلام ہے۔ لیکن اگر کوئی اس نام کو چھوڑ کر "دین الہی" نام رکھ لیتا ہے تو بلاشبہ نام میں کوئی قبا حرت نہ ہونگی مگر اصطلاح نص کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ یہ نام "اسلام، اللہ کا پسندیدہ رسم دین ہے لہذا اس نام کے علاوہ کوئی دوسرا نام اختیار کرنا ناموافقیت فی الدین قرار پائے گا۔ اسی طرح اہل اسلام کو مدلمان کہا گیا اور جنت کی نشاندہی بھی دی گئی ہے لہذا کوئی شخص ایک جماعت بنا کر خود کو پیغمبر کہنے لگے اپنے گمراہ کا نام "اہل جنت" رکھ لیتا ہے تو اس میں نام پر اس لحاظ سے اور اہل نہ ہوگا کہ اس کے معنی و مفہوم ناقص یا مکرر ہیں بلکہ

ایک نئی پارٹی کا اضافہ موجب تفرقہ بازی ہونے کی حیثیت سے قابل اعتراض ہونے کا لہذا میرا مدعا یہ ہے کہ اگر اہل سنت و الجماعت کا مطلب یہ ہے کہ سنت رسول اور جماعت رسول کے مطیعین تو قابل اعتراض ہے۔ بلکہ میرا شک وہ صرف یہ ہے کہ اس اصطلاح سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دین میں نئی جماعت دینا مذہب پیدا کیا گیا ہے لہذا اسی تاریخی پس منظر میں ہم نے اصول دین میں پیش کردہ سوالات اس موضوع پر چھیننے کی جرات کی تاکہ ان کے جوابات سے یہ حقیقت نہ بان محال ثابت ہو جائے کہ زمانہ رسول مقبول میں اس نام کا کوئی گمروہ وجود نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ ایک صفائی اصطلاح کو بے جا طور پر تفرقاتی اصطلاح بنا کر عوام الناس کو فریب میں پھانسا لیا گیا جبکہ اس نئی جماعت کے تمام احکامات سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعارض و عین مصادیق ہیں۔ اور حقیقتاً سنت سے سزا دارانِ ممدوحین کی سیرتوں کا اتباع ہے۔ جو بعد از رسول محللات ساز شمول سے بہرہ اقتدار آئے اور دینِ حق میں اپنی ذاتی صدا بدیدہ کے مطابق تغیر و تبدل کرتے رہے۔ متفق بین الفرقین حکم رسول کہ ”میں تم میں دوسرے گمراہ چیزیں چھوڑ دیتا ہوں۔“ کتاب اللہ اور میری عمرت میرے اہل بیت کے مطابق حضور نے اُمت کو قرآن و اہل بیت کے حوالے کیا۔ لہذا سنت رسول کی تفسیر کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر نیک نیتی سے عمل کیا جائے اور تمسک بالتقلید کے واضح حکم کی تعمیل کی جائے۔ جو کہ وہ جماعت اہل بیت اور سنت سے

متخلف ہو کہ اہل سنت کا دعویٰ کرتا ہے وہ سفید جھوٹ بولتا ہے کیونکہ خود قاضی صاحب نے روایت نقل کی ہے کہ اہل سنت والجماعت وہی ہو سکتا ہے جو حضرت آل محمدؐ میں مرے۔ پس قول رسول سے بہ گواہی عجیب ثابت ہوا ہے کہ جب تک حضرت اہل بیتؑ رسولؐ نہ ہو اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔ اہل سنت یا اہل جماعت صرف وہی ہوگا جو محمدؐ ہوگا۔ پس محبت اہل بیتؑ ہی واحد ایسی کسوٹی ہے جس پر حق و باطل کی پہچان ہو سکتی ہے۔ اذہن چونکہ نام لہذا اہل سنت والجماعت کو وہ شروع ہی سے محض نہ بانی محبت کا دعویٰ مل رہا ہے۔ اور حقیقت میں اہل بیتؑ سے دور رہا ہے۔ پس اس کا اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ حقیقت پر مبنی نہیں ہو سکتا چنانچہ علامہ وحید الزماں مترجم و شارح صحاح سنۃ اس کا اعتراف بڑے صاف الفاظ میں کرتے ہیں۔

”اور مقلدوں نے کیا کیا

نہ بانی محبت اہل بیتؑ کی لئے

علامہ وحید الزماں کی اعتراف

دھینگہ مار رہے ہیں لیکن عملاً ذرا سمجھی اہل بیتؑ کی طرف توجہ نہیں کی ان کی کتابوں میں جہاں دیکھو ابو حنیفہ اور شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن حسن اور حنفی کے اقتوال بھرے پڑے ہیں میں نے آج تک کسی حنفی یا شافعی کو نہیں دیکھا جو صادق یا امام باقرؑ یا دوسرے آئمہ اہل بیتؑ کے اقتوال تلاش کرے ان پر چلے وہ ہر مسئلہ میں اپنے مجتہد بن پہ جان دیتے ہیں۔ معاذ اللہ یہ کیا آفت مسلمانوں پر چھا گئی جن کی پیروی کا حکم تھا ان کو تو جھوٹے دیکھے اور کلمتوں کو

بنالیاہ (الغلام للغة) بذیل حدیث تقلید (علامہ وحید الزماں صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ نام کے مستثنیوں نے عزت کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ امام حسن و امام حسین و امام زین العابدین امام محمد باقر و امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم و امام علی رضاؑ ائمہ اہل بیت سے اپنی فقہ بناتے انھوں نے اپنی ساری کتابیں اہل حنیفہ و شافعی کے ائمہ سے بھر دیں کبھی شیعہ لوگ بھی مرسلہ میں اہلبیت طہارت کا قول تلاش نہیں کرتے۔ یہ قیامت نہیں لگے کیلئے۔

علامہ وحید الزماں اہل سنت کے جلیل العلماء میں تھے لیکن خدا نے ان کی زبان سے حق کا اجماع فرمایا۔ اب قاضی منصف سے ہٹ کر عاقبت ائمہ شیعہ کو سامنے رکھتے ہوئے انصاف کہیں کہ کیا ایسا مذہب حق ہو سکتا ہے جس میں رسول برحق کے ارشاد کی خلاف ورزی ہو اور جس واسطے کے صیرور رسول نے فرمایا ہو اس سے تکلف کر کے اپنی الفتوں کو اپنا بیعت بنائے۔ مذہب شیعہ کے باطل ہونے کی ہر ایک دلیل کافی ہے۔ اب چاہے وہ اپنا لقب اہل سنت رکھیں یا اہل جماعت رکھیں یا اس سے کبھی بڑھ کر کہ اہل رسول و اہل اللہ بھیجائیں لیکن محض نام کا انتخاب ان کی حقائقیت کا ثبوت نہ ہوگا۔

(۲) مجیب نے اپنے بیان کے حصہ اول میں اور دوم میں حجت پر کیلئے کہ قرآن مجید میں خدا نے ملائکہ رسول، فرشتوں اور کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے یا مذکور کیا ہے مگر امامت اور آئمہ پر ایمان لانے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عقیدہ

امامت پر قرآن میں کئی آیات ہیں اور ہر ایک طرف سے اس موضوع پر بہت
 متعدد دلائل و ثبوت کی گئی ہیں اور آیت تبلیغ اس سلسلہ میں بطور شاہد
 پیش کی جاتی ہے جسے ہم آئندہ نقل کر رہے ہیں لیکن صرف اتنا
 عرض کر دیں گے کہ کیا کوئی مسلمان قرآن مجید میں کسی جگہ یہ حکم دیکھا
 سکتا ہے کہ ”اللہ“ کی توحید پر ایمان لاؤ، اگر توحید پر ایمان لانے
 کا حکم بایں الفاظ نہیں ہے تو پھر تعجب ہے کہ امامت پر اعتراض کیا
 جا رہا ہے پہلے اپنی توحید تو دکھاؤ۔ پھر امامت کی بات کر دو۔ قرآن
 میں تو امامت کی اطاعت کا حکم بایں الفاظ واضح ہے کہ
 ”یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی
 الامر منکم“

کہ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول
 کی اور صاحبان امر کی جو تم میں سے ہیں۔

اب قاضی صاحب اور ان کے پیروں بتائیں کہ جب خدا نے ”اولی الامر“
 کی اطاعت کا حکم اپنی کتاب مقدس میں واضح الفاظ میں جاری کیا
 ہے تو پھر امام کا انکار کرنا کتاب خدا کا نہ ماننا ہوگا کہ نہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں ہے کہ ”یوم ندعو اکل اناس بامام
 مہم یعنی اس دن جب ہم نہ ماننے کے لوگوں کو ان کے امام کے
 ساتھ بلائیں گے بارگاہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہ بات ثابت
 ہوتی ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے اور ہر قرن میں کوئی نہ کوئی
 امام ضرور ہے۔ اگر امام، پر ایمان لانا ضروری ہی نہیں ہے تو پھر
 امام کے ساتھ لوگوں کو بلانے کی کیا ضرورت ہے۔ پس شیعہ عقیدہ

امامت کا انکار کہنا نہ حقیقت کلام ربانی کی تکفیر ہے۔ خود نے اس
چھوڑنے سے فقرے میں یہ مسئلہ خود داخل کر دیا ہے کہ امام کا وجود
ہر دور میں ضرور رہا ہے۔ اور ہر زمانے کے لوگوں کو ان کے امام
کے ساتھ ملایا جائے گا۔ لہذا امام یہ ایمان لانا ضروری قرار
پایا۔

اب یہ بات کہ آئمہ کے نام قرآن میں کیوں نہ نازل ہوئے
قدیم امر ضروری نہیں تھا جب کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہ السلام
ایک سو نبیوں کے نام بھی قرآن میں نہیں ہیں خود نے صفات بیان
کرنے کے معیار امامت اور شرائط ولایت سے آگاہ کر دیا۔ مسئلہ خود
کی موجودگی میں اطاعت اولی الامر کا حکم دے کہ دائمی طور پر
امت کو اولی الامر کی اطاعت کا پابند بنا دیا۔ اور اسی آیت کی تفسیر
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام آئمہ کے نام امت پر ظاہر
کر دیئے۔ اور میری کتاب "ہزار گواہی دے رہا ہے" میں آنحضرت
ﷺ کے جواب میں اس کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے اور سنی کتابوں
میں آیت تبلیغ یعنی اے رسول تجھ کی طرف سے رب کی جانب
سے اتارا گیا ہے وہ پہنچا دے بقول مفسرین اہل سنت یہ
آیت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں آئمہ کی چنانچہ تفسیر درمنثور
جلد ۱ صفحہ ۲۰۹ میں ابن ابی حاتم و ابن عساکر و ابن مردودہ کے
اسناد سے بروایت ابی سعید خدری اور باسناد ابن مردودہ
ابن سعد سے مروی ہے کہ ہم عہد رسول اللہ میں اس
آیت کو اس طرح پڑھتے تھے "یا ایھا الذی یبلغ ما نزل

الیک من ربک ان علیا مولیٰ المؤمنین یعنی اے رسول جو تیری طرف سے رب کی طرف سے اتنا لگایا ہے وہ پہنچا دے یہ کہ تحقیق جناب علیؑ مؤمنین کے سردار ہیں۔ اور اسی طرح تفسیر مظہری ص ۶۸ فتح البیان ج ۳ ص ۹۰، تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۸۶، تفسیر نیشاپوری جلد ۲ اور تارکح حبیب السیر وغیرہ میں ہے۔

اب یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ فتاویٰ ان علیا مولیٰ المؤمنین شاذ ہے۔ اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ علامہ سیوطیؒ کی القان میں ہے کہ قراءت شاذہ صحت و قدرت تاویل و رجحان معنی تفسیری کا فائدہ ضرور دیتی ہے۔ دیکھئے القان جلد ۵ مطبوعہ ممبیر۔

اب جبکہ ہم قرآن مجید میں امام و امامت کا ذکر بالہر صحت موجود دیتے ہیں تو پھر اس عقیدہ سے انحراف کہ نادر اصل خود اس کے سچے کلام کو جھٹلانا ہے۔ واضح ہو کہ عہدہ خلافت و امامت اسقندریہ اہم ہے کہ خداوند نہ کہ ہم نے انسانوں کو فرشتوں اور جن بہ بھیجنے سے قبل ہی اس کی اہمیت و ضرورت ظاہر فرمادی تھی۔ اور حضرت آدمؑ کو بلا تاج و تخت و لشکر و افواج کے عالم بالا میں اپنا خلیفہ بنا کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا تھا کہ خلیفہ خدا کے پاس دنیوی اقتدار ہونا ضروری ہے البتہ علم لدنی کو معیار خلافت قرار دے کہ خود خدا نے معتزین کا منہ بند کر دیا تھا خدا نے حضرت آدمؑ کو جب اپنا خلیفہ بنایا تو فرشتوں نے اعتراض کیا کہ ایسے کو خلیفہ بنانا ہے جو نہ زمین پر خود نہیزی کرے گا یعنی خدا نے اپنی معصوم مخلوق کی زبانی یہ کہلا کر لڑکوں

کے نظریہ کو مردود قرار دیا بلکہ واضح کیا کہ خلیفہ حق وہ ہے جو خود نریزی و فساد نہیں کرتا بلکہ صاحب علم ہو مگر اسے اسی لئے اللہ نے جواب دیا کہ میں اس کو اس کے علم کی وجہ سے یہ منصب دے رہا ہوں چنانچہ فرشتوں اور آدم کا امتحان ہوا۔ آدم پائس ہو گئے۔ پس خدا نے اطلاع گنہگار ہی کے عہد کی خاطر ان کو جہنم کا حکم دیا لیکن ملائکہ کے سرورِ خالص موحدا بلیس نے انکار کیا۔ اللہ نے اس کی عبادات اور ایمان بالوحید کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اسے اپنے خلیفہ کی اہلیت کے انکار کرنے پر اسے مردود قرار دے دیا۔ پس یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ خلیفہ خدا پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا خدا کی توحید پر۔! لہذا قاضی جی کا یہ فرمانا کہ امامت پر ایمان لانا واجب نہیں قطعاً غلط ہے۔ چنانچہ قاضی جی کے ایک پیشوا مولوی اسماعیل امجدیہ شہید نے اپنی کتاب "منصب امامت" میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ روز قیامت ولایت و امامت علیہ کا سوال کیا جائے گا اب جب امام و خلیفہ پر ایمان لانا ضروری ہی نہیں ہے تو یہ ضرور ضروری سوالیہ کہنے کی کیا ضرورت ہوگی۔ صرف توحید و رسالت کا اقرار کر لینا مومن ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ منافق بھی یہ اقرار کرتے رہے اور حال ہی میں مرزا یوں کو باوجود اقرار توحید و رسالت کے کافر قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اقبال پیغمبر سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق و مومن کی پہچان صرف ولایت علی کی کسوٹی پر کی جاسکتی ہے اور اصحاب رسولؐ اسی معیار پر یہ سخت مناخست کر لیا کرتے تھے۔ یہ ساری تفصیل میں نے "ہزارہ ستمباری دسی ہمارے" اور علی ولی اللہ میں

کی ہے نیز امامت اثناعشریہ ازلہ سے قرآن میں نے کہی کتاب "اصول دین" میں ثابت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) قاضی بھی نے اپنے بیان کے جوہر تھے یہ وہ میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں بارہ اماموں کا نام نہیں پایا جاتا لہذا اگر اہل سنت یا اہل اُمت و الجماعت کے الفاظ قرآن مجید میں نہ موجود ہوں تو قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

غیر معقول مطالبہ جواب
 امیر احواب یہ ہے کہ دنیا کا قانونِ دال طبقہ اس طریقہ بیان پر متفق ہے اور یہی اسلوب تمام آئینی اور قانونی کتب کی تدوین میں رائج ہے کہ سیاست کے سہ بارہ کے کو الفاہ اہلیت و معیار قدس ہوتے ہیں مگر کسی حکمران کی نامزدگی نہیں کی جاتی ہے بلکہ مطلوبہ مندرجہ کا حامل فرد اس عہدہ کا اہل قرار دے دیا جاتا ہے۔ اب جبکہ قرآن کو عالمگیری قانونی کتاب کی حیثیت حاصل ہے لہذا اس میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ خلیفہ کی خصوصیات بیان کر دی گئی ہیں اب اُمت کی ذمہ داری ہے کہ حقیقی طور پر متصف شخص کو خلیفہ تسلیم کرے۔

ہمارے نزدیک کسی لفظ کا قرآن میں موجود نہ ہونا قابل اعتراض بات نہیں ہے لہذا ہمیں محض اہل سنت یا اہل اُمت و الجماعت کے نام کی قرآن میں عدم موجودگی پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نام کی بارگاہی کے معرض وجود میں آنے کے اسباب و علل اور شرائط و سبب تک لیں منظر پر اعتراضات ہیں کیونکہ سبب یہ جماعت

متعارف ہوئی تو اس نے قرآنی تجید میں موجود لقب کو ناپسند کر کے اپنے لئے نیا نام تجویز کیا۔ اب اس کا نام چاہے کیسا بھی دلکش ہو رہے ہو تو قرآنی نام کے نام مقابل آنے کی صلاحیت سے محروم ہو گا۔ شیعہ کو اہل سنت یا اہل السنۃ والجماعت کے نام پر قرآنی اعتبار سے فوقیت حاصل نہ ہے گی۔ کیونکہ وجودِ بہر حال عدم سے بہتر ہوتا ہے۔

دین اسلام خدا کا پسندیدہ ہے | دُنیا میں جس قدر بھی ادیان و مذاہب رائج ہو چکے ہیں ان سب میں دین اسلام کو طرف امتیاز حاصل ہے کہ یہ خدا کا پسندیدہ دین ہے اور اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین خدا کے نزدیک قابل قبول نہ ہو گا اسلام کے معنی ایسی فرمانبرداری۔ اطاعتِ مستعارہ اور حکمِ تعمیلی کے ہیں جس میں دعویدار اسلام اپنے آپ کو کلی طور پر اپنے مطاع و مولا کی رضا و خوشنودی کے لئے وقف کر دے اور شریعتِ اسلامیہ اور روشن ضابطہ حیات و مہمات ہے جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے بذریعہ وحی خالق کائنات نے اپنے امین بندہ و رسول کی معرفت بھیجا اور اس میں کسی بھی فرد کو چون و چرا کی گنجائش حاصل نہیں ہے۔ بلکہ بلا عذر اور بغیر حیل و حجت تسلیمِ خم کہنا لازم ہے۔ حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم تک تمام انبیاء اسی دینِ فطرت کی دعوتِ نوعِ انسانی کو دیتے رہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے کہ

لَقَدْ رَفَعْنَا فِي ذَٰلِكَ لَكَ دِينَ | اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین

کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس پر چلنے کا لائحہ کو حکم دیا تھا۔ اور اسے رسول ص (شروع دین) کی وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے اور اسی کا اہل ہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا اور وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھنا اور تفرقہ باندھنا نہ ہونے دینا۔ (۲۲)

اس آیت دانی ہدایہ سے
معلوم ہوا کہ "فرقہ بندی

ہر مسلمان شیعہ ہو سکتا ہے

اور تفرقہ بازی" سے اجتناب کرنا ابتدا سے حقیقی دین اسلام کا جزو

اہل ہے اور یہ چیز نگاہ قدرت میں معیوب ہے۔ علیٰ حد واجب اسلام

میں کوئی نیا فرقہ بنے گا اور اس کا نام چلے کیسا ہی خود بصورت کیوں نہ ہو

اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہی ہوگا۔ لیکن شیعہ "شروع ہی سے لائحہ

اور خدا کا پسندیدہ لقب ہے۔ اور مسلمان کا شیعہ کہلوانا اللہ کے

نزدیک معیوب نہیں ہے بلکہ مقبول ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے خداوند عالم نے تمام انبیاء اور ان کے متبعین کو

کتاب سابقہ اور قرآن میں "مسلم" کے نام سے سرفراز فرمایا ہے

جیسا کہ سورہ حج کے آخراہ کدے میں ہے کہ ہو مسلم الممسلمین

من قبل فی ہذا، یعنی خدا نے قرآن میں اور اس سے پہلے

نازل شدہ کتب میں دین کے پیروکاروں کا نام مسلمان رکھا۔ اس طرح

حضرت اہل ہیم اور حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر کعبہ کے وقت کی دعا

میں اسطوروں نے التجا کی کہ یا اے ہم دونوں کو اپنا مسلمان بنا

اور ہمارے اولاد میں بھی ایک اُمت مسلمہ قرار دے حضرت خلیل

علیہ السلام کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور اللہ نے اعلان کیا کہ "اہل ہیم یہود و

یا نصرانی نہ تھے بلکہ وہ ایسے مسلمان تھے جو تمام ادیان باطلہ سے لاتعلق تھے
پھر ایسے سچے مسلمان کے لئے خدا نے کہا ہے کہ **وَنُفِثَ فِيهِ**
لا براہیم۔ یعنی بالتحقیق ابراہیمؑ کو طرح کے شیعوں میں سے تھے۔
لفظ ”شیعہ“ شاع سے مشتق ہے۔

شیعہ کے معنی

شاع کے معنی ہیں سمجھے جانے۔ چنانچہ
ہم کہتے ہیں شاع یعنی وہ اس کے سمجھے سمجھے چلا اشیاء لحاظ سے۔
”شیعۃ الرجل“ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی کے پیچھے چلیں کسی
کے طریق پر گامزن ہوں۔ کسی کی پیروی کہہیں چنانچہ اہل السنۃ
کے مشہور امام بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لفظ شیعہ کی تفسیر
میں کیا ہے کہ ”من شالیع فی الایمان و اصول المشایعۃ
(بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر) پس آیت کے معنی اس
طرح ہوئے کہ حضرت ابراہیمؑ ایمان اور اصول شریعت میں حضرت نوحؑ کے
طریق پر چلتے تھے لہذا ثابت ہوا کہ مسلم اور شیعہ مترادف اور ہم معنی
الفاظ ہیں لیکن ان کے استعمال میں محوِ ظرافت ہے کہ لفظ مسلم کی
اضافت و نسبت قرآن پاک میں صرف ذاتِ خداوندی کی طرف
پائی جاتی ہے۔ نیز خدا کی طرف نہیں۔ یعنی ہم نہیں کہہ سکتے کہ فلاں
شخص مسلم۔ رسول یا مسلم علی۔ یا مسلم ابو بکر ہے۔ بلکہ کہیں گے کہ
فلاں شخص اللہ کا مسلم ہے۔ اس کے برعکس لفظ شیعہ کے
معنی میں اتباع اور نقش قدم پر چلنے کا مفہوم نمایاں ہے اس
لئے اس کی اضافت اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتی کیونکہ
وہ ذات سبحان مادیت و جسمانیست سے مبرا و منزہ ہے اور اس کا

۱۸۶

اتباع بایں معنی ممکن الوقوع نہیں۔ اسی لئے اس ذات نے اپنے
اتباع کی بجائے اپنے رسول کے اتباع کو اپنی محبت کا معیار قرار دیا۔
اور میں اپنے رسالہ ”تفسیر لفظ شیعہ“ میں اس موضوع پر تفصیل
سے روشنی ڈال چکا ہوں۔ ”المختصر اہل سنت“، ”یا اہل السنۃ والجماعۃ“
کے الفاظ کو خدا کا اپنے کلام یا کلام میں جگہ نہ دینا اور ”شیعہ“ کا اپنے
اولیاء العزم انبیاء کے لئے استعمال نہ کرنا اس بات کی ناطق دلیل ہے کہ ”شیعہ“
کے لقب کو ”اہل سنت“، ”یا اہل السنۃ والجماعۃ“ پر فوقیت حاصل
ہے اور چونکہ سنی القاب کو اختیار نہ کرنے کے وقت میں فرقہ بندی کی گئی ہے
لہذا اس لحاظ سے مسجد ہزارہ کی طرح نگارہ خدا و رسول ہیں یہ القاب
بے وقعت و ناپسندیدہ ہیں اور یہی بات سائل کے لئے باعث
اعتراض ہے۔

(۵) قاضی جی نے اپنے پانچویں سلسلہ بیان میں سورہ قصص
کی آیت میں ”شیعہ“ پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے یہ لفظ
اکثر مذموم معنی میں پایا جاتا ہے۔ اگر شیعہ کوئی مذہبی اصطلاح ہے
جیسا کہ شیعہ علماء و محدثی کہتے ہیں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں شیعوں کا بانی فرعون
ہے۔

شیعوں کا بانی فرعون نہیں نوح ہیں

اگر کوئی لفظ مذموم معنوں میں استعمال ہو جائے تو اس کا مطلب
یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ ہر مقام پر ویسے ہی معنی میں سمجھا جائے اگر
اس طریقہ پر تحقیق کی جائے گی تو کوئی ایک لفظ بھی اس نہ سے محفوظ نہ

ہے گا مثلاً حدیث کا لفظ کفارہ کی فضولیات کے لئے آیا ہے۔ الہ فی خور
محبودوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ نہ نالیوں (مصلین) کو برے
معنوں میں لیا گیا ہے علیٰ طہ القیاس میں نے اس الہ "لقد فی لفظ
شیعہ" میں کافی مثالیں لکھ دی ہیں۔ اب ایسا اعتراض خدا پر
کہہ لیں کہ اس نے اپنے خلیل کے لئے مذہب لفظ کیوں استعمال کیا
یہ بات تو ظاہر ہے کہ حضرت ابیہیم علیہ السلام فرعون سے بہت پہلے
گز رہے ہیں اور ان کو نوح کا شیعہ کہا گیا ہے۔ لہذا شیعوں کا
بانی فرعون کہنا جہالت کی بدترین مثال ہوگی۔ نیز یہ کہ فرعون نے
اپنے باشندوں کو گمراہوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ان ہی گمراہوں
میں سے ایک گمراہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شیعوں کا سبب
کہ حق پر تھا اور قاضی صاحب نے اگلی آیتیں سورہ مریم کی نقل
کی ہیں ان میں بھی ہے کہ ہر گمراہ میں سے ان لوگوں کو الگ کریں گے
جو خدا کے برخلاف سرکش رہے۔ اس آیت میں بڑی عمدہ بات
ظاہر ہوتی ہے یعنی ارشاد ہے۔

صرف شیعہ ناجی ہیں اس وقت جمع کریں گے اور شیعہ
کو بھی پھر ان کو دوزخ کے گمراہ دیکھو گے بلکہ اس کا ہوا حاضر کریں
گے "پھر کہتا ہے کہ

ثم کنز عن من کل شیعۃ ایہم امثل علی الرحمن عتیاہ
"پھر ہم کل شیعوں میں سے ان کو الگ کریں گے جو خدا کے برخلاف
زیادہ ہو کر گمراہ بنے تھے۔"

بائیں ہوں گے“ (صواعق محرقة ص ۹۴)

دوسری روایت میں ہے کہ ہمارے
شفاعت شیعہوں کیلئے ہے
لوگوں کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت نہ رکھتے ہیں اور میری
ہمارے شیعہ ہیں“ (کنز العمال جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۷)

شیخ عبد القادر جیلانی
سید شیعہوں پر از غوث الاعظم

اپنی کتاب ”کبریٰ ائمہ“ میں رقمطراز ہیں کہ
”یا اللہ صلوٰۃ و سلام بھیج محمد و آل محمد یہ تالینکہ کہا کہ سلام بھیج تا
بعد ازاں اور شیعیان محمد صلی علیہ وسلم پر“

اسی طرح دارِ خطی نے مرفوعاً حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت
نے فرمایا اے علیؑ اور تیرے اصحاب (اور تیرے شیعہ بہشت میں
ہوں گے“ (کنز العمال جلد ۱۷ ص ۵۷)

پس جب خاتم النبیینؐ اور سید الاولیاءؑ دونوں سے شیعہ کا ناجی
ہونا منقول ہے تو پھر ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم صحاح کتب السنن
میں کسی ایسی روایت کی زیارت کرنے کا مطالبہ کریں جس میں ان کے
خلفاء نے خود صحت، اہل سنت یا اہل السنن و الجماعت کے مذہب سے اپنی
والسبتی کا اظہار کیا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہم پورے بھر دے
اور جہالت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ نہ مانہ رسول میں اس نام کا کوئی
گم وہ موجود نہیں تھا۔ بلکہ ایک صفائی نام کو منتخب کرنے کے خدا و رسول
کے پسندیدہ نام کو چھوڑ کر نئے جماعت اور تناسل کرائی گئی اور امت

حمیدہ میں تفریق پیدا کی گئی حالانکہ یہ مغبوط صفت سمجھا در اہل شیعہ ہی کی ہے۔

شاہ عبدالعزیز بن محمد دہلوی
جیسے علماء اہل سنت ایسے بکثرت

سنی بھی شیعہ کہتے ہیں

کہ وہ اس نام کو دو روایتوں میں ثابت کرنے سے عاجز رہے اور باوجود شیعہ دشمنی کے لایجاد ہو کر سینہ پیٹ پیٹ کہہ رہے کہ اصلی شیعہ ہم ہیں۔ قاضی صاحب کے مرشد لا محذور کو شیعہ کہتے رہے مگر انھوں نے سنیوں کا بانی فرعون کو ٹھہرا کر ایسے ہی بنہ گوں کو فرعون قرار دے دیا۔ چنانچہ شاہ صاحب موصوف اپنی کتاب حقیقۃ انفا عنہ فیہ میں بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شیعہ اولیٰ ہم (رہتی) ہیں میں نے یہ عبادتیں اپنی کتاب "خودہ مسئلے" اور "لقدر فی لفظ شیعہ" میں نقل کی ہوئی ہیں۔ دیکھ لیں۔

شیعہ کے لغوی و اصطلاحی معنی ایک ہی ہیں

پیراگراف میں میری اصول دین میں نقل کردہ اس سنی روایت کے اسی غلطی اور تیسری شیعہ جنتی ہیں۔ کے بارے میں دریافت کیا ہے کہ کیا کوئی شیعہ عالم و مجتہد علم و دیانت کی بناء پر کہہ سکتا ہے کہ اس روایت میں لفظ شیعہ کسی مذہبی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہاں بھی لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس مقام پر لغوی معنوں اور اصطلاحی معنی بھی اس لفظ کے ہی ہیں۔ جب دونوں مترادف ہیں تو مجتہد علم و دیانت

کا واسطہ دیکھ لٹوے پہلے کی کیا ضرورت ہے۔ الحمد للہ حبثت کا ٹکٹ
تو قرآن وحدیث کی روش سے شیعوں کو حاصل ہے اور نہ ہی شیعیان
عثمان کے بارے میں کتاب المروءہ کی روایت تو اس کا جواب ہم پہلے
ہی اپنی کتاب سنو سنائی ایک کو دیا کہ "میں دے چکے ہیں لہذا بار
دیگر اُٹھی کو بچتے ہیں۔ اور عجیب کہ منہ بچہ کہتے ہیں کہ "کتاب ہزارہ
سمتھاری دس پہاڑی"، میں ان اعتراضات ۳۲ سے ۳۸ تک کے
جوابات میں اس مسئلہ کی بالتفصیل وضاحت کر دی ہے۔ اگر عجیب
جواب چھپوانے سے قبل اصل کتاب کا مطالعہ فرمایا لیتے تو بے کار محنت
اسراف اخراجات سے بچ جاتے۔

عجیب کی منقولہ خیارات نامکمل ہے۔ اور نقل بھی بمطابق اصل
نہیں ہے۔ بلکہ عبادت کو محرف بنایا گیا ہے کتاب المروءہ میں یہ روایت
علامات قیامت کے سلسلے میں ہے اور بدیشیں کوئی ظاہر کرتی ہے کہ
ظہور امام مہدی کے قریب دہائی کے پہلے حصے میں آسمان میں ایک نہا
کرنے والا آواز دے گا کہ بے شک علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ
کامران ہیں لیکن دہائی کے آخری حصے میں کوئی منادی یہ ندا کرے گا
کہ عثمان اور اس کے شیعہ کامیاب ہیں۔ اصل روایت اس طرح ہے
"محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمد عن ابن فضال عن ابی
جمیل عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام
لقد اختلفت بنی القباہ من المحنوم وخنوص القائم من المحنوم
قلت وكيف السبل قال
فنادی مناد من السماء اول القباہ الا ان علیا

علیہ السلام وشیعہ ہم الخائزون قال وینا
دعی مناد اخر الخفاس الا ان عثمان وشیعہ ہم الخائزون
عدہ من اصحابنا ۔

اب قارئین کرام
کتاب المروۃ فی الروایۃ کا جواب

منقولہ عبارت کو اصل اقتباس سے ملا کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انھوں
نے کس کلمہ سے روایت کو پیش کیا ہے اس روایت پر غور کیا جائے تو معلوم
ہو جاتا ہے کہ حضرت علی اور ان کے شیعوں کی کامیابی کا اعلان آسمان
میں دن کے ابتدائی لمحہ میں بخائب خدا ہوا لیکن لوگوں کو دھوکہ دینے
کی خاطر کامیاب عثمان دن کے آخری حصے میں ایسی ہی نذر کر دی گئی۔

یاد لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان یہ آواز دے گا۔ قابل توجہ امر
یہ ہے کہ حضرت علی کی حمایت میں نذر آسمان سے آئے گی۔ اور نظر ہے کہ یہ
منادی اللہ کی طرف سے ہو گی۔ مگر حضرت عثمان کے بارے میں ایسی بات
موجود نہیں ہے ہاں اگر عثمان کے بارے میں بھی خدا، فرشتہ یا جنت
خدا کا ذکر ہو تو ان کے لئے مفید ہو سکتا تھا۔ اب جبکہ روایت کے
لفظی اعتبار سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان اور ان کی باری والی نذر
بخائب خدا نہ ہو گی بلکہ محض دھوکہ دہی کی خاطر خود ایسی منادی
کر دی جائے گی تو پھر اس کا فائدہ عثمان وشیعہ عثمان کے لئے ہرگز
نہیں ہو گا۔ پس آواز شیطان ہی ہو گی جو کامیابی کی دلیل نہیں ہے۔

قیامت کی حتمی علامات میں جو امام مہدی کے ظہور کے موقع پر
ظاہر ہوں گی ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرد مسیحی سداؤلاد الوصفیان بن حرب

۱۹۴

جس کا نام عثمان بن عفان تھا۔ وہ کمرے کا اور بتایا گیا ہے کہ یہ شخص آٹھ ماہ تک صاحب اقتدار رہا ہے گا۔ ممکن ہے ایسی منادی اس مردود عثمان کے بارے میں ہو۔ واللہ اعلم۔
 المختصر اس بات سے حضرت عثمان بن عفان کا قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض روایات کے آخری الفاظ "عدہ من"

اصحابنا سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وعدہ (کامرائی) ہمارے اصحاب کے لئے ہے پس جب وعدہ فائز المرامی اصحاب آل محمد علیہم السلام سے مخصوص ہے تو ان کے عزیز کا اخراج خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ روایت ہرگز ہرگز حضرت عثمان اور ان کے گروہ و بیروکاروں کو جنتی یا کامیاب نہیں ثابت کرتی ہے۔

علاوہ ان میں کتب اہل سنت میں البیہ

روایات بجز دستياب ہیں کہ حضرت علی اور ان کے شیعہ کامیاب ہوں گے لیکن اس کے برعکس مٹی کتا بول ہی میں یہ ہے کہ گروہ عثمان و جمال کا حاسی و مددگار ہو گا۔ چنانچہ ازاد و رسول حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ آنحضرت کا ایشاد بیان کرتے ہیں کہ
 عن حذیفہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اخرج الدجال تبعا من کان یحب عثمان

(میزان الاعتدال علامہ ذہبی بحوالہ آیات ص ۱۶۵)

۱۹۵

یعنی حضرت خلیفہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب دجالؑ ظہور کرے گا تو اس کے ساتھی حضرت عثمان کے متبعین و مطیعین ہوں ہوں گے یعنی شیطان عثمان ہوں گے۔ پس شیعہ علی اور شیعہ عثمان کا فرق بقول رسولؐ بے نیادت لاندہ و اندہ یعنی صحابی جناب خلیفہ بندہ ربیعہ امام المسلمین دہی واضح ہو گیا کہ علیؑ کا گروہ فائز وں کا ہو گا اور عثمان کا گروہ رجا کا ہو گا۔ فاضلہم۔

قاضی صاحب نے اپنے بیان کی تفسیر میں رقم حقیر بہ الزامی سوال کی لوجھاڑ کی ہے اور پوچھا ہے کہ مذہب شیعہ امامیہ - مذہب شیعہ اثنا عشریہ - مذہب آل محمدؐ اور مذہب اہل بیت کے الفاظ ثابت کہیں حدیث صحیح سے مذہب شیعہ امامیہ اور مذہب اثنا عشریہ کی اصطلاحوں کا ثبوت دوا در آل محمدؐ کے الفاظ قرآن سے بتائیں۔

قاضی صاحب نے جس طرح سوالات مجرب کی طفلانہ لڑائی کا جوابات لکھتے ہوئے یہ حکانہ ترکیب

اختیار کر کے تسلسل کا لحاظ نہیں کیا اسی طرح جوابات میں بھی یوں کی طرح لڑائی کر رہے ہیں کہ کلی تم نے جو میری دوات میں اپنے قلم کو ڈال دیا تھا وہ نکالو۔ مجھے مارا ہے میرے ماموں کو مار کر دکھاؤ۔ جان برا در گیا یہ اندازہ دین کی تحقیق کرتے ہوئے اپنا یا جاسکتا ہے۔ میں ان بچکانہ بلکہ احمقانہ سوالات کا جواب اس وقت دوں گا۔ جب آپ مجھے سب سے پہلے میرے سوالوں کا جواب دیں گے کیونکہ سائل میں ہوں یا فخر خود شہ دلی اور جہاد سے اشرار کہہ لیں کہ آپ کے پاس ان سوالوں کا کسی نجس جواب نہیں اور پھر اپنے سوالات کریں۔ ورنہ لوگوں کو بدھ

بنانے سے کیا حاصل ہو گا۔ اپنی عاقبت بھی بگڑے گی اور دوسروں کو بھی گمراہی میں دھکیلے گا۔ جو حدیثیں صحیحہ و مستحکم ہیں، ان سے یہ کمرہ نہ ہو گا۔
 کیا قاضی جی یا ان کا کوئی حاحی قرآن سے "یہ قدرہ دکان پر بیخبر
 "خدا"، "یمان"، "نہ و نہ"، "نہ ہر سب"، "دلہ بندہ"، "فریزہ
 کے الفاظ دکھا سکے گا۔ یا ان کی عدم موجودگی کی صورت میں ان
 الفاظ کے معنی و مفہوم کا انکار کر سکے گا۔
 میں نے پیچھے عرض کیا ہے کہ مجھے "مثنیٰ"، اہل سنت اور اہل سنت
 و الجماعت کے الفاظ سے بلحاظ الفاظ کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ مجھے
 اس نام کو بطور دلیل استعمال کرنے والی جماعت کے سر تک یہ اعتراض
 ہے کیونکہ یہ اچھا لقب بدعتی پر مبنی ملکیت کی سیاسی چال کے طور
 پر بعد از رسول اپنا لیا گیا۔ جب کہ اس سے پہلے کسی نہ مانہ میں اس نام
 کا کوئی فرقہ ملت مسلم میں نہ تھا۔ یہ حرکت ویسی ہی ہے جیسی ملک
 میں پائیں بانہ و والی یا پٹیاں سوت لزم اور اشتراکیت کے ساتھ لفظ
 "اسلامی" استعمال کرتے ہیں۔ اور مقصد صرف اسلام کے نام سے
 دھوکہ دینا ہو تا ہے۔ اور حقیقت میں تمام تر نہ و نہ لادینیت پر
 ہوتا ہے اسی سائنس کو بے نقاب کرنے کے لئے ہم خبردار کہتے ہیں
 کہ شیعہ کا لقب پڑتا ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کے متعدد اثبات
 ملتے ہیں لیکن اہل سنت نے خدا اور رسول کا یہ پسندیدہ لقب
 ترک کر کے خود اپنی مرضی سے اپنی الگ جماعت بنا کر تفرقہ بانہ کی
 اور بدعت جاری کی۔ حالانکہ پہلے سب شیعہ تھے۔ چنانچہ شاہ
 عبدالعزیز اقتدار کرتے ہیں کہ

شاہ عبد العزیز کا بیان
جانتا چاہیے کہ شیعہ اہل فرقہ
سینہ اور تقفیلیہ کا نام یہ ہے
نہ ماننے میں یہ لوگ بھی شیعہ لفظ سے ملحق تھے۔ لیکن حبیب قالیوں، رافضیوں
تیدیوں اور اسماعیلیوں نے اس لفظ سے اپنے کو ملحق کیا اور انفرادی اور
عملی برائیوں کے مرتکب ہونے لگے تو القباس باطل کے خوف سے فرقہ سینہ
اور تقفیلیہ نے اپنے آپ پر اس لقب کو پسند نہ کیا اور اپنا لقب اہلسنت
والجماعت رکھ لیا۔ (مختصر انوار مشرقیہ ص ۹۷)

سنی خاتم المجتہدین کے بیان سے ثابت ہوا کہ دراصل اہل سنت بھی
پہلے شیعہ ہی کہلاتے تھے لیکن بعد میں انھوں نے یہ نام اپنی مرضی سے
قبیل کر لیا۔ اب دہریہ بات کہ کچھ لوگوں نے اس لقب کو اختیار کر کے افتاد
اور علی برائیوں کا ارتکاب کیا۔ لہذا القباس باطل کے خوف سے نام بدلنا
ضروری ہو گیا تو یہ تو صریح بالکل کمزور ہے۔ اس طرح تو پھر دین کی کوئی شے
محفوظ نہیں رہے گی جس کو ترک نہ کیا جائے۔ اور اس پر ہمیں بحمت میں
”چھوٹ کا سر نیچا“ میں ہدیہ قارئین کی ہے۔ اب سنی حضرات میں
کئی پارٹیاں ہیں۔ مثلاً اہل سوریشہ، پر وینہ، ناہبی، اہل قرآن
منکمہ، حدیث، ویزہ جو سبب خود کو اہل سنت ہی کہلاتے ہیں۔
مگر افتادات و اعمال میں کافی اختلافات ہیں تو کیا ان اختلافات کی
بنا پر اب کوئی نیا نام تجویز ہو گا۔ رسول ایک متبرک نام ہے مگر عربوں
نے اس کو ہندو پنڈت منہرو کے لئے استعمال کیا اور اسے ”رسول
امن“ کا لقب دے دیا۔ اب تو پھر اس لفظ کو چھوڑ دینا چاہیے خلیفہ
مصر کا نام ہے مگر لوگ حجاموں یا ناکارہ افراد پر یہ لفظ بولتے ہیں لہذا

اب اس لفظ کو بھی چھوڑ دیجئے۔ یاد رکھا لفظ لڑکا کی طور پر استعمال ہوتا ہے اس لئے چار بار، کہنا بند کر دیجئے علیٰ ہذا القیاس بہت سے ایسے مجرم الفاظ ہیں جن کا استعمال غلط محلات پر لا صحیح ہے تو پھر یہ غیر شیعہ لفظ سے کیا خاقن عداوت ہے اس کو ترک کر دیا گیا۔ جبکہ یہ قرآن و حدیث میں موجود ہے اور اس کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے لئے نیا لقب تجویز کیا۔

پس میں جو مضمون ہوں تو صرف اس لئے کہ اس لفظ سے پردہ اٹھ جائے کہ نہ صرف جماعتی طور پر مسمیٰ۔ اہل سنت اور اہل السنۃ والجماعت کے القاب قرآن و حدیث میں وجود نہیں رکھتے بلکہ یہ نام زمانہ رسولؐ کے کافی بعد سیاسی حیلہ کے طور پر اپنا لئے گئے۔ اور جس طرح خداؐ کو مسیحی ضرارہ ناپسند ہوئی اسی طرح باوجود نام کی مصنوعی اچھائی کے کام کی بُرائی کے باوجود یہ باریؐ قبول نہیں ہے۔

یہی مانتی جماعتیں کے لفظ مانتی کی اصطلاح کے ثبوت کی بات لڑتے ثبوت اس وقت دیا جائے گا جب آپ اپنے مرشدوں اصحاب ثلاثہ یا حتیٰ چار یا دہ کی اصطلاحیں میں لڑکم سے کم خلافت نہ اسدہ یا نظام خلافت نہ اسدہ کے ثبوت دیں گے۔ کیونکہ مانتی جماعتوں کی حیثیت مریدوں کی سی ہے۔ جبکہ آپ کے یاہوں کی حیثیت آپ کے پیروں کی طرح ہے۔ اس لئے پیرؐ کو پہلے ثبوت دینا چاہیے۔ مانتی ہمیشہ مظلوم ہوتے ہیں۔ اور مظلومین کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ لفظ نہیں کم سے کم معنی تو موجود ہیں۔ بحث رافضی :- (۸) عجیب نے اپنے بیان کی آکھو میں

میں کتاب الروضہ میں البصیر کی روایت نقل کی ہے کہ امام نے فرمایا خود
 نے تمہارا امام رافضی نہ رکھا ہے لہذا کوئی شیعہ و امام اس نام کو قرآن
 میں سے ثابت کرے۔ تو جواب اس فضیل مطالبہ کا یہ ہے کہ پہلے
 دوسرے میں دشمنان دین و ایمان محمد بن ابی بکر رسول کو شیعہ
 خلیفہ پہنچنے کی بجائے اپنے دل کی بھڑک اس نکلنے اور حرک و عداوت
 کی آگ سمجھائی گئی کہ لے طنز و مذاق سے رافضی کہہ کر کھٹکے باز کا
 کیا کہہ تے تھے چنانچہ مؤمنین کرام دل شکستہ ہوئے تھے چنانچہ انھوں
 نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں یہ تکلیف بیان کی تو امام
 پاک نے ان کو تہی دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم تمہارا یہ نام مخالفین
 نے رکھا بلکہ اللہ نے نہ رکھا ہے۔

اب چونکہ ہم شیعہ امام مہدیوم کو حادثات قرآن اور قرآن
 ناظر مانتے ہیں لہذا امام کا فرمان قرآن ناظر کی آیت ہے۔ اور
 اس میں کسی قسم کی کوئی قباحیت نہیں پائی جاتی کیونکہ لفظ "رفض"
 فی نفسہ ہی اچھا لفظ ہے اور نہ ہی برا بلکہ خوبھی اچھائی برائی اسے
 حاصل ہوئی وہ اسے نسبت و صافیت سے ہوئی۔ "رفض" کے لغوی
 معنی "ترک کرنا" "چھوڑ دینا" ہوتے ہیں جس طرح اچھائی کا ترک
 کرنا برا ہے اسی طرح برائی کا ترک کرنا اچھا ہے۔ لہذا اگر شیعوں
 کو اس اعتبار سے رافضی کہا جائے کہ یہ ہمارے لوگوں اور ہمارے باپوں کے
 تارک ہیں تو اس میں کوئی قباحیت نہیں ہے یہی امام علیہ السلام کے اسی
 فرمان کا حاصل ہے۔ چنانچہ امام نے فرمایا ہے کہ پہلے پہل یہ لقب شیعوں
 اور فریقوں نے ان جادو گروں کو دیا تھا جو انجیل موسوی دیکھ کر مسلمان

ہو گئے تھے اور فرعون کی خدائی کا انکار کر کے تائب ہوئے تھے۔ بالکل
اسی طرح اُمت محمدیہ کے بعض فرامین مدعیان خلافتِ الہیہ کو چھوڑنے
والے اور ان کی نسبت کو ترک کرنے والے شیعیان محمد و علیؑ کو کفر و کفری
لوگوں نے رافضی کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اُمتِ مسلمہ کی اُمت
موسوی سے مماثلت حاصل ہے۔ پس شیعوں نے چھوڑنے کی بھری
کو ترک کیا اور غاصبوں، ظالموں، اور غادروں کو چھوڑ دیا کہ خدا نے
مقرر کردہ ہادیانِ برحق کو مرکزِ ہدایت مانا۔ اس لئے چھوڑنے کے
مُردوں نے انھیں رافضی کہنا شروع کر دیا۔ اور امام نے ان کی
تشیق کے لئے فرمایا۔ اس سے تو شیعہ خیر البریہ کی مدح ظاہر ہوتی ہے
اور رافضی کا طعن کہہنے والوں کی قدح۔ قرآن میں یہ لفظ ہدیٰ نہ ہو
ہمیں اس سے کیا سروکار!

قاضی صاحب ڈھینگ ہانکتے
اہل السنۃ والجماعت ہیں کہ اہل السنۃ والجماعت
سے مراد وہ مسلمان ہے جو سنتِ رسولؐ اور جماعتِ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ماننے والا ہے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ محض فریب ہے کیونکہ اہل السنۃ کو سنتِ رسولؐ
سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور ان کا یہ لقب اختیار کرنا ہی سنت کی
خلاف و برہنہ کرنے کا پہلا ثبوت ہے۔ خدا کی سنت میں تبدیلی
ہمیں ہوتی اور رسولؐ کی سنت ہی دراصل خدا کی سنت ہے۔ اب
خدا و رسولؐ نے لقبِ شیعہ کو اپنے چھوہلین کے لئے پسند کیا قرآن و
حدیث میں تذکرہ کیا لیکن آپؐ کو خدا و رسولؐ کی سنت کے خلاف یہ

لقب ناپسند ہوا اور اس کو بدل کر آپ مسیحی بن گئے۔

ہمارے تحقیق کے مطابق مسیحی "اہل السنۃ والجماعۃ" ہیں یعنی

اموی پورہ

آپ اہل سنت نہیں بلکہ "اہل سنۃ" ہیں یعنی ایک خاص سال
والت لوگ اور اس سے مراد صلاح حسنی کے لغت معنویہ بن ابی سفیان کے
تحت حکومت پر گئے والے سال ہے۔ چنانچہ مشہور سنی کتب فتح الباری
شرح صحیح بخاری جلد ۲ ص ۵۵ اور استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد
اول ص ۲۳ اور ص ۳۴ وغیرہ یہ ہے کہ حکومت حاصل کرنے کے بعد
معاویہ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی اور اس
سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا۔ کیونکہ اس سال جنگ ختم ہوئی
اور سب لوگ معاویہ کی حکومت پر جمع ہو گئے۔

علامہ دیرمی نے حیاۃ الخیران جلد ۱ ص ۵۵ یہ اور علامہ حلال الدین
سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۳۱۲ بھی اس سال کا نام "عام الجماعۃ"
لکھا گیا ہے اور معاویہ والے "اہل سنۃ الجماعۃ" جماعت کے سال والے
لوگ کہلائے پھر مرویام سے یہ لفظ بدلتے بدلتے اہل السنۃ والجماعۃ
بن گیا۔

محدث عبدالعزیز دہلوی کے بیان کے مطابق مسیحیوں نے یہ لقب
لقرباطیٹھ صدی بعد وفات رسول اپنے لئے منتخب کیا حالانکہ نام نہاد
موجودہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب کی اصل حقیقت جو ان کی اپنی ہی
معتبر کتابوں سے سامنے آتی ہے یہی ہے کہ یہ مذہب معاویہ بن ابی سفیان
کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اور خود معاویہ کی نشوونما خلیفہ اہل سنۃ

حضرت عمر بن خطاب کی مرہون سنت ہے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس پارٹی کی تشکیل و تاسیس سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہو سکتا۔

اگر عجیب حقیقی طور پر اہل سنت ہیں تو کم سے کم اُن کے حضور پر درود درود ادا ہو رہا نہیں لیکن چاہیے کیونکہ کتب صحاح سے آنحضرت کا حکم ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا مجھ پر دھوکا نہ دو ورنہ بھیجا کہ وہ لیکن قاضی صاحب خجندیان سے منتج سنت رسول پر نہ کرنے کے دعویدار ہیں عملاً مخالف رسول اور حکم عدول پیغمبر ثابت ہوتے ہیں کہ انھوں نے ہر جگہ حضور پر درود ادا نہ کرنا ہے یعنی "صلی اللہ علیہ وسلم" جبکہ سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درود میں اپنی آل اطہار کو شامل کیا ہے۔

لہذا سنت کی اتباع کا ذبانی کلامی دعوئی اور اطاعت رسول کے مسئلہ احکامات کی نشان دہی کہہ دینے سے کوئی شخص مطلقاً رسول یا پیروکار سنت رسول ثابت نہیں ہو سکتا ہے جبکہ اس کے جملہ اعمال مخالف سنت رسول ہیں۔ سنت کی پیروی کرنے پر اہل سنت کہلوانا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ لیکن اس نام کو بطور دلیل بیان کہ نا اور امت کے اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے متفرق ہو کہ جہالت سازی کہ نا یقیناً مفسر ہے۔ سنت رسول کی پیروی اس بات کا ہرگز تقاضا نہیں کرتی ہے کہ سنت کے ماننے والوں کے مرنے کے بعد کہ ٹھیک سپہنشاہ اپنی ڈیڑھ اسخ کی سبھر جدا بنائے۔ یہ حرکت بدعت کہہ سکتی ہے مگر سنت نہیں خواہ اسے لاکھ معززان بتوں سے جوڑ

لیا جاوے لیکن جس لیبر منظر میں جماعت سنیہ معروف وجود میں آئی ہے اس کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے کہ اس پارہ کی کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ اور آنحضرت کی سنت مشرفہ سے ہرگز نہ کوئی واسطہ نہیں ہے۔

قرآنی حکم ہے کہ سچوں کے ساتھ رہو یعنی کوذا مع الصادقین اب اگر میں اس حکم کی بنیاد پر مسلمانوں میں ایک نئی جماعت "اہل الصادقین" تشکیل دوں اور اپنے کو مسلمان یا شیعیہ کہلوں انا چھوڑ دوں بلکہ ان الفاظ کی مخالفت کر دوں اس دلیل پر کہ اللہ نے ہر قوم کا ساتھ دینے کا حکم دیا ہے۔ اب چونکہ مسلمان دنیا زدہ تہ عملی زندگی میں سچے نہیں ہوتے ہیں اس لئے اس لقب ہی کو ترک کر دیا جائے تو کیا کوئی قضا عقل سلیم میری اس توفیق کو قبول کرے ایسے کو مسلمان کہلوں انا پسند کرے یا ہرگز نہیں بلکہ مجھے یہ مشورہ دیا جائے گا کہ نام سے کچھ حاصل نہیں کام سے سب کچھ ملتا ہے۔ آپ ملت کے اتحاد کو یا نہ یا رہ نہ کریں بلکہ محاشد و ممدن میں مسلمان ہوتے ہوئے سچوں کی حمایت کریں اور چھوٹوں کو چھوڑ دیں یہ تہی اصطلاحات کی تبدیلی کا اختیار صرف خدا و رسول کو حاصل ہے۔ البتہ افرام و تقسیم اور سمجھنے سمجھانے کے لئے ایسی نسبتیں یا اضافات صفا فی طور پر استعمال میں لائی جاسکتی ہیں بشرطیکہ ان سے کسی ایسی اصطلاح کی مخالفت مفقود نہ ہو جو خدا و رسول نے استعمال کی ہو۔ قرن اول میں خود انج نے بھی اس طرح کی لغو بازی کی تھی یعنی کا حکمہ الا اللہ" لیکن اہل ایمان نے ان کو کبھی برحق نہیں مانا ہے۔

نسبت سنت

اس میں کیا سُن کر ہو سکتا ہے کہ مسلمان کے لئے اعلیٰ و اصل نسبت اہل سنت رسول ہونے کی نسبت ہے۔ لیکن اس نسبت کو منافقانہ اختیار کرنا بلا شبہ مذموم ہے حالانکہ نسبت محفوظ ہے۔ اگر خدا و رسول کو اس نسبت کا بطور "جماعتی نام" بن جانا پسند ہو تو اختیار میں یہ اصطلاح بطور مذہب و مذکر ضرور ملحوظیٰ لہذا قاضی بھی کی یہ دلیل کہ صحتِ مسلم لفظ نے اس نسبت کے ذریعہ اپنا رابطہ ایمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا ان کے ساتھ قائم کر لیا اور یہی ان کے اہل حق ہونے کی دلیل ہے۔ مگر محض ایک مضروبہ ہے اور استدلال ظنی ہے جو و باطل کے مباحثوں میں لفظی استدلال قابل قبول ہوتے ہیں نہ کہ ظنی اگر ایسے ہی خیالات پر حق و باطل کا فیصلہ ہے تو پھر منکرینِ حدیث "اہل القرآن" یہ کیا التزام ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اس نسبت سے رابطہ ایمانی براہ راست کلامِ خدا سے قائم ہو سکتا ہے۔ اور بہر کیف اللہ رسول سے اعلیٰ و بالا ہے۔

لہذا شیعوں کو اہل سنت رسول کی نسبت پر نہ ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ شیعوں سے بڑھ کر اہل سنت رسول اور کوئی نہیں ہے اسی لئے ان کے امام نے بوقتِ ستورہ کی تحفِ سنت نبوی کی تحفہ کے لئے سیرت الشیخین کی اتباع سے انکار کر کے حکومت کو ٹھوکہ مار دیا تھی۔ البتہ شیعوں کو اہل سنت کی نسبت کے دعویداروں پر اس لئے

صلیہ جی اور اصل اس بات کا اعتراف ہے نسبتِ ایمانی رضی سے بنائی گئی رسول اللہ نے ایسی نسبت کے لئے نفس نہ فرمائی۔

سنبیل سکینہ

محمد اہل علیہ آباد بہت نمبر ۸-۱

اگر اصرار ہے کہ یہ سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ غیر رسول کی سنت کے اہل ہیں۔

نسبت علی ان خود قاضی جی نے تسلیم کیا ہے کہ شیعہ سے مراد شیعۃ البعلی یا شیعۃ البعلی یعنی حضرت علی کا گروہ یا ان کے پیروکار ہیں پھر قاضی صاحب کہتے ہیں لیکن نسبت علی سے بہر حال نسبت رسول اور نسبت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ و بہتر ہے۔ اگر شیعہ سنت رسول کی نسبت کا بھی اپنے امتیازی نام میں اظہار کرتے تو ادب بات تھی۔ پھر دوسرے درجہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی نسبت کا اصرار کرتے تو ادب بات تھی لیکن اہل سنت ہونے کی نسبت کو اپنے امتیازی اور خصوصی نام میں بالکل ترک کر کے انھوں نے ارشادات خداوندی کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہتر یہ قبول ہے کہ نسبت رسول نسبت علی سے بہتر ہے آپ نے خود مان لیا ہے کہ شیعہ سے مراد شیعۃ البعلی ہیں۔ جبکہ میں یہ نہیں مانتا کہ "اہل سنت" سے مراد "اہل سنت رسول" ہے۔ سنت کا لفظ اپنے معنوی اعتبار میں مجھے دہشت سے دوڑاؤں نہیں استعمال ہوتا ہے۔ اگر بالفرض آپ اہل سنت ہیں تو اس کے ساتھ اضافت کو لینی ہے۔ کسی سنت کے اہل ہیں یعنی آپ کی نسبت نامقبول اور متنازع ہے۔ جبکہ میری نسبت مسلمہ و غیر متنازعہ ہے۔ میں علیؑ کا شیعہ یعنی پیروکار ہوں جو آپؑ نے مان لیا ہے۔ "علی کی محبت جنت و آسمان ہے" آپؑ نے تسلیم کیا ہے "علی خلیفہ برحق اور جامع الکمالات ہیں۔ آپؑ نے کفر اٹھایا ہے لہذا ان اقداری باتوں کی موجودگی آپؑ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ علیؑ کا

پروہ کا صحیح رہا ہے نہ نہیں ہے۔ اب میری نسبت بزبان مخالف عقیدوں
و منظرہ پر پورے کے سبب سے آپ کی اختیار کردہ متنازعہ نسبت سے
برتری و فوقیت رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ کی نسبت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے نزدیک مسئلہ و مصدقہ نہیں ہے۔
پس آپ کا کسی شخص غیر انبی کی سنت کا اہل ہونا ہرگز نہ دلیل حق
نہیں ہے اور میرا علی علیہ السلام کا پیروکار نہ ہونا بتوت حق ہے پس
شیعہ کو بلیٰ از نسبت علویہ اہل سنت میرا اعتبار اجتہاد صاحب السنہ
برتری حاصل ہے۔ اور رسولؐ کا یہ فرمان کہ ”اے علیؑ تو اور میرے شیعہ
کا مکیاب ہیں“ یہ تعمیل چاہتا ہے کہ سنت رسولؐ کے اتباع میں شیعہ علیؑ
بنا جائے جبکہ مسینوں کے پاس ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ رسولؐ نے فرمایا
ہو کہ اے فلاں تو اور میرے سنی یا اہل سنت یا اہل سنت و جماعت کا مران
ہیں لہذا صرف شیعہ علیؑ بننا ہی سنت کی پیروی کہنا ہے اور اہل سنت
و جماعت ”بنا“ ”اہل سنت رسولؐ“ بننے کے خلاف ہے۔

اسی طرح عجیب کی یہ قیاس آرائی کہ سنت رسولؐ صلی اللہ علیہ
وسلم کی نسبت کے اظہار و اعلان کے بعد ہم بجلے کسی ایک صحابی کے ”الجماعت
کے لفظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام فیض یافتہ اور جنتی
جماعت کے ساتھ نسبت کا اظہار کہتے ہیں۔ یہ بھی غیر مستند اور خیالی
بات ہے کیونکہ آپؐ نے جماعت رسولؐ سے تمسک قائم نہیں رکھا۔
اور بقول شما اہل جماعت کی تعریف مولا علیؑ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ
”اہل جماعت نہ میں ہوں اور میرے پیروکار اگرچہ وہ کم ہوں یعنی
علیؑ اور شیعان علیؑ۔ جس طرح آپؐ کے بارے میں یہ بات مصدقہ

۲۰۷
 نہیں کہ آپ ﷺ رسول خدا کے پیروکار ہیں اسی طرح یہ بات بھی غیر محقق ہے کہ آپ ﷺ حقیقی جماعت رسول سے ماننے والے ہیں۔
 قاضی صاحب جب ہم آپ کی تاریخ پر پیر جانبا دلانہ نظر ڈالتے ہیں لہذا ثابت ہو تا ہے کہ اہل بدعت ہیں کیونکہ محض اپنی رائے اور خواہش کے مطابق دین کے احکامات میں تبدیلی کی ہے اور حضرت علیؓ نے اسی عمل کو اہل بدعت کی شناخت کا نشان بتایا ہے جسے خود آپ نے نقل بھی کیا ہے۔

پس اصطلاح اہل سنت و الجماعۃ کی جامعیت اسی وقت مدلل ہو سکتی ہے جب نسبت ثابت ہو جائے اور "شیعہ"، کی نسبت اس قدر جامع ہے کہ خود دیکھو سنت رسول اور جماعت رسول کی پیروی ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ شیعہ وہی ہو گا جو حضرت علیؓ کا پیروکار ہو گا اور علیؓ کی پیروی کا سراسر اتباع سنت رسول ہے نیز آپ ہی مع اپنے شیعوں کے حقیقی جماعت رسول ہیں۔ جب کہ آپ معادیہ بن ابوسفیان کے لکائے ہوئے لہو سے "اہل السنۃ والجماعۃ" نہیں۔

شیعہ علیؓ کی نسبت وہ اعلیٰ و برتر نسبت ہے جو مختصر سچے کے باوجود مفصل و جامع ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے تعلق پیدا کرتی ہے علوم و فنون کے در پر جھکاتی ہے منافقوں کے سر پر سوار کرتی ہے اور غادر، کاذب و فاسق لوگوں سے بے زاد کرتی ہے۔ اور یہ بات ہر صاحب شعور تسلیم کرتا ہے کہ گھر والوں سے تعلق رکھنے والے باہر والوں کی صحبت سے افضل ہوتی ہے۔ سبب شیعوں نے اس نسبت سے نبی کے گھر کے دروازے کی چو کھٹ کو مضبوطی

سے محکم لیا۔ علم و حکمت کے در پر لٹکی مضبوط لٹسی کو بیکڑ لیا اور ایک ہی حرکت کو اپنی ہدایت کا مینارہ مان لیا۔ جبکہ اہل السنۃ و الجماعت نے گھر کو چھوڑ کر باہر کے کچے دھاتے ہاتھ میں لینا شروع کر دیئے۔

سُنیوں کی سنت کی خلاف ورزی | رسولؐ کی پر واہ

کے بغیر سنت رسولؐ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آئینہ ضلالت کو اپنا ہادی تسلیم کیا حالانکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میری امت میں ہمیشہ کافران و کفریہ ہوں گے جو اس دین کو گمراہ لوگوں کی تحریف و تاویل جاہلین اور جھوٹے لوگوں سے بچا کر راہ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے۔

خبردار! تمہارے پیشوا ائمہ کو خدا کے سامنے اپنے ساتھ لے جائیو گے ہیں اس لئے سوچ لو کہ کیسے شخص کو بیعتنا بنا رہے ہو اور مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن جلد ۲ ص ۴۵ میں ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت میں گمراہ کرنے والے آئمہ سے ڈرتا ہوں۔

شیعوں کا اہلبیت سے تمسک | اہل شیعہوں نے اطاعتِ سنت رسولؐ کی اور آپؐ کے اہلبیت

سے تمسک کر لیا اور دیگر گمراہوں سے خبردار رہے۔ جبکہ سُنیوں نے اہلبیت رسولؐ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا پیشوا بنا کر سنت رسولؐ کی غلائیہ مخالفت کی اس لئے نہ ہی وہ اہل سنت رسولؐ ہو سکے ہیں اور نہ ہی اہل جماعت رسولؐ ہر زمانہ اہل سنت کی حضورؐ سے وابستگی ہی ثابت نہیں تو پھر ان کو شیعہ پر کیونکر فوقیت ہو سکتی ہے اب چونکہ قتلِ پیغمبرؐ

۲۰۹
 امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ہدایت صرف آنحضرت کے اہلبیت کے لئے ثابت ہے اس لئے خیر امت بھی اہلبیت ہی ہیں اور اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہی لکھا ہے اور مفسر نے حضرت علیؑ کی ذات کو خیر الامم قرار دیا ہے اس آیت کا مصداق اہل بیت کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حضرت ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ "خیر امت" اہل بیت رسول ہیں۔ ملاحظہ کریں تفسیر دارالمنثور علامہ سیوطی جلد ۱ ص ۶۴ مطبوعہ مصر۔

انہ روئے احادیث شیعہ سنت و جماعت کی عظمت

مجھے اس عنوان کے تحت سنت اور جماعت کی عظمت میں "من لا یحضرہ الفقیہ" سے دو روایتیں نقل کی ہیں جو ان کے لئے مفید نہیں ہیں کیونکہ ان سے ثابت ہے کہ جو محدث آل محمدؐ پر مرتبہ کا وہی مطیع سنت اور پیروکار جماعت رسولؐ ہوگا۔ سائل کو سنت رسولؐ یا جماعت رسولؐ کی عظمت سے ہرگز انکار نہیں ہے۔ اور میں خود یہی روایت فرس دین میں ابن عربی کے حوالہ سے اپنے مذہب سابق کے ترک کی ایک وجہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔ عبدالحکیم متذوق کی مہم اس دغا بازی کے خلاف ہے کہ شیعہ خود کو اہل سنت و جماعت "ظاہر کہہ تے ہیں مگر ان کے مذہب میں دشمنی آل محمدؐ کو طے کر چکی ہے۔ اور سنت رسولؐ یا جماعت رسولؐ سے اس گروہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ اور اہل سنت

اس عنوان کے تحت قاضی صاحب نے امیر المؤمنین کے ارشاد سے اہل سنت اور اہل جماعت کی مدح و ثناء نقل کی ہے جناب امیر نے اہل جماعت کی تفریق یہ بتائی وہ نبوی اور ان کے شیعہ ہیں اور اہل سنت وہ ہیں جو اللہ و رسول کی سنت و طریقہ کو پکڑنے والے ہیں یہ تفریقات سینوں کے لئے کس طرح مفید ہو سکتی ہیں جب کہ اُن کو علیؑ کا شیعہ ہونا منظور نہیں لہذا جماعت سے ان کا تعلق ختم اور سنت رسول کے مطابق متسک بالثقلین ضروری ہے لہذا اس تحلف کے باعث سینوں کا سنت سے کوئی واسطہ نہ رہا۔ کیونکہ یہ نہ ہی حضرت علیؑ کی تشریح کے مطابق نہ ہے کہ وہ "اہل بیت" کو۔ لہذا مولانا علیؑ کی تشریح کے مطابق نہ ہے کہ وہ "اہل فرقہ و البدعت" ثابت ہوتا ہے کیونکہ اہل فرقہ وہ ہیں جو لوگ علیؑ اور شیعان علیؑ کے مخالف ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو اپنی رائے اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہوں۔ چنانچہ یہ صفات کبھی اہل سنت ہی کے ہیں کہ ہمیشہ انھوں نے اپنی رائے اور خواہشات کو قیاس کا نام دیکر اس پر عمل کیا۔ اسی بنیاد پر انھوں نے لقب شیعہ اپنی مرضی سے ترک کر لیا۔ اہل السنۃ و الجماعت کا نام اپنا لیا اور پھر طریقہ سو سال بعد خود ہی "اہل السنۃ و الجماعت" بن بیٹھے۔ ان ہی نے اپنی رائے سے بعد از رسول ایک غیر معصوم و غیر منصوص صحابی کو مسند ہدایت پر لا بیٹھا یا۔ لہذا اس تشریح سے تو اہل السنۃ و الجماعت کی مذمت ثابت ہوتی ہے نہ کہ مدح۔ نیز یہ کہ ان اصلاحات "اہل سنت"

”اہل جماعت“ سے کسی گروہ یا جماعت کے القابات کی تعریف نہیں ہے بلکہ یہ صفات عامہ کے تحت مسنّت، رسول اور جماعت، رسول کے پیروکاروں کی متاثرہ ذریعہ بیان ہوئی ہے لہذا مجیب کی یہ دھوکہ دہی کہ اہل مسنّت اور اہل جماعت کی مذہبی اصطلاحیں ثابت ہوئی ہیں بہت بھری سانس میں ہے واضح ہو کہ مسائل تو ان الفاظ کے مذہبی ہونے یا نہ ہونے پر مبنی نہیں ہے بلکہ محض ”قب جماعت و گروہ“ کی حیثیت سے استعمال ہے کہ یہ الفاظ ایک پارٹی یا مذہبی جماعت کے لئے اللہ و رسول کے کلام سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی خلفاء ثلاثہ کے کلام سے واضح ہو کہ حضرت علیؑ نے چار صنفیوں کے حامل لوگوں کا تعارف کیا ہے۔ ان میں دو اہل مسنّت اور اہل جماعت ہیں جب کہ سنیوں کا نام ”اہل مسنّت و جماعت“ ہے جو ایک جماعت و گروہ پر مطلق ہے نہ کہ دو جماعتوں کا مجموعہ گروہ ہے۔

اہل حق کے لئے اہل مسنّت اور اہل جماعت کی مذہبی اصطلاحیں بطور صفت اور ضرور استعمال ہوتی تھیں لیکن بحیثیت ایک گروہ یا مذہبی پارٹی ان کا بھی اطلاق نہیں ہوا ہے۔ مسائل کا امیر المؤمنین سے مجمع عام میں سوال کرنا اس بارے کا بلیغ ثبوت ہے یہ اصطلاحیں اس زمانہ میں بطور مذہب رائج نہ تھیں بلکہ کردار یا اعتقاد پر عام معنی میں متعمل تھیں لہذا مسائل کو ان کی تشبیح دریافت کرنا ٹری اگر اُس زمانہ میں ان ناموں کی جماعتیں سر ملک و مذہب کے لحاظ سے موجود ہوتیں تو مسائل کا اندازہ سوال دوسرا ہوتا۔ اور مسائل کا ”منیعة“ کے بارے میں چھوٹے پوچھنا اس بات کی دلیل ہو گا کہ وہ یہ عام مرد و عورت لقب سے بخوبی واقف تھا اور جناب امیر علیہ السلام نے خود کو اور اپنے

پیروکاروں یعنی "علیؑ و شیعیان علیؑ" کو ہی اہل جماعت فرمایا اور ساتھ
یہ بھی کہا کہ اگر یہ وہ کم ہوں اور یہ اللہ رسول کے اہر کے تحت برحق
ہیں یہی کہ وہ حقیقی ارباب سے سنت رسولؐ کا پیروکار اور جماعت رسولؐ
کا متبع ہے۔

امام حسینؑ و اہل سنت

سورین کے خطبہ کا حالہ دے کہ یہ لوہا ہیں الہی ہے امام مظلومؑ نے فرمایا کہ
رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ میں اور میرے بھائی حسنؑ جنت کے جبرائیل
کے سردار ہیں اور ہم دونوں (حسینؑ) اہل سنت کی آنکھوں کی
ٹھنڈک ہیں۔

سید الشہداء علیہ السلام نے یہ خطبہ میدانِ کربلا میں تمام حجت کہتے
ہوئے دیا اور مظلومؑ کی حدیث یاد دلائی کہ ہم جبطین رسولؐ سنت رسولؐ
کے ماننے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

اگر تم فی الحقیقت سنت نبویؐ کے پیروکار ہو تو ہماری عظمت
کو مان لو۔ بصورت دیگر تم اہل سنت نہیں ہو۔ زمانہ گواہ ہے کہ
شیعوں کا بیچ بیچ حسینؑ کے ذکر سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا
ہے جبکہ سنی اس ذکر کو ہر ممکن طریقے سے روکنا چاہتے ہیں اور ان کے
بڑے بڑے اماموں نے ذکر حسینؑ کو دامنِ خرام کہا ہے اب سنت
کے منقلد اہل شیعہ ہیں کہ سنی۔

یہاں پر ایک اور لطیف پہلو ہے کہ قاضی صاحب نے کچھ بیان
میں کہا ہے کہ ذورِ تصوی میں شیعہ فرقہ نہیں تھا اور امام حسینؑ نے

۱۳
 بھی اہل سنت ہی پر تمام بحث کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم اہل سنت ہونے کے دعوے پر آمادہ ہو تو مجھے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک تسلیم کرنا کیوں کہ قول رسول یہی ہے یعنی میدان کہ بلا میں نہ مقابل کرے وہ اہل سنت تھا کیونکہ شیعہ فرقہ بقول قاضی ستاری نہیں تو پھر یہ کیوں بہتان مان رہا جاتا ہے کہ شیعوں نے امام حسین کو ستم کیا کیوں نہیں کہتے کہ اہل سنت ہونے کے دعوے پر آمادہ ہونے سنت کو پس پشت ڈال کر روح سنت کو عالم لافانی میں بھیج دیا۔

خداوند کریم کا نازل ہونے کو "فریل للمصلین" کہنا اگر منہ نہ پڑھنے والوں کے لئے اظہار غیظ و غضب خدا ہو سکتا ہے تو پھر میرا بھی نام نہاد اہل سنت والجماعت "یرا اضرافات" کے دعوت تحقیق دینا غضب سمجھا جاسکتا ہے۔ جس طرح خدا کو نماز سے کوئی لہو خوش نہیں بلکہ صرف نام نہاد نمازیوں پر ذلیل ہے۔ اسی طرح بندہ کریم متعلق کو سنت و جماعت رسول سے کوئی لہو خوش نہیں بلکہ خود ساختہ "اہل سنت والجماعت" کی جماعتی تشکیل اور تفرقاتی بنیاد پر اعتراض ہے یعنی نام سے نہیں کام لے کر لے رہے۔ نام کی دلکشی پر کام کی ضرورت ہی اسی وقت مقتدر ہو سکتی ہیں جب کام بھی پیارا ہو مگر آپ ہیں کہ نام میں سنت اور ہر کام میں بدعت ہی بدعت اور دل بدعت بدعت ہیں بھی بدعت داہ - داہ!

اگر قاضی صاحب صفائی اصطلاحات کو جماعتی القابات پر چیاں کر کے لوگوں کی آنکھوں میں دھول چھونکنا چاہتے ہیں تو آزادہ مہربانی مجھے بتائیں کہ اگر "اہل سنت" یا "اہل جماعت" نام کے دو کمرہ

محقق کے زمانے میں تھے تو پھر سلمان صحابہ میں اہل فرقہ اور اہل بدعت والی درد
جماعتوں میں کون صحابی تھے کیونکہ وہ زمانہ صحابہ ہی کا تھا ان کا وجود مسلمانوں
ہی میں تھا۔ جب ان دو جماعتوں کا وجود نہیں مل سکتا تو پھر ان دو
کا وجود کہاں ہوگا؟ اور پھر یہ دونوں اہل سنت اور اہل جہالت الگ الگ
گم وہ کب ایک یا دو ٹاپیں بن گئے۔ اصل تحقیق سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا
یہ اصطلاحیں شرعی حقیقت سے گمراہی کی طور پر مستعمل تھیں نہ کہ
جماعتی طور پر۔

احباب السنۃ والجماعۃ جنتی ہیں | نجیب نے اس سرخی کے تحت
التفہیر ابن کثیر سے اور دوسرے

سے روایات نقل کر کے لکھا ہے سفید تہروں والے اہل السنۃ ہوں گے
لیکن یہاں بھی مراد متبعین سنت رسول ہیں نہ کہ اہل السنۃ والجماعۃ
اور مشہور حدیث رسول ہے کہ لڑائی بہتر ہے والوں کے سردار علیؑ
ابن ابی طالب ہیں پس ان روایات کا اطلاق بھی علیؑ اور ان کے
شیعوں پر ہے۔ اور شیعہ کی اصطلاح شروع ہی سے بطور مذہبی
جماعت سے جیسا کہ ابن اثیر نے نہایت میں سیوطی نے تفصیلاً اکبری
میں لکھا ہے کہ ابو سعید نے شرف المصطفیٰ میں جعفر بن قیس مرادی
سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ہم چار اشخاص زمانہ جاہلیت (قبل
از اسلام) میں حج کے لئے نکلے یمن کے جنگلوں میں سے ایک جنگل
میں گئے جب رات ہوئی ہم ایک بڑے جنگل میں آئے اور ہم نے اپنی
سواروں کو باندھ دیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا اور میرے سامنے
سو گئے ایک ہاتھ نے اسیانک اطراف جنگل سے آواز دی کہ اے سواہ

شعبہ بائیں پر ہم تمام اور نرم کے پاس ٹھہرو جناب محمدؐ کو ہمارے طرف سے
 ہدیہ سلام پہنچا دینا وہ تحفہ جو ہر حال میں ان کے تالیخ اور قابل ہر فہم
 سیر و آرام میں رہے اور ان کی خدمت میں پہنچ کر دینا کہ ہم آپ کے
 ”شیعہ“ ہیں۔ ہم کو عیسیٰ ابن مریمؑ کی یہی وصیت ہے۔
 (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۸ مطبوعہ دکن)

پیش دینے کے لقب کی مذہبی حیثیت نہ صرف زمانہ اسلام میں
 مسلمہ ہے بلکہ قبل از اسلام بھی یہ لقب رائج تھا جس سے ثابت ہوتا
 ہے کہ اصل مذہب شیعہ ہی ہے۔ یہی مذہب خدا کا پسندیدہ ہے
 خدا کے رسولؐ کا فرمودہ اور اہل بیتؑ رسولؐ کا تعلیم کردہ
 ہے اسی لقب کو حضرت نوحؑ کی نسبت کے ساتھ صاحب ملت خلیل
 خدا حضرت ابراہیمؑ کے لئے پسند کیا اسی لقب کو فلک النجاة کے
 سواہر دل کے لئے تجویز کیا گیا اس ہی لقب کو خدا رسولؐ نے اپنے
 وحی حقیقی کی نسبت سے اہل الجنۃ کے لئے استعمال کیا جس طرح
 خدا نے اپنے پیارے نبی حضرت خلیلؑ کو شیعہ نوحؑ کہا اسی طرح
 خدا کے محبوب رسولؐ نے اپنی امت و اہل بیتؑ کو سفید نوحؑ کے شیعہ
 دے کہ اس میں سواہر دلی کی ہدایت جاری کر کے شیعہ بننے کی تلقین
 فرمائی چنانچہ ارشاد ہے کہ

”پس تم نے نوحؑ کو اور جو ان کے ساتھ بھڑکی ہوئی کشتی میں سواہر
 تھے ان سب کو نجات دے دی اور جو پیچھے باقی تھے ان سب کو ہم نے
 غرق کر دیا۔ (سورہ شعراء ص ۶۱)

اور خاتم النبیینؐ محمدؐ صلی علیہ وسلم حضرت محمدؐ صلی علیہ وسلم

محبتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”خبردار ہو جاؤ کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے۔ جو بھی اس میں سوار ہوگا اس نے نجات پائی اور جو بھی پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگا۔ (ہلاک ہوگا)“

(مشکوٰۃ مشرقین صفحہ ۱ اہل البیت ص ۵۶۵)

ہیں جو نہ کہ شیعہ ہی اس انداز میں ہے جو ہلاک و مقینہ نوح ہے۔ اس لئے ناجی و محفوظ ہے۔ جبکہ اہل السنہ نے اہل بیت کی کشتی میں سوار ہونے پر مذہب نہیں کیا ہے۔ اور سنت رسول اور جماعت رسولانِ فلک النجات سے مختلف کیا ہے پس ان کا انجام بمطابق فرمان رسول عوقابی اور ہلاکت ہے۔

لہذا ہر وہ شخص جو نجات اخروی کا متمنی ہے کشتی نجات | اس پر لازم ہے کہ وہ رسول کی بتائی ہوئی کشتی میں سوار ہو کہ عوقابی و ہلاکت کے خطرے سے بچ جائے اور نجات پا جائے کیونکہ وہ کشتی ہے جو ہر حالت میں یا ر لگا کرے گی اس کے ملاح اس قدر مشتاق و جو بند ہیں کہ موج طوفان ان کا نام سنکر سر ہٹا جاتی ہے۔ بڑے بڑے تلاءظم یانی یانی ہو جاتے ہیں۔ اس کشتی میں ایسے ملاح ہیں کہ سبورج ان کے اشارے سے یلٹ جاتے ہیں چاند و طمسٹ ہے ہو کر رہ گیا نہ کہ تلسے۔ اس کے ملاحوں میں حوین جیسے ہمارے ناخدا بھی ہیں اور حوین جیسے شجرہ بھی ہیں جو شیطانی طوفان کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر کہتا ہے کہ ابھی تو تیرے کوسے کا رہا لا۔ میرے پیران سال مجاہد ہے ایک طرف اگمہ کوئی نہ رہے گا نہ ششماہ

شہید خواجہ ابھی چڑھا تھا میں نے کہ اس کشتی کو کنارے لگا دے گا۔ اور ہاگہ ضرورت ہوگی تو ہم سواروں کو یقین دلائے ہیں کہ محدرات کی چادروں کے بادبان ابھی بنانے کی ضرورت پیش آگئی تو اس سے منجھی دینے نہ کیا جائے گا بنی کے گھرانے والے اس کشتی کو پہنچانے دیں گے خواہ ان کو ایک ایک طرح سے خود ٹھکانا پڑے۔ زہر بننا پڑے مگر دن کوٹھانا پڑے، گھر بار لٹا نا پڑے۔ قیدی بننا پڑے۔ گالیاں سننا پڑیں۔ لہجے پہنا پڑیں۔ ہر مصیبت برداشت کر میں گئے۔ مگر کشتی ضرور پار لگائیں گے۔

اب جیسی آخری نجات کی ضمانت شیعہ ضمانت نجات اندھمب میں ملتی ہے ویسی کسی دوسرے مسلک میں دستیاب نہیں ہے اور اہل سنت جس طبقہ کو اپنے امام اول پیشوا مانتے ہیں خود ان کا اپنا مستقبل یقینی نہیں ہے۔ شیعہ کے حق ہوئے کی صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اس مذہب کے امام اول کو سند رسول حاصل ہے کہ وہ حق کے ساتھ ہے۔ اور حق اس کے ساتھ ہے جبکہ سنی مذہب کے امام اول کے ایمان کی شہادت دینا تو درکنار پیغمبر نے شریک خفی کا طعن کیا ہے۔ شیعہ کے امام دوم کو رسول خدا نے جنت کے جواروں کا سردار کہا ہے۔ جبکہ سنی امام دوم باندہ رسول حضرت خلیفہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ سے راز منافقت اگلوانے کی کوشش کرتے تھے۔ شیعہ کے تیسرے امام کو رسول نے کہا یہ محمد ہے اور میں اس سے ہوں مگر سنیوں کے تیسرے امام کو دوہرہ رسول بنی کی رشتہ نے کہا یہ نفل کافر ہو گیا ہے اس کو قتل کر دو۔ الخرن شیعہ کے امام

پاک و معصوم ہیں۔ مسینوں کے امام ولید بن عبد اللہ بن ہشیر ہیں۔ مسینوں کے امام نذیر
 نے یزید ملعون کی بیعت کو خدا و رسول کی بیعت سمجھ کر لوگوں کو یزید علیہ
 کا مطیع بنایا۔ شیعوں کے امام زادوں نے اپنا خون دے کر اسلام
 کے لئے نہال کو پہرہ ڈانٹا۔ یہاں شیعوں کے اماموں نے علم کے دریا بہائے
 عرفان کے خزانے لٹکائے۔ مسینوں کے اماموں نے بے گناہ خون کے دریا
 بہائے اور بے جرم و خطا لوگوں کی مال و متاع کو لٹایا۔ شیعہ کے امام نے
 سر کٹ کر لوگ نیزہ پر تلاوت قرآن کریم کے قرآن کو سر بلند کیا۔ شیعوں
 کے امام نے قرآن کو زندہ رشتہ کر کے قتل کر دیا۔ الغرض مسینوں نے
 اہل سنت و الجماعت کا بارہ آورہ کر کے سنت کو مریخ کرنے کی کوشش
 کی اور جماعت کا قطع فروع کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا مگر
 شیعوں نے ہر قدم پر سنت رسول کی حفاظت کی اور جماعت کا نام
 زندہ رکھا۔ یہ شروع سے فتوحات کے لئے مسیحو رکن و طعنوں
 میں گاگا کر لوگوں کے سروں پر تلوار مرگٹ کرتے رہے۔ مگر شیعوں
 نے دلوں کو فتح کیا۔ بلا تاج و تخت اپنے کلمے پڑھوائے۔ مسینوں نے
 حق و باطل کی شناخت کرنے پر بندھنا یا بندھی لگا دی اور سب
 اچھے برے برابر کر کے کلمہ عود، "کا پڑے فریب نعرہ لگایا۔
 جب کہ شیعوں نے اہل باطل کو ترک کر کے سدا حق کی اطاعت
 گزار کی۔ اب عقلا ایسا مذہب کبھی حق پر پہنچنے کا دعویٰ نہیں
 کر سکتا ہے جو برے کو برابر کہنے پر مخالفت و اہد کمر تار ہو۔ یہی دلیل مذہب
 مسینوں کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہے کہ اس میں اچھے برے سب
 برابر ہیں کسی کی پیروی کر لینا ہدایت یافتہ ہونے کے لئے کافی ہے

اس لئے مذہب شیعہ ایک ایسا معقول مذہب ہے جس میں اجماعی اور
بہرائی کا امتیاز نہ کر کے بُرائی کو چھوڑ دیئے یعنی کسے یہ نہ سمجھ کر نہ
کی تعلیم ہے لہذا یہی مذہب حق ہے یہی مذہب قطری ہے یہی مذہب
دین اسلام ہے جو آدم سے خاتم تک جاری ہے۔

قاضی صاحب کے شائع کردہ میرے دس سوالات کے جوابات کی
نقل اور اپنا جوابی تبصرہ پیش خدمت کیا گیا یا وجودِ کثرتِ مش
کے پابندی اختیار نہ کی بلکہ یہی بالخصوص رکھ سکا اس کے لئے معذرت خواہ
ہوں۔ میں نے قاضی صاحب کے جوابات کو لفظ بلفظ نقل کیا ہے تاکہ
تحقیقین کو نتائج حاصل کرنے میں آسانی رہے۔ سید باقر حسین
صاحب میرزاہی اور ان کے دو ہزارہ بھتیجاں حضرات قاضی صاحب کے
جوابات اور ان پر ہمارے والہی گذارشات پر خوب غور و فکر فرمائیں
اور قاضی مظہر حسین صاحب کو اپنے طور پر مطلع کر دیں جبکہ احقر عرض
گذاں خود بہرہ داشت بھی یہ معرفتات قاضی صاحب کی خدمت میں
تحفۃ ارسال کر رہا ہے۔ صر کہ قبول افتد رہے عز و شرف

باقر شاہ منا اور ان کے احباب کو دعوتِ غور و فکر

باقر شاہ صاحب اور ان کے عالی قدر احباب کی خصوصی توجہ کا طلبگار
ہوں اور دیگر قارئین کو ہم قارئین کا دعوتِ غور دیتا ہوں کہ سیرِ دل
سوالات کو بار دیگر شرفِ معاہدہ عطا کیں۔ اور اپنی غیر جانبدارانہ
تحقیق کی روشنی میں منصفانہ فیصلہ دیجئے کہ کیا قاضی صاحب نے
میرے کسی ایک بھی سوال کا جواب مطابق سوال دیا ہے؟

۱۔ میں نے پہلے سوال میں کتب صحاح ستہ سے حضرات ثلاثہ کی زبان سے "میں سنی ہوں" یا میرا مذہب اہل سنت و الجماعت ہے، کے جملے سنے کی تمنا کی تھی۔ مگر اصل سوال کو چھوڑ کر قاضی صاحب نے ضمنی مباحثوں کو چھیڑ دیا۔ جبکہ سوال اپنے مقام پر لا جواب ہے۔

۲۔ دوسرے سوال میں شاہ عبدالعزیز کی عبارت کے تحت میں نے افعال قباح کو قدرت و تمکین بند سے یہ بحث اخذ کا کام ہے۔ والے عقیدہ کے منہ کا عقلی جواب پوچھا مگر قاضی جی نے کوئی نہ کوئی جتن جواب نہ دیا بلکہ اس عبارت کو کتابت کی غلطی فرض کر گئے۔ مگر اصلی و صحیح عبارت پیش نہ کر سکے اور نہ ہی اس غلطی کو غلط قرار دینے کی جرات کر سکے۔ بلکہ اللہ اس عزیز معقول عقیدہ کی تائید میں نامعقول دلائل دیے۔ اور اس نام نہاد غلطی کو تقویت بخشی۔ اب مطلوب سوال اپنی جگہ نشہ ہوا جواب ہے۔

۳۔ "رنگیلاہ سوال"، نامی کتاب میں مسئلہ کوئی ایسی عبارت پیش کرنے کا مطالبہ سائل نے اپنے تفسیر سے سوال میں کیا جو کسی ضخیم کتاب سے ہو۔ مگر قاضی صاحب ایک جملہ کی بھی نشاندہی نہ کر سکے۔ جو اس کتاب کے مصنف نے کسی شیعہ کتاب سے اخذ کیا ہو بلکہ جواب دہ کا رہ مہیا کرنے کی بجائے الزامی مطاعن سپرد قلم کر کے دل کی آگ بجھانے کی کوشش کی۔ اور سوال تاہنہ نہ منتظر جواب ہے۔

۴۔ چوتھے سوال میں ہم نے دریافت کیا ہے کہ صحاح ستہ میں سے کوئی مرفوع و مودائع حدیث مروی ان کے ان حضرات ثلاثہ بتائی

جائے جس میں انھوں نے کہا ہوا کہ آیت اختلاف ہمارے خلاف کی دلیل ہے۔ مگر عجیب ایک بھی روایت اس مطلب کی نقل نہ کر سکے۔ بلکہ الزامی اور قطعی استدلالوں سے دفع و قتی نہ گئے۔ جبکہ سوال ابھی تک محتاج جواب ہے۔

۵۔ پانچویں سوال میں آیت قرآنی کے حوالہ سے پوچھا گیا ہے کہ نماز میں کوئی غلطی کیوں نہیں کرتا اگر خدا تعالیٰ کہ آپ کی نماز بمطابق قرآن کیوں نہیں کرتا قاضی صاحب نے جواب دینے کی بجائے اللہ سائل سے "تأملین" کے معنی پوچھنے ہی کو جواب سوال خیال کر لیا۔ حالانکہ امر مطلوبہ کے ذیل میں ایک آئین بھی لکھی لہذا پانچواں سوال ابھی حل طلب رہا۔

۶۔ چھٹے سوال کے جواب میں عجیب نے اصلی سوال سے یہ کہہ کر جان بچھڑائی کہ امتی عبارت پیش کی جائے کہ حضرت عثمان نے بمطابق القرآن سے روکا ہے۔ چنانچہ میں نے عجیب کا مطالبہ پورا کر دیا ہے۔ اصل عبارت مع چار مترجمین کا اردو ترجمہ مع حوالہ دیکھ دیا ہے۔ اب دیکھئے قاضی جی کیا جواب دیتے ہیں؟

بہر حال سوال تاحال لایسچل ہے۔ اور اس میں مندرجہ حوالہ صحیح ہے۔ معلوم نہیں قاضی صاحب نے کیوں لاعلمی کا اظہار کیا۔ خیر اب جبکہ مکمل عبارت مع ترجمہ لکھ دی ہے۔ اس پر دریافت نہ کرنا ایسی قیمتی بات ہے کہ اس کا اظہار نہیں۔

۷۔ ساتویں سوال میں ہم نے پوچھا کہ اگر شیطان غائب نہ رہے کہ

نکرا ہی پھیلا سکتا ہے تو عالم غیبت میں ہزارہ کا سلسلہ جاہل کیوں نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس سوال کا جواب بھی قاضی صاحب نے یہ دیا بلکہ الزامی سوالات کر کے اپنا دامن خچھڑا گئے۔ لہذا سوال اسطرح عجیب کا منہ تکیا نہ گیا۔

۸۔ البتہ آٹھ سو بیس سوال کا انہوں نے اعتراف ہی جواب دیا ہے کہ حضرات شیخین جنابانہ سو سوال بلا دفن چھوڑ کر چلے گئے۔ اور حضرت علی یا حضرت عباس سے کوئی مشورہ نہ کیا۔

(۹) اسی طرح نئی سوال میں ”منتخبہ“ کا ترجمہ ”زنا“ انھوں نے غلط فہم کر دیا حالانکہ ان کے والد صاحب کا تعلق الیسا ہی ہے۔

(۱۰) عجیب قرآن مجید میں الیسا کوئی حکم دکھانے میں بھی ناکام رہے جس سے کام نہیں لیا گیا۔

اہل سنت یا کتان میرے سوالات کا تو کوئی غلط یا صحیح جواب
 بمطابق سوالات نہ دے سکے بلکہ غیر متعلقہ اور خارج از موضوع
 باتوں کو الزامی مباحث کا حربہ اختیار کیا۔ چنانچہ اس راقم ناواقف
 نے حسب توفیق مجیب کو اس کے ہر جائزہ خانہ قدم پر مسئلہ توڑ جواب
 نہ دیا۔

تقاضی صاحب نے سوال گندم حجاب جوہ کے مترادف ایسے ناکمل غیر کافی اور غیر شگفتی بخش جوابات کے بعد اپنی طرف سے "یعنی سوال" پیش کر کے ہیں۔ دعوایہ تین سوالوں کا کیا ہے مگر سوال اتنے طویل نہیں کہ اگر میرے جیسا کہ علم شخص ان کو پوچھتا تو شاید تین سو سوال

بنا کر دریافت کرتا تاکہ عجیب کو اور قاضی میں کو آسانی رہتی۔ قاضی صاحب کا پہلا سوال ص ۵۵ سے متروک ہوئے ص ۸۵ پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا سوال ص ۸۵ سے ص ۹۶ تک بھیلایا ہوا ہے اور تیسرا سوال ص ۹۶ سے ص ۱۲۲ تک لکھا گیا ہے پھر خلاصہ بحث ص ۱۲۲ تا ص ۱۲۶ تک شائع کی گئی ہے۔

ان گذرہ دہندہ مضمون کی عبادتوں میں نہ ہی کوئی ربط ہے اور نہ ہی تسلسل جو بعضی قاضی صاحب اپنے دل کی بھڑاس نکال سکتے تھے انھوں نے نکال کر اپنے ہم منہ یوں کو لٹ میں مدہوش کر دینے کی کوشش کی ہے اگر قاضی صاحب کی یہ عبادتیں لفظ بلفظ نقل کر دیں تو کتاب کی فصاحت بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ اس کو مختصر طور پر نقل کیا جائے اور تمام امور کا جواب دیا جائے اس لئے ہم ”موضوعی حال“ میں قاضی صاحب کے منقولہ سوال کو بحیثیت سوال نقل کرتے ہیں۔

قاضی منظر صا کے سوالات کا جواب

۱، شیعہ مذہب کی اصح الکتاب اصول کافی کی احادیث میں امام جعفر صادقؑ وغیرہ ائمہ کے صریح ارشادات مذکور ہیں کہ اگر دین کا چھپانا فرض ہے اور جو شخص دین کی اشاعت کرتا ہے وہ خدا کے ہاں ذلیل ہے اور جو شخص دین کو چھپاتا ہے جو خدا کے ہاں عزت پاتا ہے اور یہ کہ لفظ یعنی ائمہ خلاف حق میں دین کے ۹ حصے ہیں وغیرہ تو جو شیعہ علماء و شیعہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں وہ اپنے مذہب کے اصول پر اپنے معصوم ائمہ کی نافرمانی اور مخالفت کرتے ہیں

اس سوال کے وضاحت کرتے ہوئے
راقم نمکۂ چینی کا جواب قاضی صاحب نے میری تبلیغی کوششوں
 پر کڑی نمکۂ چینی کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ میں نے جو شیعہ مذہب
 کی تائید و نصرت کا طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ ہے اس کی بنا پر قاضی صاحب
 کو صوف کا یہ دعوٰی ہے کہ میں شیعہ مذہب اور آئمہ معصومین کا شدید
 ترین دشمن ہوں اور شیعہ مذہب کو بدنام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا
 زور خرچ کر رہا ہوں۔

مجھے قاضی صاحب کے ان لیمارہ کس پر سخت تعجب ہے کہ ان کو مذہب
 شیعہ حق اور آئمہ اطہار کے مکیدہ نمکۂ چینی اور خیر خدایا ہی ہوتی ہے اگر میں
 شیعہ مذہب کا دشمن ہوں تو قاضی صاحب کو مجھے ختمِ جناح تحسین پیش کرنا
 چاہیے اور شیعیان کو میرے خلاف میدانِ جدوجہد بلند کرنا چاہیے
 مگر شیعیان حمیدہ کہہ لے تو مجھے اپنا دوست سمجھتے ہیں جبکہ قاضی جی تو کون
 میں خود مجھ اہل حق و صفاق بندہ کسی سفیانی یا لول سے میرے مشن مقدس میں
 لگا کر کاٹ پیدا کرنے کی مذموم دبیہ جوئی کر رہے ہیں۔ بھئی اگر میں شیعہ کا دشمن
 ہوں تو شیعہ جانیں اور میں جانوں آپ کہاں میں ٹانگ اڑانے کی دعوٰی
 کس نے دی ہے؟

مجھ پر شیعہ دشمنی کا بے بنیاد الزام عائد کر کے قاضی صاحب اپنے
 اس غلط دعوٰی کے کچھ دلائل پیش ہیں جن کا اوّل یہ ہے کہ "شیعہ مذہب
 کی تبلیغ و تہذیب ممنوع ہے اور جو شخص شیعہ ہونے کا مدعی ہوگا شیعہ مذہب
 کی تبلیغ کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کرے گا" اور جو شیعہ اپنے
 دین و مذہب کی تبلیغ نہیں کرتا بلکہ اس کو چھپاتا ہے اس کو بارگاہِ الہی میں عزت و ثنا

ماتا ہے: "قاضی صاحب نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں اصول کافی کی تردید کی یہ عبادت لکھی ہے۔"

"فرمایا ابو عبد اللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اسے بیان تم اس دین پر ہو کہ جس نے (اس کو) چھپایا خدا نے اسے عزت دی اور جس نے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا۔" (اصول کافی جلد ۷ صفحہ ۲۱۷)

قاضی جی شیعہ مذہب کی تبلیغ سے مخالف کیوں ہیں؟

میں قاضی صاحب سے پہلے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت کو شیعہ مذہب کی تبلیغ اور تشہیر و اشاعت سے کیا خوف لاحق ہے جو وہ اس رد و کش کو اختیار کئے ہوئے ہیں کہ میں ان کو یہ ڈر دیتے نہیں کہ اگر شیعہ مذہب سے دنیا واقف ہو گئی تو کوئی ایسی آگے نہ بڑھے گا۔ بھولے بھائی! اگر شیعہ کے لئے تبلیغ و تشہیر ممنوع ہے تو اس کی جواب دہی شیعہ پر اور وہ اپنی ذلت و عورت کا خود ذمہ دار ہے۔ آپ کہ شیعوں سے کیوں ہمدردی ہو گئی ہے۔ سادہ سی عمر تو آپ نے شیعوں کی مخالفت میں گزار لی اور آج ان کی خیر خواہی کا جامہ پہن کر سامنے آ رہے ہیں۔ اور آپ کے خلوص و دیانت کا یہ حال ہے کہ جو دلیل آپ اپنے دعوے میں پیش کر رہے ہیں وہ بھی محرف اور خود ساختہ ہے۔

قاضی صاحب اگر آپ میں کوئی دینی تحقیق کا ایمان نہ ہو گا تو چھپانا

جلد بہ ہوتا تو آپ ہرگز اس روایت کو اپنے دلائل میں سچو بیڑ نہ کرتے کیونکہ یہ روایت "اصول کافی" کی کتاب الایمان و کفر کے باب عشر سے جس کا عنوان ہے "راز کو چھپانا"، اور اس روایت کا

تمہ مجہ سکرہ را دیب اعظم منظر العالی نے الشافعی جلد ۲ کے صفحہ ۲۲۵ پر اس طرح کیا ہے۔

”فرمایا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اے سلیمان تم اس دین پر ہو کہ جس نے چھپایا خدا نے اسے عزت دی اور جس نے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا۔“

روایت میں یا ترجمے میں دین کہ چھپایا جسے رکھنے کا ذکر موجود نہیں ہے بلکہ لڑکچھپانے کی نصیحت کی ہے۔ قاضی صاحب نے ترجمہ میں (اسکو) کا اضافہ کر کے اس روایت میں معنی کی تحریف کا ارتکاب کیا ہے حالانکہ اس بات کا اعتقاد اس کا مفہوم بتا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ لڑکچھپانا کسی بھی ضابطہ میں مجہوب نہیں ہے اب چونکہ اس روایت کا تعلق تبلیغ دین سے نہیں ہے لہذا دلیل ناقابل قبول ہے۔

اسی طرح اصول کافی کا امام زمانہ سے مصدقہ ہونا امر مسلمہ نہیں ہے بلکہ عند التحقیق ہے لہذا بار بار ایک غیر مسلمہ امر کا اعادہ کہہنا بے سود ہے۔

بین الاقوامی ثقافت و تمدن میں رازدارانہ
مسکری حسن
 ایک مسیحی (ہرچے اور ہر لڑکچھپانے والے) نے دیکھا امانت دار ہے جس کی تعلیم آئمہ اطہار نے دی ہے اور قاضی صاحب کو یہ بات قابل اعتراض معلوم ہوئی ہے شاید اس لئے کہ دو محمد و خواتین نے ایک دفعہ لڑکچھپانے کی فاشی کر کے قرآن سے ٹیڑھے قلوب پر نہ کی تا دیب یا ئی تھی۔ لہذا ان کو اب راز فاشی کرنا ہی اچھا لگتا ہے۔ لڑکچھپانا برائی دکھائی دیتی ہے۔

آئمہ کی تعلیم سائنٹیفک ہیں

سائنٹیفک ثابت نہیں ہوتے ہیں کہ اطفال نے ایسے معاشقہ کی ویسی سی پہلو پر روشنی ڈالی جس کی اہمیت ہر دورہ میں یکساں رہتی ہے مثلاً ہڈی اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ لڑکے کو محفوظ رکھنے والا معززہ ہوتا ہے اور لڑکا فاش کرنے والا ذلیل۔ اس میں دین کی تبلیغ پر پابندی کہاں ہے حالانکہ تبلیغ لڑکائی سے بھی ہو سکتی ہے۔

لیکن ایک ایسا مذہب جو اس قدر اہم اور مفید اصول کا مخالف ہو وہ اس قابل نہیں ہے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اس لئے مذہب مذہب جو ہے کہ وہ لڑکائی، کی تعریف کرتا ہے اور "افشار لڑکے" کی مذمت۔!

دوسری روایت بھی قاضی صاحب نے "اصول کافی" کے اسی باب سے نقل کی ہے اور اس میں بھی لڑکائی ہی کی تعلیم ہے۔ نہ کہ تبلیغ کی مخالفت اور تیسری روایت بھی اسی باب کی ہے آئینے "امر خاص"، کو چھپانے کی ہدایت کی ہے نہ کہ دین کی تبلیغ کرنے کو منع فرمایا ہے۔

یہ تینوں روایات بخیر ان "لڑکے چھپانا" کے ذیل میں درج ہیں۔ قاضی صاحب نے تحفہ دعاؤں کے باعث ان کو تبلیغ دین کی مخالفت کے اثبات میں پیش کر کے عدل و انصاف کے تقاضوں پر رد دیا ہے ڈاکہ ڈالا ہے۔ اور مجھے یہ ہنسا ہے کہ "امام جعفر صادق کے اس فرمان کی روشنی میں مولوی مشتاق صاحب اپنا انجام معلوم

کر سکتے ہیں جو شیعہ دین کی اشاعت و اعلان کی بدولت تہذیب ہندو کا
میں تہذیبی عرصہ گزریں گا میں اپنے انجام یا اخیر یہ مطمئن نہیں کہ
امام جعفر صادق نے کبھی بھی دین کی اشاعت و اعلان کرنے پر مخالفت
کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ بلکہ انجام کی ذریعہ قاضی حجتی کہ یہ میں جعفریوں نے
ایک صادق فرد آل محمد پر جھوٹ باندھا ہے۔

اچھائی کو برائی سمجھنے کا کوئی علاج نہیں | بعض لوگوں میں

ہوتا ہے کہ اچھائی کو برائی سمجھتی ہے برائی ہی نظر آتی ہے۔ کچھ اسی
مستم کے لوگوں میں جناب قاضی مظہر حسین صاحب ہیں کہ ایک محقق بات کو
قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اصول کافی کی مندرجہ ذیل روایت نقل کی
ہے اور اعتراض فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ
السلام نے اپنے مفسرین الطائفت ہونے کا اقرار نہیں کیا بلکہ انکار کر دیا
اور جن مریدوں سے آپ کے امام مفسرین ہونے کی تبلیغ کی تھی ان کے
متعلق فرمایا کہ میں نے ان کو ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا۔

اصول کافی کی یہ روایت کتاب الحجرات باب ۱۱ میں زیر عنوان رسول
اللہ صلعم کے لکھی ہے اور سامان سے آئمہ علیہم السلام کے پاس کیا تھا۔
میں اولاً درج ہے کہ۔

”سعیہ روغن فروش سے روایت ہے کہ میں ابو عبد اللہ علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر تھا کہ زید یہ فرقے کے دو آدمی آپ کے پاس آئے
اور حضرت سے کہنے لگے کیا تم میں کوئی امام مفسرین الطائفت ہے حضرت
نے (مصاحبت وقت پر نظر رکھ کر) کہا۔ کوئی نہیں۔ انھوں نے کہا

ہمیں معتبر لوگوں سے خبر ملی ہے کہ آپ فتوے دیے ہیں۔ اقدام کرتے ہیں اور قائل ہیں۔ اگر کہیں ہم ان کو آپس کے نام بتا دیں۔ وہ فلاں فلاں ہیں جو جھوٹ بولنے والے نہیں اور صاحبِ زہد و ورع ہیں حضرت کو غصہ آیا فرمایا میں نے ان کو ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا۔ جب ان دونوں نے آپ کو غصہ کیا دیکھا تو وہاں سے چل دیے۔ "قافضی جی نے اپنی مطلب برآردی کے لئے روایت کا اتنا حرقہ ہی نقل کیا ہے جبکہ اس سے آگے یہ ہے کہ "حضرت نے مجھ سے پوچھا کیا تم ان لوگوں کو جلانے ہو میں نے کہا ہاں یہ ہمارے یا نہ اے مجھے نہ ہنسنے والے ہیں اور نزدیک فرقہ کے ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی تلوار عبداللہ بن حسن (ابن امام حسنؑ) کے پاس تھی فرمایا وہ دونوں جھوٹے ہیں۔ خدا کی ان پر لعنت ہو۔ الخ "

معادہ حدیثیہ کی تحریر سے امام صادق کی تقریر کا جواب

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پاس جو دو افراد آئے تھے ان کا تعلق مخالفین سے تھا اور وہ تبرکاتِ رسول کو حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔ ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی تلوار اب امام جعفر صادقؑ ولیہ الامم سے پاس ہے تو وہ اس کی طہارت میں آئے اور بالکل لٹروں کی طرح سوال کیا کہ تم میں کوئی امام مفسد فی الطاعت ہے حضرت امام علیہ السلام نے معاملہ کی مصلحت کو سمجھا دیا ہے تمہوں کو جواب دیا کوئی نہیں۔ یہ جواب نہ ہی جھوٹ تھا اور نہ ہی غیر واقعہ

کیونکہ فرقہ زیدیہ کے عقیدہ کے مطابق اُن دونوں کے لئے امام یا ک
مفسر من الطائفت نہ تھے اور چونکہ دشمن تھے اور بکبر عزائم سے پرانے
تھے لہذا اُن سے حفاظت یعنی بر عقل تھی۔ اگر امام مہدوم کا محض
نزاکت حالات کے پیش نظر دشمنوں کو یہ کہہ دیتا انکار امامت منصوص
ہے تو قاضی صاحب جواب دیں کہ جب صلح حدیبیہ میں سرکارِ سید
الانبیاء و رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں کے
ساتھ معاہدہ صلح میں ہر ایسے کو (تجزیہ بری طور پر ثبت کردہ حملے
کے باوجود) "رسول اللہ" کہنے کے کاٹ دیا اور محمد بن عبداللہ
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ کیا اس تجزیہ پر سند کے اعتبار
سے معاذ اللہ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رسالت و نبوت
حقہ انکار فرمایا۔ اگر حضرت رسالت باپ کا مخالفین کو ایسی تجزیہ
جوائے کہہ دینا ان کی رسالت پر اثر انداز نہ ہو سکتا تو پھر آپ کے
فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کا محض دشمنوں کو مصلحت سے تحت
"کوئی نہیں" کا جواب نہ بانی کے دینا کیونکہ قابل اعتراض بات
ہو سکتی ہے۔

خلیفہ اول مخالف کہہ بھی خلیفہ کیوں؟ قاضی صاحب پر سخت افسوس

اس بات کا ہے کہ اُن کے خلیفہ اول سارے عمر کہتے رہے میں خلیفہ
نہیں ہوں بلکہ مخالف ہوں مگر اُن کی خلافت پر ان قاضی جی کو اس افتراء
کے باوجود قبول ہے مگر امام کا ایک معقول جملہ اُن کے لئے قابل
الاعتراض ہے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلمانوں کی موجودگی میں کفار کے سامنے تحریر الیہ نام سے "رسول اللہ" کا رٹ دینا صحابہ رسول کے لئے مانع تبلیغ نہیں بنوایں حضرت ابو بکر کا خلیفہ ہونے سے انکار کرنا اور مخالف ہونے کا اہتمام کرنا اہل یاران کے لئے "آخر خلافت حق جاریا" پر پابندی ثابت نہیں ہوتا۔ تو پھر امام کے مریدوں پر تبلیغ حق کی جماعت صرف ایک مصلحتی قول بروئے عہد کے استدلال پر کیسے جائزہ منقولہ ہو سکتی ہے؟

۲۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے تین روایات نقل فرمائی ہیں۔ پہلی میں باہ اور شکر کا شکار حرام یا حلال ہے کا ذکر ہے اور دوسری میں ایک ہی نشست میں ایک مسئلہ کے مختلف سائلوں کو مختلف جواب دینے کا واقعہ ہے اور تیسری روایت میں امام جعفر صادق کا فرمان ہے کہ ہم حق بات کہتے ہیں مگر جب ایسی بات نہ ہو جو تمہارے علم میں خلاف حکم خدا ہو تو سمجھو کہ بعدیت تقیہ ہے۔

الیا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو ہم سنیوں کے ساتھ صرف کُفّض برائے کُفّض ہے اور ان کی تحقیق کا علم و دانش سے کوئی رشتہ نہیں البتہ ریاکاری، مترانگیزی اور منافرت خیزی میں یدِ بطنی حاصل ہے چنانچہ ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ "مسند احمد بالاحدیثوں سے شیعہ مذہب اور شیعہ اماموں کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ حدیث (۱) سے واضح ہو کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق دو معصوم اماموں نے ایک ہی چیز کے متعلق متضاد فتوے دیئے۔ آیت نے اس کو حلال فرمایا اور دوسرے نے ان کو حرام قرار دیا۔

اور حدیث ۱۷ سے ثابت ہو کہ ماشاء اللہ ایک ہی امام معصوم ایک مسئلہ کے ایک ہی شسست میں تین مختلف جہاں دیئے ہیں۔ اور اپنے پڑا نے وفادار شیعوں کو بھی یکساں طور پر حق بات انہیں بتاتے جو ان کے لئے ہر طرح قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور حدیث نمبر ۱۳ سے واضح ہو گیا کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ہم انہیں کہتے مگر حق لیکن اسی وقت یہ بھی فرماتے ہیں اپنے مخلص برادر داروں سے کہ اگر ہم سے کوئی بات ایسی سنا جو حکم خدا کے خلاف ہو یعنی وہی امام صاحب جو حق ہی کہتے ہیں اگر کبھی حکم خدا کے خلاف بات فرمادیں تو ہم انکی سچائی میں شک نہ کریں گے۔ کیوں کہ وہ مہتمم ہی جان بچانے کے لئے حکم خدا کے خلاف ارشاد فرمادیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ یہ ہے شیعہ مذہب کی اہم الکتاب میں امام جعفر صادق کی حق پرستی۔ صاف کوئی اور خدائی کا حال جن کا لقب ہی صادق ہے۔ فرماتے ان احادیث کے باوجود مولوی عبدالحکیم صاحب مشافہی اپنی اعلان فرماتے ہیں کہ واللہ آسمان و ارض و سموات پر (بارہ اماموں) کے علاوہ کوئی امام ایسا نہ ملے گا جو اس سخن فی العلم کا مصداق ہو۔ ہمارے مذہب کے تمام احکام سائنٹفک اور فطری ہیں۔ جنہیں خلاف عقل نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ واقعی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ایسے کسی نہ ملنے میں معصوم امام نہیں پائے جاتے جو حکم خدا کے خلاف بات فرماتے ہوں۔ اور جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہنے میں ماہر ہوں۔ اور جو اپنے جانناز شیعوں کو بھی حق نہ بتائیں اور جن کی دین کی خصوصیت یہ ہو کہ اس کو چھپانے سے جنت ملتی ہے اور اس کے ظاہر کرنے سے دوزخ!

۲۳
اگر مذہب شیعہ ہی ہے تو صحیح عقل و فطرت والا تو اسے ایک لمحہ کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتا ہاں اہل تشیع کی عقل و فطرت پر یہ لپہہ رافضیہ آتا ہے تو ان کا معاملہ جھل ہے۔

بیشتر اس کے ہم قاضی صاحب کی تصنیحات پر اپنی رائے کا اظہار کریں ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بحث مسئلہ تقیہ پر ہے لہذا اس پر عبور کی طور پر تحفہ تمہیدی معروضات پیش کریں اور بعد میں محضر حق کے مطلوب کی جانب متوجہ ہوں ویسے تو اس موضوع پر مفصل بحث میں نے اپنی کتاب "تقیہ کیوں ضروری ہے" میں قلمبند کی ہے اور ضمناً "ہزار ہمتاری دس ہمتاری" میں بھی اس مسئلہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے مگر جواب دہی کی ذمہ داری سے بھدہ نہراؤ ہونے کے لئے مندرجہ ذیل گفتگو لازمی خیال کی جاتی ہے۔

تقیہ معقول حکمت علی
بے شک تقیہ ہم شیعوں کا بے شک تقیہ ہم شیعوں کا اشتعا ہے تقیہ ہے تقیہ میں کم ہونے کے باعث کچھ حالات میں قدیم دور میں تقیہ کی حکمت عملی کو اختیار کرنا پڑا اگر ان برسے ایام میں شیعہ کو لیا اس تقیہ مسیر نہ آتا تو آج شیعوں کا نام و نشان اس صفحہ پر ہی سے مٹ چکا ہوتا اور تقیہ مذہب حق کے منازلے نہ ہو سکتے۔ شیعہوں کی اس معقول تدبیر کو نہ صرف قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے تائید حاصل ہے بلکہ انسانی مشعر، فہمی تدبیر اور عقلی منشور بھی اس کے مؤید ہیں چنانچہ اسی تقیہ ہی کو آج کے بھدہ یاب یافتہ دور میں اٹلیجنس جاسوسی، سرکاری دغا بازی کے الفاظ سے جانا جاتا ہے۔ اور انسانی

سیاست تمدن اور ثقافت میں اس کی اہمیت و ضرورت کہ محسوس کیا گیا ہے تفتیہ پر اعتبار سے فطرت سے ہم آہنگ ہے چنانچہ اسلام میں اس معقول بات کی سند جو انہی ہے قرآن حکیم کی یہ نصیحت آیات و اذنی ہدایت رسول و علیم کی احادیث، معتبر کلمات بلکہ خود سرکار کائنات کے اعمال و حکمت سے پوری طرح تفتیہ کی اجازت ثابت ہے بلکہ اکثر مواقع پر تاکید و اصرار دار دہوئے ہیں لیکن مخالفین نے اسے محض شیعوں کا شعار سمجھتے ہوئے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ ازراہ عصبیت تفتیہ کا غلط مفہوم بنا کر مذہب شیعہ کو مورد الزام ٹھہرایا اس کو چھوٹ بنا کر جی بھر کر چھوٹا کر دیکھنے لگا اور عام مسلمانوں کے جذبات تنفر کو برپا کر دیا

تفتیہ کا مطلب | تفتیہ کا مطلب یہ ہے کہ جان و مال کی حفاظت کے لئے اپنے مذہب کو جبکہ مذہب ہی خطر کی جان و مال ہو پورے شدید دیکھنا اور اگر خطرہ جان ہو تو کلمہ کفر کہہ دینے کی بھی اسلام اجازت دیتا ہے۔ تفتیہ کے یہ معنی ہر گز نہیں ہیں کہ کسی دینی ہی منفعت کے حصول، جاہ و منصب کے لالچ، کسب و زر و مال، اقتدار دنیا کی خواہش میں مذہب پر پردہ ڈالا جائے بلکہ تفتیہ سے مراد یہ ہے کہ حفاظت جان و مال کے لئے مذہب کو چھپانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس پر عمل کرنے نہ کہ زیادتی مال و اقتدار یا مطلب دینی کے حاصل کرنے کے لئے۔ مثلاً -

تفتیہ کی ضرورت | ایک شریف النفس عالم مسلمان کسی ایسی جگہ میں جاتا ہے جہاں کے باشندے دشمنان اسلام ہیں اور مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں وہاں اس کی تبلیغ حق مفید

تباہ نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اس کے پاس کوئی کما امت ہے کہ جس کے کمر بننے سے لوگوں کو اپنی حق بات میں اس کے لئے اس مقام پر اس کا میلان ہونا اگر اس کے لئے جانی طور پر حضرت ابراہیمؑ ہے تو ایسے حالات میں اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرے کہ اپنی جان بچا کر بچ نکلتا ہے تو کوئی عقلمند اس کی یہ حرکت مذموم نہ سمجھے گا بلکہ اگر وہ ان کے باحقوں میں سے گھٹا اتر جاتا ہے تو اسے فتنہ دہی دے فتنہ سمجھا جائے گا کیونکہ اس کی زندگی کے بچ جانے سے ملت کو فائدہ تھا نہ وہ ممکن ہے کسی افراد کو اپنے علم و ہنر سے فیض یاب کرنا جبکہ موت سے بچنے کی تدبیر نہ کرنے سے قوم کو نقصان ہوتا۔ بے شک اگر اس کی موت برمودہ واقع ہوئی تو مؤثر ہوئی۔ مثلاً میرا ان جنگ یا نہ ہرب کا اہل قباقرانی یہ منحصر ہے تو اس کی موت شہادت ہے۔

خداوند کریم نے مسلمان کی جان کو بہت قیمتی شے قرار دیا ہے اس لیے اس جان کی حفاظت کے لئے سب سے بڑا کوشش کھانے کی اجازت دیا ہے جبکہ فائدہ سے اس کی جان معرض ہلاکت میں ہو اور ضرر نہ کے کوشش کے سوا کوئی وزا جان بچانے کے لئے میسر نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اتنا کھاؤ جس سے کہ تمہارا ہی جان بچ جائے۔ معلوم ہوا کہ حفاظت جان کے لئے حرام کھانا اور شراب پینا نیز قرآن روا ہے۔ تو پھر نہ ہرب کو چھپا لینا یا نہ کر حرام ہو سکتا ہے۔

اسلام دین فطرت اور سائنس اس کی فطرت کے تابع ہے اس کے تمام احکامات مبنی بر دانش و معائنات ہیں۔ جان النسانی کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح خیال

انبیاء کا لقیہ

۲۳۶

لکھا ہے کہ علیؑ و معذور کو اپنی خاص و بابتوں میں رعایت دے لکھی ہے مثلاً روزہ کی چھوٹ، نماز کا قصر و غیرہ وغیرہ پھر قصص الانبیاءؑ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ علیہما السلام کی ولادت بھی دشمنوں کے خوف سے یہ وہ ایوان میں لقیہ کی حالت میں ہوئی ان حضرات کی پرورش بھی بجائے لقیہ ہی ہوئی خود سرکار دہ جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے ابتدائی تیس سال خفیہ تبلیغ میں گزارے اور کفار مکہ سے لقیہ کئے رہے۔ مشہور ہجرت بستر خانی نہ چھوٹا بلکہ لقیہ علیؑ کو ملا کہ روانہ ہوئے تاکہ بستر خانی دیکھ کر فخر و تفتیش کئے نہ روانہ نہیں ہوں۔

حالت مجبوری میں کلمہ کفر کہنا جائز ہے

اگر یہ سوال
کیا جائے کہ
نامہ اعد

حالات میں مذہب کا چھپا لینا تو امر شنیع نہیں مگر بوقت خوف مذہب بدل کہ اس مذہب کو برا کہنا غلط ہے اور یہ سوال بھی صرف وہی لوگ کہتے ہیں جن کو حالات کی سنگینی سے آگاہ ہی نہیں ہے۔ حالانکہ شریعت تحریریہ میں مذہب حقہ کو چھپا کر کلمات کفر تک کہنا اور خلاف مذہب باتیں کرنا تک جائز نہیں۔

مثلاً قرآن شریف میں ہے کہ من کفر باللہ من بعد ایمانہ
الا من اکراہ و قد بہ مطمئن بالایمان و لکن من شراح بالکفر
عدواً فعلیہم عذاب من اللہ و لہم عذاب عظیم۔
(سورہ بقرہ ۲۱۷)

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوائے اس شخص کے جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو لیکن جس نے کفر کے ساتھ سیمینہ کھول دیا تو ایسے لوگوں پر خدا کا غضب ہے اور ان کے واسطے بہت برہنہ عذاب ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ من بحالت مجبوری کفر کا کلمہ کہہ سکتا ہے بلکہ کفر کا اظہار قولاً اور عملاً صورت میں کر سکتا ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں امام اہلسنت نحر الدین راندی ایسی کبیر میں لکھتے ہیں کہ حالت جبر و اکراہ میں حفاظت جان کرتے ہوئے کلمہ کفر کہنا جائز ہے بلکہ مصلحتوں نے اس کو واجب اجماع کا دعویٰ کیا ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد پنجم۔

مفسرین اہل سنت کی تفاسیر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسے موقع پر تفسیر جائز ہے چنانچہ تفسیر دول میں ہے کہ یہ آیت حضرت عمار یا ہر رضی اللہ عنہ کے حق میں نافذ ہوئی جب کہ وہ کفار میں پھنس گئے تھے جناب عمار رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں کیں جو بظاہر ایمان کے خلاف تھیں جس سے کفار خوش ہوتے تھے۔

واقعہ عمار | آیت مذکور کی تشریح میں عمار نے لکھا ہے کہ مشرکوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو ایک کنویں میں ڈال دیا اور نہ چھوڑا جب تک کہ اس مصلیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بظاہر گستاخانہ کلمات نہ کہے اور مشرکین کے معبودوں کی تعریف نہ کی چنانچہ اس پر ان ظالموں نے حضرت عمار کو چھوڑا اور عمار خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا کہ جب میں کفار میں پھنس گیا تو میں نے خلافت ایمان باتیں کچی ہیں حضورؐ نے فرمایا اے عمارؓ تو اس وقت اپنے دل کو کیسے پاتا تھا۔ آپ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ میں اس وقت ایمان سے مطمئن تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمارؓ اگرچہ بھڑک بھی ایسا موقعہ آئے تو اسی طرح کہہ دیا پس آیت بالا کا نزول ہوا۔
ملاحظہ کریں۔

تفسیر درمنثور جلد ششم علامہ یحییٰ مطبوعہ مصر، تفسیر قاضی بیضاوی جلد اول ص ۵۳ مطبوعہ لاہور، تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی - ص ۱۵۵ امام بغوی تفسیر کشاف علامہ مخیری جلد اول ص ۵۵، مطبوعہ مکتبہ وغیرہ۔

مخالفین سے لقیۃ دوسری کی اجازت | سورہ آل عمران

میں ہے کہ ”مومنین کافروں کو دوسرے بنائیں“ سورہ مومنین کے (در جو مومن ایسا کرے گا خدا اس سے بڑھ کر دیکھنے کا مگر یہ کہ تم ان سے خوف نہ رکھتے ہو۔) (تو ایسی صورت میں کفار سے دوسرے تعلقات قائم کرنا گناہ نہیں)

امام بخاری نے اپنی صحیح کے باب القرآن میں لکھا ہے کہ اس آیت میں لفظ ”لَقِیْتُمْ“ سے لقیۃ کرنا مفقود ہے اسی طرح علامہ جلال اللہ زحزحی نے تفسیر کشاف میں اور امام محمد بن زبزی نے تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ آیت بالا کی رو سے مومنین کو اجازت دی گئی ہے کہ دشمنان دین سے موالات و محبت کریں اور جب

کوئی مومن کا فنوں کے درمیان پھٹسلی جائے اور اپنی جان و مال کا اتنے خوف نہ رکھتا ہو تو ان سے ظاہر انجلیت و دورتی کرے اور دل میں انہی مخالفت رکھے جتنا کچھ اہل سنت مفسرین نے ان دونوں آیات کے تحت تفسیر کی ہے۔ اور اتفاق کیا ہے۔ اور بعض نے مال کی حفاظت کے لئے بھٹی تفسیر کو جائز قرار دیا ہے۔ اور دلیل یہ دی ہے حضور کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔

حضرت حمزہ قبیل کا تفسیر
اسی طرح سورہ مومن ہے کہ "آل فرعون میں سے ایک مرد مومن نے کہا جبکہ وہ ایسے ایمان کو چھپا رہا تھا اس مقام پر قابل غزوات سے کہ سارے مصر میں اس شخص کو کا فر سمجھا جاتا تھا مگر اللہ اس کو ایسا نذرانہ بھیج رہا ہے اور ساتھ ہی وضاحت بھی موجود ہے کہ وہ اپنے ایمان کو چھپا رہا ہے۔ لہذا باوجود ایمان چھپانے اور گرفتار نہ کرنے کے خدا اس کو مومن کہہ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ جان و مال کی حفاظت کے لئے ایمان چھپانا مضر نہیں ہے جیسا کہ مومن آل فرعون حضرت حمزہ قبیل پر رسول ایمان چھپانے کے لئے ہے۔

تفسیر سے عناد محض شیعوں کی مخالفت ہے
اقرآن مجید
لہذا یہ طور پر تفسیر حق ثابت ہوئی ہے مگر ہمارے اہل سنت بھائی عناد کے جذبات سے اس قدر غلبہ میں ہیں کہ وہ اپنی ہنسٹ دھرمی کے سامنے قرآن کے حکم کے کوئی حیثیت نہیں سمجھتے جبکہ شارح مبہم شریف امام

۲۴۰

اہل سنت نے دینی نے شرح اربعین میں سورہ مؤمن کی منقولہ بالا آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ "تقیۃ کے اثبات اور جائز ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ مؤام الناس (مستی) لفظ تقیۃ سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ یہ لفظ شیعوں کے مستند امور میں سے ہے۔"

سبحان اللہ کیسما من کھڑت نہ ہریدے اہل سنت والجماعت کا کہ محض شیعوں کی ضد میں احکامات خدا کو ترک کرنا جائز قرار دیتا ہے۔ اور پھر دعویدار ہے کہ "سنی مذہب حق ہے" شاید حق کی تعریف ان کے مذہب میں یہی ہے کہ خدا اور رسولؐ کی احکامات کی خلاف ورزی۔!

شیعوں کو چھیڑنے کے لئے بعض غیر شیعہ تقیہ کو منافقت تک کہنے سے دریغ نہیں کرتے ہیں حالانکہ مذافق کی نشانی یہ ہے کہ وہ زبان پر ایمان کا کلمہ لاتا ہے اور دل میں کفر کو پوشیدہ رکھتا ہے حالانکہ تقیۃ میں بالکل اس کے خلاف ہوتا ہے۔ صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۲۰ طبع مصر میں حسن بھری سے مروی ہے کہ "التقیۃ باقیۃ الی یوم القیامت" جب تقیۃ قرآن مجید اور سنی اعدایت سے ثابت ہے تو پھر محض شیعوں کا مستغاث سمجھ کر اس کی مخالفت کرنا خدا اور رسولؐ کی حکم عدویٰ کرنا ہے شیعہ بیچارے ہمیشہ مظلوم و قلیل رہے ہیں مخالفین کی کثرت تعصب، نفرت اور مظالم نے ہمیشہ شیعوں کا ناک میں دم کئے رکھا ہے اس لئے شیعہ تقیہ کرنے پر مجبور رہے۔ اور یہ مستغاث صرف شیعاں مرتضوی کا نہیں بلکہ شیعہ صحابہ کہ ام اور مستغاث مسلمین برہم ہے اب جبکہ تقیۃ قرآن وحدیث سے جائز ثابت ہے تو پھر امر جائز ہمیشہ حق

ہوگا۔ اور اس کی مخالفت حق کی مخالفت ہوگی۔

متضاد فتوؤں کا جواب اب قاضی صاحب نے جو روایت بیان کرنا شروع کی اس روایت میں یہ بیان ہے کہ امام محمد باقرؑ بنی اُمیہ سے تقیہ کرتے تھے اور امام جعفر صادقؑ تقیہ میں نہ تھے لہذا جب تقیہ کا جوہر مذکور ہے تو پھر دونوں باتیں اپنے مقام پر جائز نہیں کی حالانکہ یہ روایت متنازعہ ہے مگر ہم اس روایت پر مفصل حرج ایسی کتاب "تقیہ کیوں ضروری ہے" میں کریں گے۔ تاہم ایک ہی شرعی امر دو مختلف اوقات میں حرام و حلال ہو سکتا ہے۔ مثلاً حالت روزہ میں "پانی پینا" جائز نہ ہوگا جبکہ بعد از افطار جائز ہوگا۔ ایک شرکاء حالت اسلام میں حرام ہے مگر عام حالت میں حلال ہے لہذا جب تک موقع محل و سیاق و سباق کو پیش نظر نہ رکھا جاوے گا محض اختلاف حکم کو سامنے رکھ کر جائز و ناجائز یا حلال و حرام کے بارے میں حق و باطل کا فیصلہ کر لینا حماقت ہوگا۔ حالانکہ اس روایت میں صاف ظاہر ہے مقدم حکم حالت تقیہ کا تھا۔ اور مؤخر بلا تقیہ کے۔

اسی طرح زیادہ کی روایت میں امام کا ایک ہی مسئلہ کے مختلف جواب دینا ان کے علمی تیجور اور فقہی دسترس کی لاجواب دلیل ہے۔ اور جب تک حالات کے پس منظر سے واقفیت نہ ہو جائے یہ نہیں کہا جائے گا کہ جواب غلط دیئے گئے۔ عام مثال ہے کہ اگر کوئی سترابی حالت نشہ میں نہ کہ کسی مذہبی عالم سے نماز پڑھنے کی بابت دریافت کرتا ہے

۲۴۲

اور وہ عالم اس کو نہایت پڑھنے کا حکم دے گا اسی محفل میں دوسرا شخص صاحب ہدایت و حواس نماز پڑھنے کا استفسار کرتا ہے تو اس کو نماز کی اجازت دے گا۔ اور اسی مجلس کا تیسرا شخص جو کہ مافر ہے نماز کو پڑھتا ہے تو اسے قصر نماز پڑھنے کا حکم دے گا۔ مینوں احکامات میں بظاہر فرق ہو گا لیکن سب اپنے اپنے مقام پر درست قرار پائیں گے۔ اسی طرح امام نے جو کسی سوال کے مختلف جواب دیئے تو اس کی بہترین مصلحت امام اپنے علم و ہی سے بہتر جانتے تھے اسی لئے اگلی روایت میں امام نے خبردار کر دیا کہ ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں امر حق ہوتا ہے۔ لہذا سامع کو چاہیے کہ اس پر عمل کرے نیز اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ اگر یہ خطر حالات میں نہ ہوں کوئی ایسا حکم مل جائے جو بظاہر حکم کو خلاف و حکم خدا معلوم ہو تو سمجھ لینا کہ اس کو محض سمجھاری حفاظت اور بہتری کے لئے تقیہ ہمارے کیا گیا ہے یعنی ہم اس بات کو اختیار کرنا جو حکم خدا ہوتا ہے۔ اور خدا کے حکم کے خلاف کہی گئی بات کو تقیہ تصور کرنا۔

شیعہ مذہب ہر حالت میں قابل عمل و معقول ہے

بہ حقیقت مذہب قابل عمل وہی ہوتا ہے جو تمام ممکنہ حالات و مہلت میں لائق اتباع ہو اور شیعہ مذہب کا شعار تقیہ ایسا معتدل طریقہ ہے کہ نامساعد حالات میں ملت کے جان و مال کی محافظت کی دہال و سیرناہت ہوتا ہے جبکہ سنی مذہب ایسے حالات میں اس حکمت عملی کی محافظت کرتا ہے۔ لہذا ناقص قرار دیا گیا ہے۔ انسانی عقل و فطرت

اس بات کی مقتضی ہیں کہ انسان پر خطر حالات میں اپنا دفاع کرے۔ اور ضرورت پڑ جائے تو اس مصیبت کے بیش نظریے ایمان و عمل کو پردہ اخفا سے ڈھانپ لے۔ ان سچائی کی روشنی میں اس بات کا فیصلہ عقلمند اور انصاف پسند قارئین کہہ ام کے ذوق خداداد پر چھوڑا جاتا ہے کہ آیاستیحوں کا یہ طرز عمل خلاف عقل و نقل ہے یا نہیں۔
 کا جبکہ اہل سنت کے ہاں جان و مال کی حفاظت کے لئے جھوٹ بولنا تک جائزہ بلکہ واجب ہے۔

اہلسنت و شیعہ دونوں کے نزدیک تقیہ جائز ہے

مشہور اہل حدیث علامہ وحید الزماں نے اعتراف کیا ہے کہ "التقیہ اس کو بھی کہتے ہیں کہ آدمی اپنا اعتقاد و عزیمت یا جان بچانے کے ڈر سے چھپائے یہ اہلسنت اور امامیہ کے نزدیک جائز ہے"

(الانوار اللغۃ فی صفا عنوان "التقیہ")

مذہب حق دہری ہو گا جو "اسودہ حالی"، اور مشکل اوقات

دونوں حالات پر حاوی ہو۔ صاحب عقل سلیم اسی مذہب کو اپنی نجات کا ذریعہ مانے گا جو بڑے اور اچھے دونوں حالات میں رہنمائی کرے۔ چنانچہ یہ خود ہی صرف مذہب شیعہ ہی کی ہے کہ وہ ہنگامی و عمومی دونوں کیفیات میں یکساں طور پر رہبری اور حفاظت کرتا ہے محض مفید اور تھک دھرمی کے لئے ہلاکت و بربادی میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے مثلاً وہ اور عطا لہ تادیخ سے پوری طرح نا آشنا ہے کہ

۲۴۴

شیعوں کو اس حکمت عملی سے بڑے پیمانے پر متاثر کیا گیا تھا۔ انھیں نصیب ہوئے ہیں اگر وہ اس معقول و معتدل شعاہ کو سنیوں کی طرح اچھوٹ دیتے تو آج شیعہ کا نام بھی لوگ اپنے ذہنوں میں محفوظ نہ رکھتے۔

ہمارے آئینہ کو ہماری جائیداد اموال پیار ہیں

ہمارے
آئینہ
کی شان

یہ ہے کہ ان کو اپنے شیعوں کی جائیں اور ان کے اموال و ناموس قیمتی و عزیز ہیں اور حقیقتیہً امام دہری ہوتا ہے جو دین و دنیا دونوں دائرہ میں محافظ و رہنما ہو لہذا ابو الحسن علیہ السلام نے اپنے مرنے پر سید الثقلین (ع) ابن ابی طالب (ع) علی (ع) و آلہ و سلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے شیعوں کو اسی طرح اجازت دی کہ آئینہ وقت سامنے ہو تو دل میں ہمارے محبت و ولایت کو رکھتے ہوئے ہمیں بظاہر بٹھا بھلا کہہ کر اپنی حفاظت کر لیں۔ جیسے رسول خدا نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی تھی۔ چنانچہ امام عالی مقام نے قبل از وقت اپنے شیعوں کو آگاہ کر دیا کہ قریب ایسے فتنے جنم لیں گے کہ لوگ بزور شتم میرے شیعوں کو جھٹکے گا بھلا کہنے پر مجبور کہہیں گے کہ لہذا ہم ایسے خطرناک حالات میں مجبوراً ایسا کر لیتا مگر دل سے تم میری ولایت کا ایمان نہ کھنڈاؤ۔ چونکہ میں دین محمد پر ہوں لہذا ان کی ہی سنت کے مطابق تم کو یہ اجازت دیتا ہوں تاکہ تم میری محبت ہمارے لئے امانت ثابت نہ بنیں۔

تقیہ کی مخالفت غیر معقول ہے۔ اب اگر کوئی کلمہ گو

سبیل یکسرستان
محمد ابراہیم سندھ، پاکستان

امام برحق کے اس قتل کو قابل اعتراض سمجھتا ہے تو اس میں انسانی عقل کا کوئی قصور نہیں بلکہ اس کے ذہنی قوت اور بے جا تعصب کا طبعی نتیجہ ہے۔ ایمان و اعمال کا انحصار قلب و نیت پر ہوتا ہے لہذا جب شرعیعت مقدسہ ایسی رعایت و اجازت دیتی ہے تو اس کا انکار کفرانِ نعمت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا حضرت ابوبکر کے صحیحے اپنی نیت سے ناز نہ پڑھنا ہم پہلے ہی اپنی کتاب "سیر مدار کی ایک لوہا دہی" میں تحریر کر چکے ہیں اور واقعہ سازش قتل امیر المومنین پر سے پردہ ہٹا چکے ہیں۔ قارئین محترم! کہ کتاب میں مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ اسی طرح بیعت علویہ کی بحث بھی ہم نے "ہزارہ بھاری دس ہمارے" میں مفصل پیش کی ہے لہذا ان خاصہ اندوؤں سے اعتراضات کا جواب یہاں لکھ کر کتاب کو مزید ضخیم نہیں کرنا چاہتے۔ جسے شوقِ ہوان کتابوں میں بیڑھ سکتا ہے اسی طرح احتجاجِ طلبہ کی عبارات اور حق الیقین کے منقولہ اقتباسات جن میں حضرت علیؑ کی بیعتِ طلبی کے واقعات اور حلیہ پر اعتراض کرنے کا قصہ ہے ہم نے مدلل طریقہ سے اپنی کتاب "ہزارہ بھاری دس ہمارے" میں بیان کر کے تمام شبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ لہذا ان باتوں کی تکرار اس مقام پر بے جا ہے۔ کیونکہ اصل موضوع سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت مبلغ اعظم سے ناز و ابکر | حضرت مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل صاحب

فاضل دیوبند اعلیٰ اللہ مقامہ نے جواب (الاستفسار) ذاتِ حد پر جو خطبہ حیدریہ کا ترجمہ کیا ہے قاضی صاحب نے اس کو محلِ اعتراض

بنا کر نقل کیا ہے۔ اور عترتِ اہل بیتؑ کی سجدہ و کعبہ کے لئے ہونے
 اپنے ایک سابق ساتھی فاضل دیوبند کی شان میں "آبِ حیات" کا
 لفظ استعمال کر کے سخت کدورت بلکہ مشقوت قلبی اور مستحکم نفرت
 کا ثبوت دیا ہے مرحوم و مخدوم مولانا صاحب کا وجود یا سحار و شہنام
 مذہبِ حق کے لئے آنکھ کا شہتیرہ رہا۔ ان کی مادی زندگی میں کسی
 مال کے لال کو ان کے سامنے نہ بان دیا نہ کرنے کی جرات نہ ہو سکی۔
 اور اسمتہ اعلیٰ کی بدولت آپ نے ہمیشہ اپنے مخالفین کو نیچا دکھایا۔
 اور ایسا بیہوش کیا کہ دشمن اسماعیل کے نام ہی سے بلوں میں گھس
 جاتے تھے۔ سب سے زیادہ ذہنیات کا مظاہرہ آپ اگر ان کی وفات کے
 بعد گذر چکی ہے کیا جائے تو ہم بھی سمجھیں گے کہ حضرت مبلغ العظمیٰ کا مرحوم
 والا ڈنڈا بولبشت عدو پر استعمال ہوا ہے اس کی جلن آج تک محسوس کی جا رہی
 ہے۔ تاہم مولانا مرحوم نے حقائق کی نشاندہی فرمائی ہے لوگوں کی تحریف
 فی الدین حمید کا ممانعت کی ہے۔ ان باتوں میں الجھا کر قاضی صاحب
 اہل موضوع سے ہٹا دیا جاتے ہیں۔ حالانکہ محضرین کو محض یہ
 مخالطہ ہے کہ حضرت علیؑ نے تقیہ کیا کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے
 لئے کوہِ گنہ گاہیں چھپایا بلکہ ہر ملا جمع عام میں اور صحابہ کے اجتماعات میں
 اپنا حق خلافت بیان فرماتے رہے۔ پورے دورِ ثلاثہ میں آپ نے احتجاج
 کیا اور اپنے حق میں دلائل و براہین بیان کرتے رہے۔ ہاں النبیؐ تلوار
 ہاتھ میں تھی۔ اور جب برسرِ حکومت آئے تو باوجود تغیرات کے آپ نے دین
 میں جبکہ ناصر و رہی نہ سمجھا مگر اعظا ح نہ سے لوگوں کو اصل دین سے متعارف
 کرتے رہے۔ جب تاہم نے ان تمام امور کی نشاندہی فرمادی جن کو سابق

حکومتوں نے مسلح کر دیا تھا لہذا اب یہ عوام کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ صحیح احکام کی پابندی کرے اور غلط و مفسود امور کو ترک کر دے۔ اور میں نے اپنی کتاب "فروع دین" میں اس مضمون پر کافی ممبرین معروضات پُر د قلم کی ہیں۔

کتاب "ہزار بخاری دس ہزاری" میں ہم نے شیعوں کی تعداد امام مہدی اور رسول اللہ کی بیعت کے اہتمام پر یک پیر حاصل بحث کی ہے اگر قاضی صاحب کتاب شائع کرنے سے قبل اس اہل کتاب کا مطالعہ کر لیتے تو شاید ان **فصول** مطالع کو ثبت نہ کرتے اب چونکہ ہماری کتاب طبع ہوئی جا رہی ہے لہذا مجبور ہیں کہ ان فرسودہ اعتراضات کو قابل توجہ نہ سمجھیں کیونکہ پہلے ان کی تردید کی جا چکی ہے اور اب ان باتوں کو دہرانہ محض تصنیع اوقات ہے۔ البتہ نظام محمد مصطفیٰ قلیں ہم سب دہشیعہ آئمہ کا ایک موازنہ پیش کر سکتے۔ اور کمال استثنائی اہمیت مسلمہ کو بارہ سیکر دعوت عام دیں گے کہ آئمہ اثنا عشر علیہ السلام کے علاوہ کوئی امام منصب ہدایت کے اہل نہیں ہے۔

اب جو قاضی صاحب نے سوال کیا

کتمان مانع تبلیغ نہیں

مبنی ہے تو پھر ہم شیعہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت پر زور دے کر اپنے مذہب کی مخالفت کیا کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاضی صاحب نے ایک بھی روایت ایسی پیش نہیں کی ہے جس سے تبلیغ کا کرنا ممنوع ثابت ہو تا ہو اور نکتہ واجب نہیں ہے بلکہ ضرورت کے وقت جائز ہے اور تبلیغ کو مانع نہیں کہ چھپ کر بھی تبلیغ کی جا سکتی ہے بلکہ خفیہ

تبلیغی سرگرمیاں اکثر مفید ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے تبلیغ نہ ہی مذہب شیعہ میں ممنوع ہے۔ اور نہ ہی تفتہ کشی و اشاعت مذہب کو مانع ہے اور چونکہ تفتہ بنفسیہ "مرحق" ہے لہذا اس کی مخالفت حق کی مخالفت ہے۔

قاضی صاحب کی اوسانِ خطائی کا یہ سوال
سوال ۲۔ ہے کہ "عرض حال" میں اسفندی نے دوسرا سوال کلمہ اسلام کے متعلق لکھا ہے مگر کتاب میں دوسرا سوال آیت تمکین اور آیت استخلاف کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔ لہذا ہم کتاب ہی کی ترتیب کے مطابق جواب دیئے ہیں۔ اس سوال کا خلاصہ

بایں عبارت مرقوم ہے۔
"قرآن مجید کی آیت تمکین اور آیت استخلاف کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت علی المرتضیٰ سے لے کر امام غائب حضرت مہدی تک بارہ امام قرآن کی بیان کردہ صفات کے تحت سچے خلیفہ ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن کی موعودہ خلافت کے لئے تمکین دین، غلبہ حکومت ضروری ہے لیکن شیعہ مذہب کے تحت سارے امام تفتہ اور کتمان حق کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ اپنے دور خلافت میں بھی شیعہ مذہب کلمہ و اذان اور شرعی حدود متعہ وغیرہ کا نفاذ نہیں کر سکے اس لئے ان آئمہ میں کوئی بھی حسب مذہب شیعہ کامیاب خلیفہ قرار نہیں دیا جاسکتا اگر شیعہ مذہب کے عقیدہ خلافت راشدہ کو خدا بخود استہ نظر انداز کر دیا جائے تو پھر قرآن مجید سورۃ النور کی آیت استخلاف میں قادر مطلق خالق کائنات

عروج کا وعدہ خلافت کسی طرح بھی صحیح اور حق ثابت نہیں ہو سکتا۔ کسی مذہب کو برکھنے کے لئے ہزاروں سالوں کی ضرورت نہیں صرف بنیادی اصول ہی غور و فکر کی تحقیق حق کے لئے کافی ہوتے ہیں۔

اس سوال کو قاضی صاحب نے کتاب کے صفحہ ۸۷ سے مسئلہ خلافت اصولی ہے

۹۶ تک پھیلا یا ہے اور ایک سوال میں کئی استفسارات ظاہر کئے ہیں قاضی جی موصوف کی اس بات سے تو ہمیں بہر حال اتفاق ہے کہ کسی مذہب کو برکھنے کے لئے ہزاروں سالوں کی ضرورت نہیں بلکہ صرف بنیادی اصول ہی غور و فکر کی تحقیق کے لئے کافی ہوتے ہیں اور ایسے اسی بیان کردہ اصول کی روشنی میں اصول نے خلافت و امامت کا مسئلہ بطور بحث منتخب کیا ہے اب قاضی جی سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ بتائیں کیا ”مسئلہ امامت“ ان کے ”بنیادی“ اصول دین میں شمار ہوتا ہے یا نہیں؟

اگر جواب ہاں میں ہو تو خلافت واقعہ ہے اور اگر نہیں میں ہے تو پھر ان کا یہ سوال ان کے اپنے اختیار کردہ اصول کے خلاف ہے۔ لیکن جادو وہ جو سرچھ کر لے۔ صدیوں سے جس اصل کا انکار کیا جا رہا ہے آج قاضی جی اسے بنیادی اصولوں میں اعتقاد کرتے ہوئے پیش کر رہے ہیں۔ یہ پیشکش بلاشبہ مذہب شیعہ حق کی حقانیت کی دلیل ہے کیونکہ مذہب شیعہ کے علاوہ کسی دوسرے مذہب میں اس عقیدہ کو اصول دین میں شمار نہیں کیا ہے البتہ اب قاضی جی کو

احساس ہو گیا ہے کہ یہ اصل اُصول دین میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔

قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کو مخاطب کر کے سوال کیا ہے کہ گفتگو

کی بعثت کا مقصد غلبہ دین ہے۔ اس

بجائے تنقیہ کا جواب

سلسلہ میں انھوں نے چار اقتباسات قرآنیہ بطور نمونہ نقل فرمائی ہیں اور درج ذیل تنقیہات اخذ کی ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنحضرتی زمانہ میں بعثت و

تشریف آوری کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو دوسرے

تمام باطل دینوں پر غالب کرے۔

(۲) تمام انبیاء و رسول بہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ فرض

ہوتی ہے اور وہ تبلیغ حق کے سلسلہ میں کسی مخلوق سے بھی نہیں

ہیں ڈرتے وہ صرف ایک اللہ کی عظمت سے ڈرتے ہیں۔

(۳) حسب اعلان خداوندی درود رسالت میں اللہ کا دین غالب

ہوا۔ اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتے گئے۔ اور

اللہ تعالیٰ کی نصرت سے عالم اسلام کا مرکز فتح ہو گیا۔

(۴) اس غلبہ دین اور فتح مکہ اور فتح مہرب کے بعد چونکہ سلسلہ

نبوت ختم ہو جانے کی وجہ سے کسی نبی کی پیدائش متوقع نہیں ہو سکتی

تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے غلبہ دین کو باقی رکھنے اور دین حق کو اطراف

عالم میں پھیلانے کے لئے اپنی حکمت کاملہ کے تحت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد ایسے خلفاء اور جانشینوں کے ہونے کا وعدہ فرمایا

جن کے ذریعہ اپنے دین حق کو طاقت دے اور ان کا سابقہ خوف

زائل کر دے بول کفار و مشرکین کی طرف سے ان کو لاحق تھا۔

ان تنقیہات "ا" و "ب" "مز یقین میں متفق ہیں۔ اور ہم شیعوں کا ایمان ہے کہ اللہ کا دین ہمیشہ غالب رہا ہے اور خدا کے فرستادہ ہادی کبھی خدا کے علاوہ کسی سے خوف زدہ نہیں ہوئے وعدہ خداوندی حیات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پورا ہوا اور آپ نے خود اپنے دست مبارک سے سلطنت اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ لیکن غلبہ دین کے لئے کسی

غلبہ دین محتاج حکومت نہیں سلطنت یا حکومت کا ہونا

خدا کی طرف سے شرط نہیں ہے قرآن میں سے ایک آیت بھی اس مطلب کی مؤید موجود نہیں ہے کہ غلبہ دین کے لئے ارضی حکومت ضروری ہے بلکہ اگر اس روئے زمین پر ایک بھی آدمی دین الہی پر قائم ہے تو بھی دین کا غلبہ ہی ہو گا۔ اگر ہم فتوحات ارضیہ کو غلبہ دین کی شرط سمجھ لیں تو پھر گزشتہ تاریخ میں ہم ایک دل بھی ایسا طالع نہیں بنا سکتے کہ اہل حق اہل باطل پر اقتدار ارضی کے اعتبار سے غالب رہے ہوں لہذا یہ ایسی مفروضہ اور من گھڑت قید ہے کہ جس سے وعدہ خداوندی کی تکذیب ہوتی ہے۔

فاضل قاضی صاحب نے حضرات ثلاثہ کے زمانہ کی جن فتوحات کی جانب اشارہ کیا ہے وہ بھی اس معیار پر پوری نہیں اترتی ہیں کیونکہ یہ ثلاثہ میں سلطنت اسلامیہ کی حدود اہل باطل کی زیر اثر ارضیات و علاقہ جات سے بہت ہی کم تحصیل یعنی زمین پر اہل باطل ہی غالب تھے اور حدود و خطہ اہل حق ارضی پر مسلمانوں کی حکمرانی تھی غلبہ حق

سے مراد فتوحات ممالک نہیں ہے بلکہ تعلیم حق کی فوقیت ہے۔ اور اسلام کی یونیورسٹی تعلیمات ہی اس کو غیر مسلموں پر فوقیت و برتری بخشتی ہیں۔ لہذا اگر یہ وعدہ ہم صرف بعد از رسول مبراہمراقتلہ حکمرانوں کی فتوحات پر تطبیق کر لیں گے تو ایک نئی وعدہ محض وقتی و عارضی ثابت ہوگا کہ کچھ ہی عرصہ بعد مسلمان مغلوب ہو گئے اور دوسرے یہ غلبہ خاص حدود و اندلے تک محیط رہے گا جبکہ کثیر رقبہ ارضی میں اہل باطل کا غلبہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ پس وعدہ خداوندی کی صداقت کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے فتوحات ثلاثہ کو اس وعدہ کی تعبیر قرار نہ دیا جائے بلکہ ان کو اہل مکہ اور اطراف کے کفار و مشرکین ہی کا خوف تھا جو فتح مکہ کے بعد آنحضرت کی حیات طیبہ ہی میں رفع ہو گیا اور مسلمان بے خوف و فرامین شہریوں کی طرح زندگیاں گزارنے لگے۔ پس ثلاثہ کی وسعت سلطنت ہرگز اس وعدہ خداوندی کے ماتحت قرار نہیں پاسکتی۔

قاضی صاحب موصوف نے اپنے اس بیان کی عبارت تحت الباء میں قلمبند کی ہے کہ آیت **حجۃ منکم** استخلاف میں لفظ "منکم" سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وعدہ خلافت ان مومنین صالحین سے ہے جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت موجود تھے اور پیورہ حج پڑے۔ کی آیت تمکین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلافت اور تمکین کا وعدہ ان مہاجرین صحابہ سے ہے جن کو گھروں سے نکالا گیا۔ چنانچہ فرمایا (عولی حذف) ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس لئے اجازت دی گئی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا اور بے شک اللہ ان کو مدد دے یہ پور پور کی قدرت رکھنے والا

ہے جو ایسے ملک سے صرف اتنی بات کہنے پر نکالے گئے تھے کہ ہمارا امیر درگاہ اللہ ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر تم نہ مین میں تمکین دیں گے تو وہ (باقاعدہ) نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم کویں گے اور بدی سے مانع ہوں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

مندرجہ دونوں آیتوں یعنی آیت استخلاف اور آیت تمکین سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین صحابہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین بننے کا اور ان کی اس موجودہ خلافت میں ان کو اسی دین اسلام کی طاقت دے گا۔ جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔

حکومت ثلاثہ کیلئے استدلالِ عریض میری گزارش یہ ہے کہ چار بار ہی جماعت کا آیت استخلاف سے اصحاب ثلاثہ کی حکومت پر استدلال کرنا عیبت ہے کیونکہ اس کا مطلب یا تو خلافت کھٹی ہو گیا ہے نہ ہی اور ہر دو صدیقوں میں سے کسی مقصد پر نہ انہیں ہو نہ اکیس حکمران۔ معنی خلافت کھٹی لئے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ اگر کسی نہ میں پر آباد تمام اہل باطل پر اہل ایمان کا تسلط قائم ہو جائے جب کہ ایسا خلاف واقعہ ہے اگر خلافت سے مراد غلبہ جتنہ وی ہے تو پھر یہ وعدہ عہد نبوی میں پورا ہو گیا۔ اور اگر یہ وعدہ عہد ثلاثہ پر مستطبق فرض کیا جائے گا تو ماننا پڑے گا نہ مانہ رسول میں غلبہ دین نہ تھا۔ میں نے اپنی کتب "ہزارہ بھاری دس بھاری" میں اور دوسری رحمت للعالمین

میں اس آیت پر تمام پہلوؤں سے گفتگو کی ہے۔ اگر قاضی جی نے مطالعہ کر لیا ہو تو شاید مجھے اس نکتہ پر سے برہنہ حاصل ہو جاتی بہر حال یہ وعدہ جو یہودی طور پر آنحضرتؐ کے ہمدردانہک میں پورا ہوا اور کئی طور پر زمانہ آنحضرتؐ میں پورا ہوا کہ جب تمام دنیا پر حق کا پرچم لہرائے گا اور باطل کی قندیلیں بجھ جائیں گی۔ قاضی جی کی نقل کردہ آیت کے الفاظ "لیطهرہ علی" (الذین اکفر) یعنی دین الہی کو ہر قسم کے دین پر غلبہ حاصل ہوگا ہمارے محمدؐ کی تائید کرتی ہے کہ تسلط طہسمہ اور غلبہ کا ملکہ جملہ اہل باطل پر ہوگا۔ ظہور امام قائم علیہ السلام ہی ہوگا کیونکہ تمام کتب پر ایسا ہرگز نہ وقت رخ پذیر نہیں ہو سکتا۔ دین اسلام کو جملہ ادیان پر لحاظ اقتدار دینی غلبہ حاصل ہوگا ہوگا۔ محمدؐ نبی سے آج تک گذشتہ تاریخ میں ایک لمحہ ایسا نہیں مل جاتا چنانچہ اکابر مفسرین اسلام نے متفقہ طور پر لکھا ہے کہ یہ وعدہ بوقت نزول عیسیٰ علیہ السلام نہدی علیہ السلام میں پورا ہوگا کہ جمع ادیان تحالفہ پر دین محمدؐ کا غلبہ ہوگا کیس کوئی فرد دوسرے کسی دین پر باقی نہ رہے گی مگر اسلام میں داخل ہو جائیگی، تفسیر جلالین، تفسیر ابن کثیر، تفسیر فتح البیان وغیرہ میں اس آیت کے ذیل میں یہی مضمون شہرہ قائم کیا گیا ہے۔ اہل جماعت شیعہ کے مقتدرہ محدثین و مفسرین نے کتب پر لکھا ہے کہ اس آیت اختلاف کا نشان نزول یہ ہے کہ جب صحابہ نے کہا ہم ہمیشہ خوف زدہ رہیں گے اور کبھی کوئی ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ہم (مخوفات) ہتھیالہ آتا کہہ رکھیں گے۔ (یعنی صحابہ امن کا زمانہ دریافت کرتے تھے اس پر اللہ نے ان کو تسلی دی اور یہ وعدہ فرمایا کہ تم کو کفار کے تسلط ملے گا۔ اور تم امن سے وقت بسر کرو گے اور یہ زمانہ حضورؐ کے دور مقدس ہی میں آیا اور اللہ کا وعدہ جو ان صحابیوں سے کیا تھا پورا ہو گیا) ملاحظہ ہو تفسیر خازن جلد ۲

۱۰۰ تفسیر ابن جریر جلد ۱۵، تفسیر درمنثور جلد ۵، ۵۵ وغیرہ۔
پس ہم کہتے ہیں کہ یہ قول ہماری تائید کرتا ہے کہ زمانہ رسول خدا
میں فتح مکہ کے بعد یہ عہد پورا ہو گیا چنانچہ اہل سنت کے جھگڑا لے مفسر
علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدے
کو پورا کر دیا اور اس کے لئے حمزہ الہی اور شکریہ کے نبی کے انتقال فرمانے
سے قبل ہی خدا نے مکہ وغیرہ ہجرین کو آنحضرت کے لئے فتح فرما دیا۔
اور باقی جزیہ عرب و زمین یمن مکمل فتح ہوئی مجوس ہجر سے اور
بعض اطراف شام سے جزیہ لینا کیا اور نبی کے پاس بادشاہ روم ہرقل اور
مصر و اسکندریہ کا حاکم مقوقس۔ والی ایران اور بادشاہ حبشہ نجاشی
نے حضرت کی خدمت آؤ اس میں یہ اور کئی قصہ ہے۔

مفسرین نے "لیت الخلفہم فی الارض" کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ اس وعدہ میں پورے امت مسلمہ شامل ہے۔ اور صحابہ سے اس کی وابستگی کے لئے کوئی وجہ (مٹھوس) نہیں ہے کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ اصحاب ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ اس کا واقعہ ہونا امت کے ہر فرد سے ممکن ہے۔ چنانچہ صاحب ترجمان القرآن اور فتح البیان نے بالوضاحت یہ لکھا ہے کہ "اس شخص کا قول بہت بعید ہے جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء و تبعہ کے ساتھ یا یہ کہ اس سے مراد ارض مکہ ہے۔ اور نہ پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا۔" (ترجمان القرآن جلد ۱۰، فتح البیان جلد ۷ ص ۳۳۵)

لِذَا بَدُلْنِي حَسَنَ بَدْوَی -

تو افسی صاحب کا یہ گمان کہ آپ میں اختلاف ہیں "میں کم" سے نہایت

ہوتا ہے کہ یہ وعدہ خلافت ان میں سے کسی ایک سے ہے جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت موجود تھے لاعلمی۔ کوتاہ فہمی یا تفسیر بالمرأے پر منحصر ہے کیونکہ علماء اہل سنت کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں مستعمل "من" تبعیضہ نہیں بلکہ بیانہ ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی اور تفسیر فتح البیان میں ہے کہ "الخطاب للرسول والامت" اولیٰ ومن مصر ومن لبیان" (بیضاوی جلد ۲ ص ۵۷ مطبوعہ مکھنوی) یعنی اس آیت میں خطاب رسول کریم سے ہے اور من تبعیضہ نہیں بلکہ بیانہ ہے۔ علامہ نواب صدیقی حن خاں صاحب نے لکھا ہے۔ الخطاب للنبی صلعم ومن مصر" (فتح البیان جلد ۴ ص ۳۳۵)

مندرجہ بالا اثبات اسے معلوم ہوا کہ یہ وعدہ عہدہ پیغمبر میں پورا ہوا اور الہامی اس آیت کو ثلاثہ سے جو یہاں کہنا محض طبعی بات ہے اس رائے کو قبول کرنے کی ضرورت میں ایک فرق نمایاں ہوتا ہے۔ کہ لفظی اعتبار سے اگر یہ وعدہ موجود ہو وقت نزول آیت صحابہ سے نکھلائیے تو عہدہ رسول اور نیکو کار لوگوں ہی سے نکھالنا ضروری ہے کہ جو بھی بادشاہ ہو وہ نیک و صالح مومن ہو۔ لیکن ایسی ضرورت میں رد و انکال پیدا ہوتی ہیں پہلی یہ کہ حسب وعدہ صاحبان ایمان اور صالحین سے ہے تو پھر کیا جو لوگ حکومت الہی سے محروم رہے کیا وہ خاتم بدین بے ایمان و بدکار کہتے یا کھتے تو وہ صاحبان ایمان و صالح مگر اللہ نے ان سے ایفائے عہد نہ کیا بلکہ صرف دو تین افراد کو سلطنت دیکر باقی لوگوں کو ٹرے خادیا۔ اس مشکل کی دونوں صورتیں مضر ہونگی۔ دوسری شکل یہ ہے کہ جب وعدہ مشروط ہے ایمان و نیکو کاری کے ساتھ تو پھر ضروری ہے کہ عہدہ کا لحاظ رکھا جائے اور

بغیر مال و ناقص الایمان افرادِ تختہ کے قریب آئیں لیکن کیا وجہ ہے کہ جلد ہی خلا بھول گیا مومن و صالح لوگوں کی گدگاہ بن گیا اور ولید جیسے فاسق و فاجر استغنیٰ کر اس عہد کا فائدہ پہنچا نہ شروع ہو گیا اب پانچویں زمانے یہ عہد آپ کی مزاحمت خلافت سے متعلق نہیں یا شرائط کا انکار کمر کے قرآن مجید کی تکذیب کیجئے یا پھر خدا کو وعدہ خلاف ٹھہرائے۔ مثلاً نہ میں جس ایک کو بھی اختیار کر دوں گے ہلاکت میں پڑ جاؤں گے لہذا جو بھی ممکنہ صورت صرف وہی رہ جائے گی جسے شیعہوں نے اختیار کیا ہے۔

میں نے مولوی دوست محمد قریشی صاحب کے اپنی قسم کے اعتراض کا جواب اپنی کتاب "ہزار ہائی دس ہمدانی" ص ۱۱ پر لکھ دیا کہ علم کے دروازے سے دور رہنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اہل سنت علماء ایسی تصنیف کمر کے اپنی ہر حالت کا بین بنوت دیتے ہیں۔

محرم قاضی صاحب! "مُنْکُم" جمع حاضر کا صیغہ ہے۔ نزولِ آیت کے وقت اس خواطر حاضر صحابہ تھے مگر حکم عام ہے کوئی شخص نہیں یا لی جاتی البتہ مَنْکُم سے محض بشرط ایمان و اعمالِ صالحہ کی تہیز ہو سکتی ہے مگر حاضر صیغوں سے اور ایسے خطابات سے اگر بقول شیعہ اہل امت یعنی مومنین کو خارج کر دیا جائے تو پورے دین کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اسلام کے احکام کے مکلف صرف صحابہ نہ رہ جاتے ہیں اور ان کے بعد پوری امت مسلمہ آزاد ہو جاتی ہے جو کسی صورت میں قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے ماننا بیٹے گا کہ مَنْکُم سے مراد تمام اہل ایمان ہیں۔ نخبرہ کرمیں اور واحد جمع حاضر کے صیغوں کو دیکھیں مثلاً احراراً علیکم امھاکم و بنا قلم و اخراکم

و عما تقم۔ الحج میں صنمیں جمع حاضر نہ کرے۔ آپ کے مذہم باطل کے مطابق اگر یہ خطاب صرف ان مومنین کے لئے مان لیا جائے جو بوقت نزول آیت موجود ہیں تو پھر ان کے بعد کی تسلوں پر مانیں بہمنیں وغیرہ سب بحال ہو جائیں گی اتنی طرح کوئی ایک حکم بھی ایسا نہ رہے گا جسے ترک نہ کرنا پڑے کہ وہ سب کچھ اُس وقت کے موجود اصحاب کے لئے نازل ہوا تھا ہر ذریعہ محتالہ پوز سے دین کا بوسہ بستر گول کر دے گا۔

تمکین کیلئے حاکم ہونا لازم نہیں آیت تمکین جو سورۃ الحج سے نقل کر کے قاضی جی نے کہا

تمکین دین کا وعدہ اُن مہاجرین صحابہ سے ہے جن کو کھروں سے نکالا گیا تھا۔ مجھے اس سے اتفاق ہے مگر اس تمکین ارض سے مراد تخت نشینی یا غلبہ اقتدار ہی نہیں ہے۔ اگر قاضی صاحب اس سے مطلب حصول حکومت ارضی لیتے ہیں تو پھر یہ آیت بھی العیاذ باللہ جھوٹی ہوگی کیونکہ آیت کے مطابق تمکین کا وعدہ اُن حضرات سے ہے جن پر کفار نے ظلم و سختیاں کی ہیں۔ ان کو مقاتلہ کی اجازت دی گئی ہے ان ہی کو مدد دینے کا وعدہ کیا گیا ہے کیونکہ اُن کو محض اس بات پر ایسے دیا ہے نکالا گیا کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں شہید ہو کر دیا ہے لہذا وہ ایسے برگزیدہ نفوس ہیں کہ اللہ اُن کو نہ میں میں تمکین دے گا تو وہ نماز قائم کر دیں گے۔ زکوٰۃ دیں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔

اب اس آیت میں تمکین سے مطلب اگر حکومت ارضی ہے تو پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ علی قہر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو

کفار کی اذیت ناک سختیاں برداشت کرتے تھے۔ وہ تو محروم تاج و تخت تھے اور جن کا بال تک بریک نہ ہوا وہ مرند حکومت پر جلوہ افروز نہ ہو سکے۔ اگر حکومت دینے ہی کا وعدہ تھا تو پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جیسے متقدم اصحاب کو اس کا موقع دیکر نہ بنایا گیا جن پر ستم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور ان مخلص اصحاب نے صرف خود ستم و ستم کی رعبِ حضرت کی خاطر تمام مصائب جھیلے مگر ایمان کا دامن نہ چھوڑا اس کے برعکس جو لوگ بادشاہ بن گئے ان کی ہجرت فی سبیل اللہ ثابت ہو نا تو کئی ملک میں ان پر کفار کے مظالم کی کوئی دردناک داستان دستیاب نہیں ہوتی نہ ہی ان کو گھروں سے زبردستی نکالا گیا اور نہ ہی وہ مقابلہ میں مجروح ہوئے۔ تاریخ سے گواہی ملتی ہے کہ کفار مکہ تصوف کے دشمن تھے۔ آپ کے قبضہ سے کینہ و عداوت رکھتے تھے۔ اور ان غریب صحابہ کو ام رضی اللہ عنہم پر ظلم کرتے تھے جو آپ کی نصرت فرماتے تھے۔ چنانچہ جب ہم وہ خویش داستانیں پڑھتے ہیں تو یہ دیکھ کر ہنسنے لگتے ہیں ان اصحاب کی اولاد ستمی کس بلندی پر تھی۔ لیکن باوجود اس قدر مہیبوں کے برداشت کرنے کے وہ مکرر مفقود، رسول تاجدار ہی کے اہل نہ سمجھے گئے اور ان افراد نے حکومت پر قبضہ جمایا جن پر نہ ہی کوئی ظلم ہوا اور نہ ہی ان کو نہ ہر کوئی گھر سے نکالا گیا۔ بنی ہاشم کو جب شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا تو تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ثلاثہ میں سے کوئی ایک صاحب اس جلا وطنی پر مجبور نہ ہو سکے۔ اور اس ستم کے تفصیلی کلام میں نے "ہزارہ تھکادی دس ہمارے" میں کمر کے خالقین کے گمراہ بندہ کر دیئے ہیں۔

پس اگر تمکین سے مراد خلافت و حکومت الہی ہے تو پھر یہ وعدہ اہل افراد کی بجائے نااہل افراد کے لئے ثابت ہوتا ہے اور اگر اس سے مراد زمین میں امن و امان اور بے خوفی سے تمکین ہے تو پھر یہ وعدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پورا نہیں کیا۔ اگر اس تمکین کو تلافی سے منسوب کر لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ مانہ پیغمبر میں تمکین نہ تھی جو خلاف واقعہ ہے۔

عہد ثلاثہ کو دور تمکین کہنا محض عقیدت کا تاریخی لحاظ سے عہد ثلاثہ

دور تمکین قرار دینا خوش عقیدگی کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ تمکین حالت امن کی مقتضی ہے جبکہ عہد ثلاثہ پورے کالیڈنا زمانہ جنگ تھا اور ایام جنگ کو ہنگامی دور کہا جاتا ہے اس لئے دور ثلاثہ کو بنظر انصاف تمکین کا زمانہ نہ کہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس دور میں لوگوں نے ہتھیار اتارنے کی بجائے ہتھیار لٹکانے لگے۔ اگر اسلام کی تاریخ میں کوئی وقت تمکین ہو سکتا ہے تو وہ صرف حضور اکرم کا زمانہ ہے۔ جب فتح مکہ کے بعد ہمارے لوگوں کو کھانا سنانا نصیب ہوا اور کوئی قابل ذکر فتنہ نہ اٹھا۔

پھر عہد ثلاثہ میں ایسے احداث رونما ہوئے جو اس وعدہ کے خلاف ہیں مثلاً فتنہ زکوٰۃ واد ثلاثہ زمانہ حضرت ابو بکر میں رونما ہوا۔ آیت میں وعدہ ”زکوٰۃ دیئے والوں“ سے ہے مگر نام نہاد مویوں نے ”زکوٰۃ“ اور اس آیت میں کئی سو گنا مالوں کو تہ تیغ کر دیا

کیا۔ خاندان رسول کے حقوق کو یا مال کیا گیا لوگوں کو نہ برکتی اپنی برکت کا جوہر پہنایا گیا اور ایسی ایسی رفینشہ دوائیاں کی گئیں کہ ان کے اثرات بطور خمیانہ آج تک پھینکے جا رہے ہیں۔ اور آئے دن اسلام اپنے ہی خون میں نہاتا رہتا ہے۔ اگر اسی کو تمکین کہتے ہیں تو پھر فساد فی الارض کیسے کہا جاتا ہے۔

لہذا آئینہ اختلاف یا آئینہ تمکین کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ اللہ نے ثلاثہ کی خلافت کا وعدہ کیا تھا۔ اگر یہ آیات فی الحقیقت حضرات ثلاثہ کی شان میں نازل ہوئی ہوتیں تو پھر نہ ہی ہتکامہ سقیفہ منعوار ہوتا اور نہ ہی یہ اصحاب اپنے محسن رسول کا جنانہ پلا دفن تھو کہ کہہ چلے جاتے۔ ہزاروں صحابیوں میں سے کوئی ایک صحابی ان آیتوں کو بیان کر کے ثلاثہ کی خلافت موجودہ پر مہر شہادت و تصدیق نہایت کہ دیتا یا خود ثلاثہ اتمام حجت کے لئے یہ آیات پیش کر کے حاکم بن جاتے کسی بیعت طبعی کی ضرورت تھی نہ کسی اجماع و سوری یا زبردگی کی۔ کیونکہ خدائی عہد ایسے ائمہ کے محتاج نہیں ہوتے ہیں۔

اگر اس اٹھے یا یس لاکھ مربع میل سے زیادہ وسیع زمینیں پر مسلمانوں کا تسلط تمکین دین اور خلافت موجودہ ہے تو پھر کئی عظیم کی فتوحات کا رقبہ اس سے زیادہ تھا لہذا وہ غلبہ بھی خلافت الہیہ کے ماتحت مانئے۔ تاج برطانیہ کی زیرنگیں حکومت کا یہ حال تھا کہ ان کی سلطنت میں کبھی سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ تو کیا یہ عیسائیوں کا غلبہ جو ثلاثہ کے مقابلہ میں بہت بڑا تھا ان کی حکومت و غلبہ کی موجودگی میں دلیل حق ہو سکتا ہے اگر یہ فتوحات ارضی معیار خلافت الہیہ نہیں ہیں تو

پھر محدود اسلامی فتوحات کس دلیل پر حقائقیت پر مبنی قرار دیا سکتی ہیں۔
 واضح ہو کہ اللہ کے وعدے سچے، دائمی اور پایاں گیر ہوتے ہیں اگر
 یہ فتوحات خدائی وعدوں کے مطابق تھیں تو پھر چند سالوں بعد
 مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیوں نکل گئیں اور جلد ہی اہل باطل کو غلبہ
 حاصل ہو گیا جو آج تک جاری ہے۔ یہ نہ کہا جائے کہ مسلمانوں کے اعمال
 خراب ہو گئے لہذا ان کو سزا ملی کیونکہ یہ بات باطل نہ پہنچے تھو کہ وہی
 کے موافق ہے جبکہ اہل قلبہ کے اعمال ہم مسلمانوں سے کہیں نہ بڑے
 خراب ہیں۔ ہم میں کم سے کم ایمان کی کئی تہ موجود ہے اور کسی وقت
 خوفِ خدا ہی میں آ رہی جاتا ہے جبکہ وہ لوگ جو اس وقت دنیا پر چلے
 ہوئے ہیں ان کے اعمال تو شنیع ہیں یہی مگر ایمان کا قطعی فقدان
 ہے اور بعض سرکش طاقتور اقوام تو خدا کا نام ہی اس دنیا سے مٹا
 دیئے پر تلی ہوئی کہ ہیں۔

لیں اگر ہم حکومتِ ثلاثہ کو موجودہ خلافتِ اعتقاد میں گئے تو
 پھر اسلام کی تکریم اور قرآن و خدا کے وعدوں کی خلاف ورزی بھی
 تسلیم کرنا پڑے گی۔ اب یا تو حکومتِ ثلاثہ کی حفاظت کر لیجئے جو گنہگار
 چکی ٹیک یا پھر اپنے دین کی حفاظت کر لیں کیونکہ غیر مسلمانوں کو جواب
 دیئے گئے لے آپ کی عقیدت کا فی نہیں ہو سکے گا۔

ہم شیعیانِ اہلبیتؑ کے مطابق حکومت

کلی وعدہ کے موجود امام مہدی ہیں

شرعاً خلافتِ اہلبیتؑ ہے ہی نہیں ہے اس لئے ہم حضرت علی علیہ السلام
 کی ظاہری حکومت کی بنیاد پر ان کو اس آیت اسخلاف یا آیت تمکین

کا مصداق نہیں سمجھتے بلکہ ان آیات کی جزوی تعبیر زمانہ رسول سے منطبق کرتے ہیں اور رکلی و قریح زمانہ امام مہدی سے منسلک کرتے ہیں پھر ایک ایسی معقول راہ ہے جسے اختیار کرنے سے خدا کا کلام، اللہ کا رسول، دین الہی سب کچھ حق و سچ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف کراہت باطل نشانہ سچ برتر نہ ہونے چلے جائیں گے۔ ”مَنْكُم“ کی بحث میں ہم نے بیان کیا کہ مراد اس سے تمام امت ہوتی ہے جیسا کہ علماء اہل سنت نے سمجھا ہے لہذا امام مہدی علیہ السلام کا بوقت نزول آیت غیر موجود ہونا اس وعید کے لئے مضر و مانع نہیں ہے۔ اور جب تک امام مہدی کو اس آیت کا مصداق نہ مانا جائے گا۔ عملاً اور واقعہً اس آیت اختلاف کی تعبیر بمعنی حکومت ارضی ثابت نہ کی جاسکے گی لہذا معقولیت صرف یہ ہے کہ ایسا غلبہ و تمکین فی الارض کھلی اعتبار پر حضرت امام مہدی کے لئے مانا جائے۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں خلافت ثلاثہ بر سر باطل ثابت ہوتی ہے کیونکہ سورہ محمد میں ارشاد باری ہے کہ ”وہ وقت بالکل قریب ہے کہ تم لوگ حاکم بن جاؤ گے ارض پر فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتے منقطع کر لو گے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے کانوں کو بھر دیا ہے۔ اور آنکھوں کو اندھا کر دیا گیا ہے۔“

(سورہ محمد آیت ۲۱ - ۲۲)

ان دونوں آیتوں میں مینے حاضر جمع مخاطب کے استعمال ہوئے ہیں اور اول مخاطبین اصحاب موجود ہیں اور لفظ ”وَلِيْعَم“ بولا گیا ہے جو

۲۶۲

جو بہت وسیع المعنی ہے۔ اس آیت سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے بہت قریبی وقت میں مسلمانوں میں سے ایسے حاکم برسرِ اقتدار آجائیں گے جو زمین پر فساد و خونریزی برپا کر کے اپنے رشتے (رسول و معصوم) سے منقطع کر لیں گے۔

اب ان آیات کے موافق احادیث بلا حفظ فرمائیے۔

”حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ لوگ آخرت کے مفاد سے قطع نظر کر کے منافع اور مال وراثت کو بلا تیز حلال و حرام کے جمع کر کے کھا لیں گے اور مال کو نہایت گہری حجت سے مجبور سمجھیں گے اور خدا کے دین کو مکر و فریب کا ہتھیار بنا لیں گے۔ اور خدا کا مال غنیمت سمجھ کر آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ (عذاب امیرؑ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا میں ان کو جمع اس چیز کے بلکہ انھوں نے پسند کیا چھوڑ دوں گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو پسند کروں گا۔ اور دینی مصائب اور اس کی آزمائشوں پر صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ والہ (بعد موت) آپ کو آملوں گا۔ آپؐ نے فرمایا تو نے سچ کہا ”یا اللہ تو اس (صلی) کو اتنی طرح بنا (کہ یہ آخرت کو پسند کرے اور صبر پر قائم رہے)“

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۶۹)

”حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تمھارے اوپر ایسے اُمراء اور سردار ہوں گے جن کے اعمال کو تم ناپسند کرو گے پس جس نے ناپسندی ظاہر کی وہ ان سے بیزار ہوگا۔ (تفسیر کرے گا) یعنی اُمراء اس کو تکلیف دیں گے۔ اور جس نے دل سے ناپسند کر کے سکوت

کیا وہ اُن کے شر سے بچ جائے گا لیکن گناہ اس کا سمجھا جائے گا۔ جو
برے افعال پر راضی ہو کر ان امراء کی متابعت کرے گا۔ صحابہ نے
وطن کیا کیا ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں یہ آپؐ نے فرمایا انہیں جب
تک وہ نماز پڑھتے ہوں ۛ (مشکوٰۃ باب الامارۃ ص ۳۱۱)

حیا علیؑ میں امراء کون تھے؟

حضرت علیؑ علیہ السلام کے
عین حیات تک ایسے کون امراء و حاکم ہیں جن پر قرآن و حدیث کی
پیشگی صادق آتی ہے۔ رسول اللہؐ کے فوجی اُچھ کون لوگ برسرِ اقبال
آئے کہ انھوں نے زمین پر فساد برپا کیا۔ خونریزیاں کیں اور زمانہ
رسولؐ والے رشتے اخوت و محبت و مودۃ اور ولایت کے ان لوگوں
نے منقطع کئے اور پھر یہ کہ اُن پر لعنت خدا بھی ہوتی ہے۔ احادیث
کے مطابق وہ ایسے لوگ ہیں کہ انھوں نے وراثۃ کو بلا تیز حلال و حرام
جمع کر کے خورد و برد کیا یعنی اُمت سے لکڑہ زبردستی بھڑی اور سٹکا
کا ٹھس مہضم کیا دین اسلام کو ذلیلہ مکر و فریب اور اہل نفسانیہ
کا بنایا خدا کے اموال پر ناجائز تصرف کیا اور جناب علیؑ نے اُن کے
مقابلہ میں حسبِ تعمیل ارشاد نبویؐ صبر فرمایا۔ مجھے تو بجز ثلاثہ کے
ایسے صفات کا منصف حضرت علیؑ کی ظاہری زندگی میں کوئی نہ دوسرا
حاکم نظر نہیں آتا ہے وراثۃ رسولؐ اللہؐ جس طرح حضرات ثلاثہ
نے اپنے تصرف میں لیا اور اقربا کو رسولؐ خدا کو محروم رکھا اور اپنے
اقربا اور حامیوں کی صلہ رُحی کی اور خلافت کے بارہ میں بظاہر

انتخاب اور وصیت بلا حق کا نمونہ بنا کر حقیقی جانشین رسول کو محروم کیا۔
 یہ آیت اختلاف اور آیت تکمیل میں بیان شدہ صفات
 کے حضرات ثلاثہ پر ثابت نہیں ہوتی ہیں بلکہ سورہ محمد کی پیشگوئی
 ان حضرات پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔

آیت التخلیف
 میں "وعد اللہ"
 بصیغہ ماضی

خدا کی پہلی سنت شرط وعدہ ہے

ہے اور وعدہ اختلاف اُن مومنین صالحین سے مشروط بایں شرط
 ہے کہ اللہ ایسے ہی خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو بنایا
 اور یہ بات اظہار من الشمس ہے ایک کم ایک لا کھو چوبیس ہزار ارباب دنیاویں
 سے کسی ایک کا خلیفہ بھی امت نے خود منتخب نہیں کیا بلکہ خلیفہ
 منصوب ہوا ہے اسی لئے اس آیت کے حقیقی مصلداق امام مہدی
 کدومت ایسی رائے شمار کی سے حاکم نہیں ہے گی بلکہ وہ خدا کی طرف
 سے ہوں گے۔ اگر یہ آیت ثلاثہ کی نشان میں ہوتی ہے اس آیت
 کی تشریح بزبان رسول ضرور ثابت ہوتی ہے کہ اس اختلاف
 سے مراد ثلاثہ کی حکومت ہے اگر رسول نے یہ وضاحت اخفاء میں
 لکھی ہے تو یہ اُن کی رسالت کے فرض منصبی کی معاذ اللہ کوتاہی
 ہوگی۔

خلافت الہیہ محتاج تخت حکومت نہیں
 اختلاف الہیہ محتاج اقتدار ارضی نہیں ہے کیونکہ ہر نبی خدا کا خلیفہ

ہوتا ہے۔ لیکن بہت کم انبیاء و صحابا کی سلطنت ہوئی ہے۔ خدا نے اپنا
 پہلا خلیفہ حضرت آدم کو بنایا لیکن وہ بادشاہ نہ ہوئے بلکہ حضرت
 بائبلوں کو بھی خلافت ملی مگر بادشاہت حاصل نہ ہوئی ایسے نظائر
 موجود ہیں کہ خدا کے خلیفے مسیحی حکومت ہونے کے باوجود محمدی
 حکومت اسے فرعون و فرعون جیسے غاصب و سرکش تخت پر متمکن
 ہوئے مگر ابراہیم و موسیٰ جیسے اللہ کے خلیفے بلا تاج و تخت ان
 پر غالب آئے۔

خلیفہ حامل امر کن فیکون ہوگا

ہمارے عقیدہ کے مطابق خدا کا مقرر کردہ خلیفہ
 ساری زمین پر مقرر ہوتا ہے صرف ان حدود تک اس کی خلافت
 محدود نہیں ہوتی جو اس کی زیر سلطنت ہوں بلکہ اس کا کنٹرول ارضی
 سما پر ہوتا ہے کیونکہ اس نے نبی الہیہ کے فرائض سرانجام دینا
 ہوتے ہیں لیکن ہوس ملک گیر ہیں جاہانہ فتوحات خلیفۃ اللہ
 کے لئے کوئی اعزاز اور فضیلت کا موجب نہیں۔ اگر خلیفہ کے لئے
 وسعت حدود سلطنت ضروری ہے تو پھر بتائیے کہ ابو البشر
 حضرت آدم علیہ السلام نے جو علاقے فتح کئے ان کا حدود اربعہ
 کیا تھا اور کس کس بادشاہ کے خلاف انھوں نے جنگ کی؟ بہت
 اللہ کا مقرر کردہ پہلا خلیفہ ارضی فتوحات کے بغیر خلیفہ ہے
 تو پھر ائمہ اطہار کی خلافت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔
 حقیقی خلفاء و ائمہ اطہار ہیں۔ اگر آیت کو استحضار کے حقیقی

معذور ہیں سمجھا جائے گا تو ان کے علاوہ تاریخ اسلام میں آپ کو ایک شخص
 بھی ایسا نہیں مل سکے گا جو اس کا صحیح مصداق ہو وہ حضرات اس قدر مطمئن
 بے خوف اور بڑے تھے کہ سب سے بڑے خوف "موت" کو شہر سے بیتریں پہنچتے
 تھے وہ موت سے اس طرح مانوس تھے جس طرح مشیر خوار ماں کے دودھ
 سے ہوتا ہے۔ اگر ان سے خوف و دیکر کے ان کو تہرہ و بے خوف نہ بنا دیا ہوتا
 تو کس طرح اقتدار سے ٹکر لیتے اور بلاتخت و تاج و سلطنت ظاہری کی اپنی
 حکومت کا رکن ہر خاص و عام کے دل پر بٹھاتے۔ تاریخ شاہد ہے کہ حکومتیں
 ہمیشہ ان سے خوف زدہ رہیں اور انھوں نے کبھی استبدادی طاقتوں سے در
 نہ کیا بلکہ اگر وقت آیا تو نے خطر طائفی فتوئوں سے ٹکر کر حیات دوام
 کے عام نیش فرمائے۔ جن لوگوں کو آپ ان آیات یا ہدایت کا مصداق
 ٹھہراتے ہیں ان کو ظاہری سطوت و غلبہ و حکمرانی تو ضرور حاصل ہوئی
 مگر مرتے دم تک وہ ہمارے خلفائے مخالف ہی رہے انھوں نے لوگوں کو
 لوٹ مار اور لکھنئی میں مصروف کر کے زبردستی کا شکار بنا دیا جبکہ اصلی
 نام و علم و صحبت کے جواہر ٹٹلے انھوں نے بلکہ ان سے یہ اسلام بنایا۔ انھوں
 نے قلم علم کی متاع عظیم سے دنیا کو روستنا سیکھایا۔ اور ان کے غلبہ
 کی شان یہ ہے کہ آج دوسرے دشمن سب ان کو پیشوا ماننے ہیں ان کی
 نذر و نیاز میں لا کھیں روپیہ صرف کرتے ہیں لیکن آپ کے بادشاہوں
 کے نام پر ایک باپ کی خیرات بھی سائل کو نصیب نہیں ہوتی آپ
 انصاف کو واصلی حکومت، غلبہ صحیح تسلط ان بے تاج خدا کی تاجداروں
 کا ہے یا ان سلاطین کا جن کی سلطنتیں آنا و قدیمہ بن چکی ہیں خدائی
 خلیفوں کے غلبے کا سب سے بڑا ثبوت فی الحال یہ ہے کہ کمر و لوہوں کی تعداد میں

لوگ اُن کے نام کے کلمے پڑھتے ہیں زبان سے جو نہیں پڑھتے وہ اس کے
سوا کوئی چارہ نہیں پاتے کہ ہمیں ان کی محبت جزو ایمان ہے جو ہر
دور میں اگر آپ کے خلیفوں اور میرے خلیفوں کی حقانیت کا اعتراف
ہو جائے تو میرے خلفاء کے حق میں آپ بھی دوٹو دیں گے اور
شیعہ بھی مگر آپ کے ثلاثہ کو صرف آپ ہی کے دوٹو ملیں گے۔ لہذا
حقانیت کا جہوری فیصلہ میرے اماموں ہی کے لئے مفید ہوگا۔ پس
آیت استخلاف یا آیت ملکین کو کسی طرح کا بھی واسطہ ثلاثہ کی
حکومت کے ساتھ نہیں ہے۔

قاضی جی نے حسب معمول
خلاف موضوع اس سوال

تین سوالوں کا جواب

میں تین امور مزید وضع کئے ہیں جو ان کے نزدیک کتب شیعہ
میں مرقوم روایات کی روشنی میں اس بات پر استدلال ہیں کہ آیت استخلاف
حضرت علی علیہ السلام کی اسلام کی خلافت کے لئے دلیل نہیں ہے یہ
امور مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ "جب کتاب خدا و ندی کا انھوں (علیؑ) نے تقاضا ہی جاری
کرنا تھا اور جو انھوں نے بڑی محنت و کاوش سے مرتب کی تھی۔
اسی (اصلی قرآن) کو تو آپ نے انتہائی غصہ سے معلوم ہو کر بالکل
ہی غائب کر دیا اور قرآن کے بعد کچھ بار ہدیہ امام بھی بالکل غائب
ہو گئے۔"

علیؑ وارث و محافظ کتاب ہیں
خلیفہ رسول خداؐ ہیں
سبب امر و وارث کتاب

ہونے کے باوجود کتاب الہیہ کی حفاظت حضرت علیؑ کے فرائض منصبی میں
 جتنی لہذا انھوں نے اس کی حفاظت کے لئے مناسب قدم اٹھایا یا تخلفین
 تقیین کو اس کی زیارت سے محروم رکھا۔ اس لئے کہ اس کو چھونے کے
 لئے طہارت کی شرط ہے۔ لہذا علم کا کل خزانہ نااہل افراد کے حوالہ کرنا
 انتہائی حماقت تھا اس لئے قرآن ناطق نے قرآن صامت کو مطہرین
 کے حوالے کیا اور منکرین قرآن کو اس کے قریب بھی آنے نہ دیا۔ اتمام
 حجت کے لئے بدعہ عام اعلان کر دیا کہ بروئے بہرہ میں تقیین ہم ہی قرآن
 کے واسطیٰ سنا سکتی ہیں جن میں جدائی ممکن نہیں ہے۔ اگر بدایت درکار
 ہو تو ہمارے طرف رجوع کرو۔ البتہ جبری بیعت، اگر اسی دعوت اور مستند
 کا رہا انہوں سے کہہ کر کے اپنے صبار و مطیع پیغمبرؐ ہونے کا ثبوت
 دیا۔ اس مسئلہ پر مفصل بحث دیکھئے ہمارے کتاب "حقیقت تحریف
 قرآن میں اور بارہویں امام کی عنیت پر فریقین متفق ہیں۔ لہذا
 بحث بے کار ہے۔

(۲) "خلفائے ثلاثہ کے دور خلافت میں شیعوں کے خلیفہ بلا فصل
 حضرت علیؑ اتنے بے بسی اور مغایب تھے کہ مہاجرین و انصار میں سے
 (جو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فیض یافتہ جماعت
 تھی اور جنہوں نے ہجرت کے بعد اٹھائیں سال سرور کائنات صلی اللہ
 علیہ وسلم کی قیادت میں مرکز اسلام مکہ کو فتح کر لیا تھا جس جماعت کے
 ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں حکومت
 الہیہ قائم فرمائی تھی اور جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا
 اعلان فرما دیا تھا۔) صرف تین صحابہ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی

جمایت کی یعنی مصلحتاً۔ سلمان فارسی۔ اور ابوذر غفاری اور دوسرے صدیق
میں ہی شیر خلا اس قدر مغلوب ہو چکے تھے کہ خاتونِ جنت (حضرت
فاطمہ الزہراءؑ) نے بڑا سخت طعن دے کر آپ کو اسٹھانا یا جاہ لیکن
آپ تحفظِ خلافت کی خاطر میدان میں آنے کی جرات نہ کر سکے،
اس میں محض طعن کا کوئی جواز نہیں

حوادث بمطابق خبر
حاصل ہے حضرت موسیٰؑ کی عارضی غیبت کے بعد ان کے قائم مقام
حضرت یونسؑ کے ساتھ بھی یہی حالات پیش آئے اور ان سب حوادث
کی لاشعوراً نے سورہ محمدؑ کی آیت میں پیش گوئی کر دی اور رسولؐ نے
حضرت علیؑ کو آگاہ کر دیا۔ چنانچہ ابن حجر مکیؒ نے صواعقِ محرقہ میں
لکھا ہے کہ "تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس امر کی اطلاع دی تھی
جس کے ساتھ حضرت علیؑ بعد از رسولؐ خدا کے مبعوث ہوئے۔"
(صواعقِ محرقہ ص ۷۲)

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے از اللہ الخفا جلد اول ص ۲۵ پر
اقرار کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا "بتحقیق منجملہ ان کے جو نبیؐ نے میرے
ساتھ ہم سفر کئے ایک یہ ہے کہ اُمتِ قریب زمانہ میں نبیؐ کے بعد مجھ سے
متفرد ہو جائیگی اور علامہ سیوطیؒ نے خصالہ کی جلد ۲ ص ۳ پر لکھا
کہ علیؑ نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ بعد نبیؐ کے بہت جلد اُمتِ مجھے ناپسند
کرے گی۔"

پس یہ ایسے امور ہیں جنکو قبل از وقوع ہی بیان کر دیا گیا اور
حضرت امیرؑ کو صبر کی تلقین کر دی گئی۔ لہٰذا ان عوارض سے نہ ہی متاثر

کی حکومت کو سزا خلافتِ اہلبیت نصیب ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی آئمہ اطہارؑ کی خلافتِ ائمہ کو ضعف آ سکتا ہے۔ کیونکہ حکومتِ محمدی علیہ السلام خلافتِ اہلبیت ہی نہیں ہے۔ بی بی پاک سیدہ طاہرہ کے بارے میں جس طعن کا ذکر معتزلی نے کیا ہے۔ وہ ہمارے ہاں ثابت نہیں اس کے قطعی اثبات "سورنار کی ایک لہ مارہ کی" اور "ہزار ہتھاری دس ہمارے" میں دیکھیں۔

مفتی صاحب صحاح میں کتاب الفتن، اور کتاب الحنفی وانی روایات میں اصحاب کا دوزخ میں داخل ہونا مرقوم ہے اس بات کی تائید ہیں کہ بعد از رسول صحابہ نے دین میں رخنہ اندازی، تفریق میں تبدیلی اور نہ سب حق میں احداث پیدا کئے۔ مگر حضرت امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہ اہلبیتؑ نے ان کی نشان دہی کر کے عوام الناس کو صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا۔ لیکن چونکہ جبری فسادِ شریعت میں نہ رہا نہیں لہذا بنود و طاقب ان اصلی تعلیمات کی نشرو اشاعت نہ کی گئی بلکہ مواظف حسنہ کا مؤثر طریقہ استعمال کیا گیا حضرت علیؑ کو جب حاکم بنایا گیا تو انھوں نے بدعات و منہیات کی روک تھام کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اور لوگوں کو ان امور سے مطلع کیا جو ان سے قبل حکومتوں نے ایسی مرضی سے دین میں داخل کئے تھے۔ ہدایت و گمراہی میں امتیاز پیدا کیا لیکن اس مفاسد و قیاس کا فوری طور پر سد باب طاقت کے بل بوتے پر کرنے سے اجتناب کیا کیونکہ اصلاحِ معاشرہ بتدریج مراحل دار سورہ مندر ہوتی ہے اور سماج سال کی عادات کو فی الفور بدلنے کی کوششیں

حماقت سمجھی جاتی ہیں۔ اگر حضرت امیر ان امور کی نشان دہی نہ کرتے تو بعد
از رسول حکمرانوں نے نہ واضح دیئے۔ کھتے تو پھر آج ہم کو ان سے واقفیت
کیسے ہوتی۔ آپ کا دور حکومت اندرون کی خلفائے اول کی نذر رہا۔ اور اس
مختصر دور اقتدار ظاہری میں آپ نے افہام لقمہ، تعلیم و تعلم اور
و حفظ و نصیحت کو ذریعہ تبلیغ دیں بنائے رکھا۔ اور اپنی رائے اور تعلیمات
کو لوگوں کے سہ ذہن و دستی نہ چھوڑا۔ کبھی وجہ ہے مذہب آل محمد کو آج
تمام دیگر مذاہب پر برتری حاصل ہے۔ ورنہ مسلمانوں کے پاس اس
الہام سے کبھی کوئی طریقہ نہ تھا کہ اسلام تلوار کے نہ ور سے پھیلے
امیر المؤمنین، اسلام اللہ الغالب، غالب علی، کلی غالب جیسے رشتہ زور
ملواریں نے تلوار پھینک کر میدان تبلیغ میں قلم و کلام کے ہتھیار
سنہالے اور یہی راہ ان کے جانشینوں نے اختیار کی۔ پس یہی ان حضرات
کے خدائی خلیفہ، حقیقی امام اور ہادی برحق ہونے کی یکتا دلیل ہے
کہ انھوں نے بلا تاج و تخت، بغیر فوج و لشکر اور بے زاد و جواہر لوگوں
کی پیشانیوں کو اپنے سامنے حکم کرنے کو مجبور نہ کر دیا۔ تلاوت نے تلوار
کے ذریعہ حکومت کی بجائے علی اور ان کے فرزندوں نے علم و سرافند
کے سہارے اپنے نام کے سکھرائے کئے۔ پس ہم تلوار کی فتوحات
کے قابل نہیں ہیں۔ بلکہ قلبی فتح مندی کے داعی ہیں۔ ہم اس
خلیفہ کو خلیفۃ اللہ مان سکتے ہیں جو میدان حرب و علم و فنون میں یکساں
طور پر غالب رہے۔ مسند ہدایت پر سوار ہو کر منبر سلو فی بنادے۔ میدان جنگ

ہا ۲ حضرت کی حدیث متفق ہے کہ میں نے قرآن پر جنگ لڑی ہے علیؑ تاویل
قرآن پر جنگ لڑے گا۔

۲۷۴

میں آئے تو لوگ اُس کے نام کے لغو ہی سے لہزہ جائیں۔ اگر سرکٹ بھی جائے
 تو نیزہ پسہ بلند نہ دیتے ہوئے قرآن حق کی آواز نہ بلند کرے۔ حق کا بول
 بالا کرے اور سرفراز ہو۔ اب خود فیصلہ کیجئے کہ جو کامیابی اور
 تسلط و غلبہ میرے امانوں نے بلا تاج و تخت حاصل ہوا۔ وہ
 آپ کے ننانو کہ صاحبان حکومت ہو کر بھی نصیب ہوا؟ میرے
 امانوں پر نہ سورد، پٹھوں کے لہ خانہ قبول اور آئمہ ضالین و ظالمین
 و فاضلین سے جب تک بریت کا اقرار نہ کرو گے تو قیام کی قرأت صحیح نہ ہوگی۔
 پس خداوند سبحان نے نماز میں آل محمد پر درود پڑھنے کو واجب
 قرار دینے ان کی حکومت الہیہ پر مہر تقدیر و ثبوت کر دی ہے جب
 تک مسلمان ان کا کلمہ عماد الدین عبادت میں نہ پڑھے گا اس کی نماز قبول
 نہیں اور یہ عمل کم سے کم ہر روز پانچ مرتبہ ہر کلمہ کو کہہنا ضروری ہے
 ورنہ گنہگار و مجاہد ہے جبکہ نام نہاد خلیفوں کو اس شرف سے محروم
 رکھا گیا ہے۔

علی ولی اللہ خلیفۃ الرسول اللہ کا تسلط

جملہ کائنات پر ہے!

یہ جواب قاضی جی اپنے تیسرے پیرائے بیان کا وصول کہ جن میں
 اہل بیت نے حضرت علیؑ اور آئمہ کی مقلدین کے بارے میں طنز کیا ہے۔
 اور سید باقر حسین صاحب بھی لڑے فرمادیں کہ احقر الناس عبدکم کم مشاق

جواب دیتا ہے کہ علیؑ کی خلافت اس قدر کامیاب خلافت ہے کہ ان کا تصرف
 وغلبہ دیکھ کر لوگوں نے ان پر خدا ہونے کا متنبہ کیا ہے۔ شیعوں
 نے مظہر خدا مانا ہے۔ یمنیوں نے سید الاولیاء تسلیم کیا ہے۔ نظام
 شمس ہی پر ان کا کنٹرول ہے کہ سورج ایک انگلی کا دائرہ پاتے ہی
 پلٹ آتا ہے۔ ثلاثہ ان سے ہدایت لینے پر مجبور نظر آتے ہیں اور لوگوں
 کرتے ہیں کہ یہ نہ ہو تا تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ مگر وہ دعویدار ہے کہ
 پوچھ لو مجھ سے جو چاہو قبل اس کے کہ مجھے نہ یاد میں نہ ہیں کی نسبت
 آسمان کے راستوں کو زیادہ جانتا ہوں۔ پس میرے ہول کی خلافت
 اس قدر کامیاب ہے کہ آج بھی اس کا نام لینا بگڑ ہی بنا دیتا ہے جس
 نے کہا علیؑ اس کی بلال کی۔ کامیابی اس کو کہتے ہیں جو دائمی ہو۔
 عارضی کامیابی کبھی اہمیت کی حامل نہیں ہوتی ہیں۔ علیؑ کا لغزہ
 آج بھی بلند ہے جبکہ ثلاثہ میں کسی کا لغزہ رائج ہی نہ ہوا۔ لو
 اب انصاف سے بتاؤ۔ میرا خلیفہ کامیاب ہے کہ نہیں جس کا لغزہ آج
 بھی زبان خاص و عام پر ہے۔ باقی دینہ کی بادشاہت کسی گنتی میں
 نہیں کہ ثلاثہ سے کہیں بہتر ان سے پہلے اور ان کے بعد سلاطین برسر
 اقتدار آئے رہے۔ اور آئے رہیں گے۔ لیکن جس شان کی خلافت
 حقیقی خدائی خلیفوں کو حاصل ہوئی ہے کسی تاجدار و تخت آور کے
 حصے میں نہیں آتی۔

یہ کتاب و سنت کی روشنی میں اگر خلافت ثابت ہوتی ہے
 صرف آئمہ اطہار کی جو بظاہر مرکز و نبیائے کئے۔ آزمائش میں مکیبلا
 رہے لیکن اس کا رخانہ ہست و بود کی ہر شے پر ان کا تصرف رہا اور

ہے۔ یہی بنیابت خداوندی، وصایت نبوی اور خلافت الہیہ کا خاصہ ہے کہ مادیت و روحانیت دونوں پر تصرف ہو۔ خلیفہ صاحب امر کن فیکون ہو۔ ہر شے اس کی مطیع ہو۔ اور سوائے خلفاء اہل بیت کے یہ خوبیاں کسی دوسرے بادشاہ میں موجود نہیں ہیں۔

القصۃ مختصر زمانہ منقول
امن خوئی ریزی سے بہتر ہے

الغیب ہے لہذا ہم بھی معقولیت کے تحت بلا امتیاز مذہب و ملت دنیا کے ہر ذی شعور کو دعوت عام دیتے ہیں کہ مفصلہ کر کے کھوئی انقلاب بہتر ہوتا ہے یا یہ امن انقلاب ذہن و قلب کو متاثر کرنے والی فتح بلا ہتھیار اعلیٰ ہوتی ہے یا بدوق واسلحہ سے نہیر نکلیں غلبہ؟ کوئی بھی امن پسند شہری دُشمن کے زور کو شفقت محبت کی تخصیص پر فضیلت نہیں دے سکتا۔ اگر وجہ ہے خدا نے اپنے خلیفوں کے لئے اجمل رسالت مودہ و محبت قرار دیا اور غاصب امراء کے لئے مفرد فی الارض اور قاطع الارحام ہونا مقدر کیا۔ اب ہم اسی بنیادی اصول پر غور و فکر کریں کہ بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ باوجود نامساعد حالات کے اگر اہلبیت کی معقولیت و عقلیت جو اہل اسلام میں موجود ہے وہ کسی مادی طاقت غلبہ یا تسلط کی مرہون منت نہیں ہے اور ان کے مخالفین کی مدح سرائی کے قصائد صرف قلم کی بجائے نوک تلوار سے شائع کی جاتی ہے۔ اب تمکین و خلافت موجودہ کے مصداق وہی خلفاء بہ حق ہوں گے جن کی خلافت کا امراہ ہر خاندانی پر بوقت سمانہ واجب قرار دیا گیا

ہے یہیں شیعہ خلفاء کی کامیابی کے لئے ان پر زمانہ میں درود کا بڑا مفعنا
ان کی حقانیت کی ایسی دلیلیں ہیں جس کو توڑا نہیں جاسکتا
اس کے برعکس اگر خلفاء اہل سنت کو مصداقی آیات تکمیل و استخلاف
ٹھہرا یا جائے تو ان کی حکومت کو حقیقی ثابت کرنا تو دور کی بات
ہے۔ ماخذ دین قرآن المبین کی حقانیت مشکوک ہو جاتی ہے۔

قاضی صاحب کا سوال ۹ ص ۹۷ سے لے کر ۱۲ ص ۱۲
سوال نمبر ۳ ایک یعنی اکیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا
خلاصہ انھوں نے عرض حال میں ان الفاظ میں لکھا ہے اور وہاں اس کو
سوال کے تحت تحریر کیا ہے۔

”شیعوں کا کلمہ اسلام و ایمان جس میں علی رضی اللہ عنہ صلی
رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل کے الفاظ ہیں بالکل من گھڑت ہے۔
رسول امین رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کسی شخص سے بھی کلمہ اسلام میں تو حید و رسالت کے
اقرار کے ساتھ حضرت علی کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا اقرار نہیں کیا
اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ حضرت حسن اور حضرت حسین سے اس کا
ثبوت ملتا ہے۔“

(ب) اسی طرح شیعوں کی مروجہ اذان بھی بے بنیاد ہے جس میں
علی رضی اللہ عنہ صلی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل اعلان کیا جاتا ہے۔
شیعہ علماء اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے تو جس مذہب
شیعہ کا کلمہ اسلام و ایمان اور ان کے مذہب کی اذان کا کوئی ثبوت
مفتویٰ خاتم البین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و عمل سے ثابت

نہیں ہو سکتا وہ مذہب کیونکہ حق ہو سکتا ہے اور اس مذہب کی دعوت
کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے۔“

”اس سوال کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی جی نے لکھا ہے کہ
دین کا اصل الاصول کلمہ اسلام ہے۔ تمام ملت اسلامیہ کا اجمالی طور
پر ایک ہی کلمہ اسلام ہے جو دور رسالت اور دور خلافت سے
لے کر آج تک منہ اللہ علیہ السلام ہے یعنی لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ۔“

شیعہ کو انکار نہیں

”الا اللہ محمد رسول اللہ“ کلمہ اسلام نہیں بلکہ ایک امر مسلمہ کو متنازعہ
قرار دینا محض ایک شاخسانہ اور تفریق ساز شے ہے۔

کلمہ قرآن میں نہیں

البتہ یہ کہنا کہ یہ کلمہ قرآن مجید میں مرقوم
ہے خلاف واقعہ ہے جیسا کہ قاضی
صاحب نے کہا ہے کہ ”سواء الظلم اهل السنة والجماعة اور تمام
امت مسلمہ جس کلمہ اسلام و ایمان کا اقرار کرتے ہیں اس کے الفاظ بھی قرآن
مجید سے ثابت ہیں۔“

قرآن مجید میں یہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“
کسی جگہ یہ موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کلمہ قرآن مجید میں
بائیں الفاظ لکھا ہو اور کھادے تو اسے مرنے کا انعام دیا جائے گا۔
اور اگر یہ کلمہ لکھا جائے کہ اس کے اجزائے علیحدہ علیحدہ قرآن میں
موجود ہیں تو اس طرح کی جسارت تحریف فی القرآن ہوگی کیونکہ یہ

دو لفظ ابنا و بھی علیحدہ علیحدہ قرآن میں موجود نہیں ہے۔ البتہ سورہ محمد میں فاعلم انہ لا الہ الا اللہ کا جملہ ہے جن میں پہلے دو الفاظ کاٹ کر لقیہ جملہ بن کر کلمہ ہو گا۔ اور ایسی قطع و بربطہ بمنزاع و مقدوح ہے کہ اللہ کے کلام میں کاٹ چھانٹ کر کے اپنے موافق بات لے لی جاوے۔ اسی طرح سورہ فتح میں محمد رسول اللہ ایک جملہ یعنی آیت کا حصہ ہے یعنی باقی بات کو چھوڑ کر صرف اپنی ضرورت کو لیا گیا ہے۔ اس آیت میں تو کم سے کم اتنی بات ہے کہ محمد رسول اللہ کے بعد وقت مطلق ہے یعنی پوری آیت مالوں ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشہد ان لا اله الا اللہ و اسرار جماع بینہم تراہم سائرہا سجد یبتخرون فہن لا من اللہ و سافرنا سب ماہم فی وجہہ ہم من انرا العجود و ذلک مثلہم فی التورۃ و منہم فی الانجیل ج کہ سراج اخراج سطرہ فاضلہ فاستغلظ فاستلوی علی سوقہ لیحبب الذراع لیغیظ بہ الکفار و عدل اللہ الذین امنوا و عملوا الصالحات منہم مغضوہ و اجر عظیم اے یہ سورہ فتح کی ۲۷ یعنی آخری آیت ہے۔ اور اتنی لمبی آیت سے کلمہ ثابت کرنے کے لئے صرف اس کے ابتدائی تین الفاظ لئے گئے ہیں اور باقی بات نظر انداز کر دی گئی ہے۔ لیکن سورہ محمد کی آیت ۱۹ میں تو وقت بھی نہیں ہے۔ بلکہ بات کے سلسلہ کو کاٹ کر ادھورا بات لی جاتی ہے۔ وہ آیت یوں ہے۔

فاعلم انہ لا الہ الا اللہ و استغفر لذین بدوا و للمؤمنین و المرسلات و اللہ یعلم متقلبکم و متوالتکم

تحریف ممنوع و مذموم ہے

اب اگر کوئی اس طریقے پر اپنے مطالب کو ثابت کرنا شروع کرے گا تو میں کاسٹاید نہیں ہوں گی کہ ایسا حکم باقی نہ رہ سکے گا جس کی حمایت و حمایت میں نہ ہو جائے ایسے ہی طریقہ پر اگر کوئی کہے کہ چونکہ قرآن کے الفاظ ہیں "لا تقربوا الصلوات" کہہ کر نماز کے قریب نہ جاؤ، لہذا نماز پڑھنا ممنوع ہے تو کیا اس کو صریح کو صریح مان لیا جائے گا جیسے کلمہ یہی بات کہتے ہیں۔ جس طرح قاضی صاحب نے آیت میں سے صرف "لا الہ الا اللہ" سے کہہ کر ایسا کام چلایا ہے۔ اگر کوئی بخیر ان ہی کی پیروی میں کہے کہ میں تو صرف "لا الہ الا اللہ" کے قرآنی الفاظ لیتا ہوں اور حلف اٹھاتا ہوں کہ قرآن میں لکھا ہے کہ کوئی معبود یعنی اللہ نہیں ہے۔ اس لئے خدا کا تقرب ہی غیر قرآنی ہے تو کیا یہ بخیر نہ نظریہ قابل قبول ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ کسی نام مقبول کثیر بیعت سے کوئی شرعی امر بھی موافق نہ رہے گا۔

لیں یہ انتہائی مذموم حرکت ہے کہ خدا کے کلام میں لفظی و معنوی تحریف کہہ کے اپنے مطالب کو تقویت دی جائے اور اس حرکت پر کلام مجید میں متعدد مقامات پر مذمت وارد ہوئی ہے لہذا یہ دعویٰ کہ خدا کے نازل کردہ قرآن میں "لا الہ الا اللہ" رسول اللہ ﷺ کا کلمہ موجود ہے۔ نہ صرف حقیقت کے خلاف ہے بلکہ خدا پر افتراء اور کلام خدا میں تحریف ہے۔

باقی شیعوں نے اس بات سے ہرگز انکار نہیں

احادیث بخاری میں تحریف

کیا تہجد و رسالت کا اقرار کر لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کلمہ اسلام ہے۔ قاضی صاحب نے اہل سنت و اہل احادیث نقل کی ہیں۔ اور بدو قول احادیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی سے منقول ہیں جس طرح ائمہ نے خلاصے کلام میں تحریف کا انکار کیا ہے اسی طرح ان احادیث میں بھی معنوی تحریف کی ہے۔

تین لاکھ روپیہ کہا ہے
 پہلی روایت میں غوثی عبارت مذکور
 اے انبیاء محمد وان لا الہ الا اللہ
 وان محمد رسول اللہ، کا ترجمہ یوں لکھا ہے "اس بات کی دعوت
 دیں کہ وہ اقرار کر لیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، حالانکہ
 صحیح ترجمہ یہ ہے کہ دعوت دیں اس بات کی کہ وہ شہادت دیں کہ
 بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بالتحقیق محمد اللہ کے
 رسول ہیں۔ لیکن قاضی صاحب نے شہادت کہ نہ باقی اقرار تک
 محمد و کہہ کے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ کر دونوں
 جگہ "ان" کو حذف کیا ہے۔ اور "و" کو نظر انداز کیا ہے۔
 اگر قاضی صاحب اس حدیث میں کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"
 بایں الفاظ ثابت کر دیں تو لاکھ روپیہ انعام و ننگا اور اگر دوسری
 روایت میں بھی یہ ثابت کر دیں تو دو لاکھ روپیہ نقد بطور انعام
 پیش کر دیں گا۔

تیسرا ثبوت قاضی صاحب نے مولوی
 شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی سے

استدلالی کمزوری

سے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ پیش کیا ہے اور وہاں بھی حضرت عمرؓ کا کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بڑھ معنا ہرگز ضرور نہیں ہے بلکہ لکھا ہے کہ فوراً بیکار آگئے۔ "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدؐ اس رسول اللہؐ پس ثابت ہوا کہ جو کلمہ تو حیدہ و رسالت کے اثرا میں حضرت عمرؓ نے آمین یا اللہ و رسولہ کے حکم کے تحت پڑھا وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بنیں بلکہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ" پڑھا۔ پس کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ کا تو اثر قاضی جی کی پیش کردہ روایات سے ثابت نہیں ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صحیح نہیں ہے بلکہ مقصد صرف استدلالی کمزوری کا اظہار ہے۔

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ "شیعہ علماء کہتے ہیں کہ تو حیدہ و رسالت کا اثر نہ کرے۔ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے آدمی مر لمان توڑ پھوٹ جاتا ہے لیکن مومن نہیں ہوتا۔ مومن ہونے کے لئے اُن کے نزدیک تو حیدہ و رسالت کے ساتھ حضرت علیؓ کی ولایت و خلافت کا اثر بھی ضرور کا ہے۔ لیکن ایمان کی یہ تعریف ان کی بالکل خود ساختہ اور بے بنیاد ہے جس کا کتاب و سنت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۱ میں عرض کرتا ہوں کہ شیعہ علماء کا یہ کہنا بجا ہے کہ مومن شخصوں کی ہر نکل پیر طحی ہے اگر مومن میں آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ صرف لا الہ الا اللہ کہتے

دریادنی اور سنگدنی

سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں مرفوع ہے
یعنی امام بخاری کے نزدیک محمد رسول اللہ کہنا بھی ضروری نہیں
ہے اور اگر غضب پر آئے آئیں تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے
پر بھی کفر کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ مثلاً احمدیوں اور مرزاہوں
کے کلمہ پر اعتبار نہیں ہے حالانکہ وہ صینوں کا منتر اتر کلمہ
"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہی پڑھتے ہیں تو
معلوم ہوا کہ سنی مسلک کے اعتبار سے کلمہ پڑھنا ضروری طور پر شرط
ایمان ہی نہیں ہے۔

میرا موقف سخت ہے | کلمہ کو مرتبہ بھی لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ، کہے وہ اس وقت تک مسلمان یا مومن
نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اتباع و اطاعت رسول پر دل سے راضی ہو کر
عامل نہ ہو۔ چنانچہ سورہ احزاب میں ہے کہ
"کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور رسول
کوئی فیصلہ کہیں تو پھر اس مومن مرد یا عورت کو اپنے امر کا کوئی
اختیار رہ جائے اور جو شخص خدا و رسول کی حکم برداری کرے گا
وہ گمراہ ترین ہوگا۔"

رسول کے روئے کلمہ پڑھنا بھی دلیل ایمان نہیں

لہذا ایمان یا اسلام کے لئے محمد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کہہ دینا ہرگز کافی نہیں ہے۔ سورہ کھنذل میں خداوند فرما لیل الکریم نے اس کلمے کا اقتدار کھنڈل ہرور کا کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسلمان ہوئے کی دلیل نہیں مانا پس شیعہ نے توحید و رسالت کے ساتھ جہود و لایہت علیہ کے اقتدار کو بشرط ایمان قرار دیا ہے تو وہ اس لحاظ سے عقیدہ ٹرے من ہے۔ کہ کلمہ مستند و مقبول ہو جاتا ہے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قول مردود و پھرنے سے قطعی طور پر محفوظ رہتا ہے کہ یہ حدیث نہیں رہتا کہ یہ کلمہ دلیل ایمان نہیں۔ امیر المؤمنین کی ولایت و خلافت کا اقتدار اس لئے ضرور ہے۔ یہ حکم کتاب نہ سنت سے بل ہیں و اخصر سے ثابت ہے۔ میں یہ فیصلہ اثبات اپنی کتاب "علی ولی اللہ"، میں پیش کر چکا ہوں اقتدار ولایت علی کو کثرت اہلسنت سے مدلل طریقہ پر جہود و ایمان ثابت کر چکا ہوں۔ اگر کلمہ ایمان لانے کی دلیل ہے تو میں قاضی صاحب کے اقرار ہی کی اساس پر دو لوگ فیصلہ پیش خدمت کرتا ہوں۔ قاضی نے اپنی تہذیب بحث کتاب کے ص ۲۹ پر لکھا ہے کہ "ان (علی) کی محبت کو ہم جہود و ایمان تسلیم کرتے ہیں" یعنی جب تک "ولایت علی" تسلیم نہ کی جائے ایمان کا جہود و ایمان سے جدا رہتا ہے اور ولایت علی کے بغیر ایمان ناقص رہتا ہے اگر "ولایت علی" فی الواقع اہل سنت کے نزدیک ایمان کا جہود ہے تو پھر جب تک اقتدار کلمہ ایمان میں اس جہود کو شامل نہ کیا جائے گا ایمان اپنے جہود سے محروم رہے کہ قابل نہیں بلکہ ادھور رہے گا۔ واضح ہو کہ اکثر اہلسنت "ولایت"، کا مطلب محبت ہی لیتے ہیں۔ پس اگر کلمہ پڑھنے کا مقصد اظہار ایمان ہے تو پھر ضرور ہی ہو گا کہ مکمل ایمان لایا جاوے

نیک اور دھورالیں شیعہ پیچا رہے وہی تعریف ایمان کی کرتے ہیں جس کو آپ
نے بھی صحیح مانا ہے کہ ایمان کے لئے "ولایت علی"، الٹا انگ ہے۔
لہذا اس مختار میں شیعہ کسی غلطی پر نہیں ہیں۔ اب کتاب وسنت
سے فیوض لیجئے۔

ابو سعید خدری کا اظہار افسوس

ہم نے بیان بالاس
وہی کیا ہے۔ کلمہ
لا الہ الا اللہ محمد
سرسول اللہ، قرآن میں کسی جگہ مرقوم نہیں ہے اور اگر ان الفاظ کے قرآنی
بہنے کی خوش فہمی بہ کلمہ کہ قرآن سے ثابت کیا جائے گا تو یہ دونوں ٹکڑے
جن سورتوں کی آیات کے حصے بنائے جاتے ہیں وہ دونوں یعنی سورہ
محمد اور سورہ فتح مدنی سورہ ہیں اور انکی سورتوں میں ان کا ذکر نہیں
جن سے مطلب یہ آتا ہے کہ مکہ کی زندگی میں کلمہ کا وجود قرآن میں نہ تھا
لہذا یہ بحث کرنا فضول و غیر معقول ہے کہ شیعوں کا کلمہ قرآن میں ہے
اور شیعوں کا کلمہ قرآن میں نہیں جبکہ شیعوں کا کوئی ایسا کلمہ نہیں
ہے جو "لا الہ الا اللہ محمد سرسول اللہ" کے خلاف ہو۔ البتہ
ولایت علی پر ایمان لانا مستند کتب فریقین سے ثابت ہے۔ مثلاً
ابن مردودہ نے مناقب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا
تھا کہ میری رائے اور اجتہاد خدا رب کی رائے کی طرف مائل تھا یہاں تک
کہ میں نے صحابی ابو سعید خدری سے سنا کہ وہ کہتے تھے۔

"ہیہات - ہیہات - لوگ چھ قرصوں پر مامور ہوئے تھے
پانچ پر تہ عمل کیا اور ایک فرض کو نہ جہالت سے ترک کر کے راہ ضلالت پر

۲۸۶

طرز کے۔ ایک شخص نے پوچھا وہ پانچ فرق کون سے ہیں۔ جواب دیا کلمہ طیبہ
نماز، زکوٰۃ، حج، ماہ نامہ رمضان کے روزے۔ سائل نے پوچھا وہ ایک
فرق کونسا ہے جس کو لوگوں نے ترک کر دیا۔ ابو سعید خدری نے
جواب دیا کہ ولایت علی بن ابی طالبؑ
(مناف مرتضوی مولانا محمد صالح حسینی حنفی)

حضورؐ نے اقرار ولایت کو یہ میری صحابہ بیعت کی!

اسی طرح کتب سنید اور شیعہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم نے کلمہ ولایت علیؑ ہی پر صحابہ سے بیعت لی۔ جنانچہ "عتبہ بن عامر
جہنی صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے اس قول پر بیعت کی کہ سوائے خدائے وحدہ لا شریک کے
کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے نبی اور علیؑ ان کے وصی ہیں۔ اگر ہم نے
ان تین شہادتوں میں سے کسی کو ترک کیا تو کفر کیا!"
(نایب المودۃ ص ۲۸ طبع اول۔ امام ابوسنیت خراسانی مفتی سلیمان حسینی
نقشبندی)

اقرار نبوت انکار ولایت کیساتھ بے فائدہ ہے

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ
"جس نے میری ولایت کا اقرار نہ کیا اس کو نبوت محمدیہ کا اقرار
کوئی نفع نہ دے گا۔ یہ گاہ ہو جائے کہ یہ دونوں شہادتیں لازم و ملزوم ہیں"
(مقدمہ مشکوٰۃ الانوار و مرآۃ الاسرار ص ۱)

سید سلیمان بن علی
ہیدر آباد، سندھ، پاکستان

پس شیعوں کا ولایت علیؑ کی شہادت و افراد پہلہ افراد بالکل درست ہے اور سنت نبویؐ سے پوری طرح ثابت ہے اور حضرت امیر علیہ السلام کی نصیحت کے مطابق ولایت علویہ کا انکار حضرت کی رسالت کا انکار ہے پس مومن کے لئے ضروری ہے۔ اپنے ایمان کو محفوظ و مکمل رکھنے کے لئے ولایت علویہ کا اقرار کرے۔

قاضی صاحب نے شیعہ

پھر شیعہ روایات کا جواب

اسی ہیں جن میں دو شہادتیں یعنی لے حیدر و رسالت محمدؐ کے اقرار کا بیان ہے ان میں پہلی میں روایات کا تعلق بکئی زندگی سے ہے جو چھٹی فتح خبیر سے متعلق ہے۔ یا بکچھ بی غزوہ خندق کے موقع کی ہے اور چھٹی کا تعلق ہجرت مدینہ کے وقت سے ہے۔ یعنی تمام روایات اس وقت کی ہیں جب دین مکمل نہیں ہوا تھا اور ولایت کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا۔ لہذا اس وقت تک صرف توحید و رسالت کا اقرار کافی تھا پس ان روایات سے "ولایت علیؑ" کے اقرار و شہادت کا عمل کسی طرح متاثر نہیں ہو سکتا ہے جبکہ شیعہ روایات کی کثیر تعداد سے "ولایت علیؑ" کا اقرار ایمان کے لئے ضروری ہے مثلاً امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ تفسیر بہان مکہ پر ہے۔

امام جعفر صادقؑ اور امام رضاؑ کا فرمان

قول ہے کہ لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔ الخ اور یہی ارشاد امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کا تفسیر عیاشی میں ہے۔

تمام نبیوں کا علی ولی اللہ پر مضمون

اہل سنت و علامہ
حافظ نظام الدین نیشاپوری

نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سب معراج انبیاء
سلف سے دریافت کیا کہ آپ حضرات کو کس عہد و پیمان پر مبعوث
کیا گیا ہے تو ان حضرات نے جواب دیا کہ ہمیں تین شہادتوں پر
مبعوث کیا گیا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ
(تفسیر نیشاپوری جلد ۲ صفحہ ۲۶ طبع مصر)

حضرت موسیٰ کی تحریر علی ولی اللہ

اشی طرح محدث اہلسنت
حافظ ابن عساکر دمشقی
شافعی اور حافظ ذہبی

نے محمد بن حماد سے روایت کی ہے کہ مجھے ہشام بن عبد الملک نے
شام بھیجا اور میں حجاز سے نکلا اور جب میں مقام "بلقاء" سے گزرا
تو وہاں ایک سیاہ پہاڑ پر میں نے ایک کٹر پرہیزگاری جس کو میں نہ جانتا
تھا کہ وہ کیا ہے پس میں عمان شہر میں پہنچا اور میں نے کسی ایسے شخص
کے متعلق دریافت کیا جو کہ قبروں اور پہاڑوں کی پرانی تحریروں کو
پڑھنے کا ماہر ہو۔ پس ایک کھرہ رسیدہ ضعیف کی طرف میری رہنمائی کی گئی
اور میں نے اس کو واقعہ بتلایا۔ اور پھر اس کو اپنے ساتھ لے کر
پہنچا کہ اس مقام پر ہے کیا۔ جب اس نے کٹر پرہیزگاری کو دیکھا تو کہا یہ
کس قدر تعجب خیز تحریر ہے۔ کیا تیرے پاس لکھنے کی کوئی چیز ہے۔؟
پس میں نے ایک سختی نکالی جو میرے ساتھ تھی اور اس نے کہا یہ میرا
زبان کی تحریر ہے۔ جس کا عربی ترجمہ یہ ہے کہ "باسمک اللہم جلالہ"

۲۸۹

من راجع بلسان عربی مبین لا اله الا الله محمد رسول الله علی
ولی الله وکتب موسیٰ بن عمر ان بیدار " یعنی میں تیرے نام سے
متروک کرتا ہوں۔ اے اللہ۔ تیرے رب کی طرف سے واضح عربی زبان
میں حق آچکا اس کے بعد یہ کلمات تھے (لا اله الا الله محمد رسول الله
علی ولی الله) اور اس کے بعد یہ الفاظ کہے (اس کو موسیٰ بن عمران نے
اپنے ہاتھ سے لکھا ")

(تاریخ ابن عساکر جلد ۲ ص ۱۱۹ لسان المہیران علامہ ذہبی جلد ۵
ص ۱۴۴ بحوالہ مشہدات ثالثہ)

پس مندرجہ بالا احادیث ان کے کتب صنیہ و شیعہ سے ثابت ہوا کہ
ولایت علویہ کا اقتدار کتاب و سنت سے مخصوص ہے۔

قاضی مظہر حسین صاحب نے ایک پمفلٹ "پاکستان میں تبدیلی کلمہ
اسلام کی ایک خطرناک سازش" شایع کیا تھا ہمارے جانب سے متعدد
جوابات شائع کئے گئے اور حقیقہ راجح اظہر و ف نے اپنی کتاب "علی ولی اللہ"
میں اس کا تنقید کیا جائزہ پیش کیا ہے۔ جو تا حال لا جواب ہے۔ نیز
مولوی محمد شفیع صاحب جو شش اور پیر ایم اے محمد صاحب نے جو رٹ لاہور
ہائی کورٹ میں دائر کی تھی اس پر بھی اپنا مدلل تبصرہ میں نے اپنی کتاب
"علی ولی اللہ" میں پیش خدمت کیا ہے۔ لہذا قارئین سے گزارش
ہے متذکرہ کتاب کا مطالعہ فرمالیں۔ قاضی صاحب نے مجھ حقیقہ سے
اس بارے میں چند سوالات دریافت فرمائے ہیں۔ اور پہلا سوال
یہ ہے کہ

۱) "رہنمائے اساتذہ کے مذکورہ دونوں ایڈیشنوں کی تشریح

۲۹۰

میں سے کوئی تخریف کلمہ اسلام کی صحیح ہے۔ اگر پہلی تخریف صحیح ہے تو کلمہ اسلام کی دوسری تخریف و تشویش کو شیعہ علماء نے کیوں قبول کیا ہے اور اگر دوسری تخریف و تشویش صحیح ہے تو پہلی تشویش جب کہ ہم نامے اساتذہ میں شائع ہوئی تھی تو اس کی تردید کیوں نہیں کی گئی۔ ؟

ہم نامے اساتذہ کے دونوں ایڈیشنوں میں تصانیف ہیں

میلہ جواب یہ ہے کہ دونوں تخریفات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ لہذا جب اختلاف نہیں ہے تو کسی کے لئے تہدید کس طرح ہو سکتی ہے۔ صرف الفاظ کا تغیر و تبدل مفہوم و مطالب کی تبدیلی کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے۔ بلحاظ تک سائر معنوی طور پر دونوں میں فرق ثابت نہیں کرے گا۔ اس کا جواب نہیں دیا جاسکے گا۔

(۲) "پہلے ایڈیشن کے مصنف مولوی محمد بشیر آف ٹک سیلا شیعہ مذہب کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے ہیں جن کا نقیضہ اسلام وغیرہ کے خاص القاب سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اگر آپ (احقر) کو دوران دوسرے شیعہ علماء کو ان کی مذکورہ تشویش سے اختلاف ہے اور آپ کہہ نامے اساتذہ کے دوسرے ایڈیشن کی تخریف کو صحیح قرار دیتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ علماء میں کلمہ اسلام کے متعلق بھی یہ اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے نزدیک تو حید و رسالت کے ساتھ حضرت علی کی ولایت و خلافت کے اقتدار کے بغیر کوئی شخص نہ مومن ہو سکتا ہے اور نہ مسلم اور بعض کے نزدیک صرف تو حید و رسالت کا اقتدار کرنے والا مسلمان

قرآن و احادیث کا بیان کر دہ "اختلاف" وجود
نجیب کی گزارش یہ ہے کہ سائر اہل کفر و بدعت
ہی نہیں رہتے۔ کیونکہ دونوں تفریقات ایک ہی معنی و مفہوم کے تابع
ہیں۔ یہ سوال اسی وقت قابل جواب ہو سکتا ہے جب تقنا ثابت
کیا جائے۔

(۳) کلمہ اسلام و ایمان میں شیعہ علماء کے اس شدید اختلاف سے
یہ لازم آتا ہے کہ شیعہ مذہب کی بنیاد پر اس امر کا کوئی قطعی ثبوت
نہیں مل سکتا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ اسلام
کی تعلیم دی تھی؟ کیونکہ شیعہ مذہب کی کتابوں میں اگر قطعی طور پر
مفسرہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ کلمہ اسلام و
ایمان کا ثبوت مل سکتا تو اس کے متعلق پاکستان کے شیعہ علماء میں
اختلاف کیونکر پیدا ہو سکتا تھا۔

علماء شیعہ میں کلمہ پر کوئی اختلاف نہیں ہے

یہ بات قطعی طور پر غلط اور خلاف واقع ہے کہ شیعہ علماء میں کلمہ
اسلام و ایمان پر کسی طرح کا کوئی اختلاف ہے۔ مدعی اختلاف کی ذمہ داری
کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی سند پیش کرے کہ شیعہ علماء کے
مذہب کا کلمہ کیا اختلاف ہے یعنی دونوں فریق کا کلمہ کیا ہے لہذا ایک
جھوٹے الزام کا جواب طلب کرنا بھی کاذب ہونے کی نشانی ہے۔ شیعہ
کتب سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ مومن کے لئے کلمہ ولایت علی کا اقرار

مفروضی ہے بلکہ ہم شیعوں کے ہاں تہذیب بات بھی ثابت ہے کہ سہ ماہ
دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب و عجم سے ولایت علی پر تحریر فرمادی
عہد لیا ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ

رسول اللہ کا علی ولی اللہ " ہر تحریری عہد عام !

" ابی حمزہؑ نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے مجھے فرمایا کہ جا کہ تنواری اہل عرب ہیں سے سچا اس شخص اس اہل عجم کے
تیس افراد قبطنی اور حبشیہ نفوس اہل حبشہ کے بلا لائے گئے اور حکم کے
مطابق ان کو بلا لایا۔ آنحضرت نے یہی صرف میں عربوں کو دوسری میں عجمیوں
کو اور تیسری میں قبطنیوں کو چوتھی میں حبشیہ کو قتل و دار کھڑا کیا
اس کے بعد حضرت نے اللہ کی حمد و ثناء کو اس طرح بیان کیا کہ کسی نے
پہلے ایسی نہ سنی تھی۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اے عربیہ، عجمیہ، قبطنیہ اور
حبشیہ! گواری دو۔ " لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان
محمد عبدہ ورسولہ وان علیا امیر المؤمنین ولی اللہ " اس نے
اقرار کیا پھر فرمایا الہی گواہ رہنا حتیٰ کہ تین مرتبہ اسی طرح فرمایا۔
اس کے بعد حضرت علیؑ کو قلم دوات لانے کو کہا جب علیؑ نے آئے۔ اور
حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ

تشریح ہے جس پر اہل عرب و عجم، قبطیوں اور حبشیوں نے اقرار کیا ہے کہ
 "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ" وان محمدٌ عبدہ
 ورسولہ وان علیاً امیر المؤمنین ولی اللہ، حضورؐ نے اس
 پر مہر لگائی اور صحیفہ حضرت علیؑ کے پیروں پر دیا۔

(مشافق الانوار مطبوعہ دار الفکر حافظہ رجب برسی ص ۶۲)

حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک اعرابی کبیرؑ سے قبول اسلام خواہش

گواہی گواہی

نبویؐ میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس ایک گواہ تھا جسے اس نے راستے میں
 آتے ہوئے پکڑا تھا۔ حضورؐ نے اس کو دعوت اسلام دی۔ اس نے کہا
 اے اللہ کے رسولؐ میں اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ
 سوسمار آپ پر ایمان نہ لائے۔ حضورؐ نے اس گواہ سے پوچھا اے سوسمار
 میں کون ہوں؟ سوسمار نے جواب دیا آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب
 بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ اہ تشاد فرمایا اے سوسمار! تو کس کی عبادت
 کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا اسی خدا کی عبادت کرتا ہوں جس نے دانہ
 کو پیرا، حضرت ابراہیمؑ کو خلیل، موسیٰؑ کو کلیم اور آپ کو مصطفیٰ بنایا۔
 پس اس اعرابی نے کہا "اتسعد ان لا الہ الا اللہ وادع رسول اللہ
 حقاً۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے جو وحدہ
 لا شریک ہے اور آپؐ اس کے برحق رسول ہیں۔ کیا آپ کے بعد بھی
 کوئی نبی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے
 بعد امام ہوں گے۔ جن کے اوّل علیؑ ابن ابی طالب ہیں وہ میرے
 بعد امت کے امام اور میرے خلیفہ ہیں۔ (بخاری الاثر)

امام حسن کا کلمہ بوقت نزع

حضرت امام حسین علیہ السلام کا دل کھڑا تھا جب آپ نے بھائی (امام حسن) کی پیشانی پر آگیا ہے اور وہ کلمہ شہادت پر پڑھ رہے تھے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی علیہ و آلہ و سلم (ریاض القدس جلد ۱ ص ۴۲)

جب امام آخر الزماں حضرت مہدی (ع) افق عالم پر طلوع اور ظاہر ہونے کے لئے کلمہ مندرجہ کی تلاوت فرمائی "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ واشھد ان علیًا ولی اللہ"

(جلد العیون جلد ۲ ص ۷۷)

پس شیعہ کتب میں اقرار ولایت کی تاکید اس بات کی تردید کے لئے کافی ہے کہ شیعوں میں ولایت علیؑ کے اقرار کرنے میں کبھی منہم کا کوئی اختلاف ہے۔

۴) کلمہ اسلام اصل اقبول دین ہے جس کے اقرار سے کافر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کا قطعی ثبوت ضروری ہے سو داظم اہل السنۃ و الجماعت اور تمام ائمہ کا جو متفقہ کلمہ اسلام ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا جاتا ہے) اس میں علمائے اہل السنۃ کا کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ اور چونکہ اصولی عقائد کے لئے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت

نفس ضروری تھا ہے۔ اور خصوصاً کلمہ اسلام کے اجزاء کے لئے جو کہ تمام اصول دین کی اصل ہے۔ اسی لئے مسلمان جس کلمہ اسلام کو مانتا ہے اس کے دونوں اجزاء قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

لا الہ الا اللہ (سورہ محمد) محمد رسول اللہ (سورہ الفتح) اور شیعہ علماء جس کلمہ اسلام و ایمان کو مانتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلیفۃ بلا فصل۔ یہ الفاظ موجودہ قرآن مجید میں تو نہیں بھی موجود نہیں ہیں۔ نہ بھی نہ جملہ۔“

بے شک اصول دین کا قطعی ثبوت ضروری

ہوتا ہے لیکن ایسے خود ساختہ اثبات جس طرح

قطعی اثبات

کا ثبوت کہ واقعی جی نے کلمہ کی قرآن میں موجودگی کے لئے پیش کیا ہے ”قطعی“، تو نہیں ہو سکتا البتہ اسے ”قطعی و بریدی“ کہا جاسکتا ہے جو تحریف فی القرآن کے مترادف ہے۔ اور ایسے ثبوت ہمیشہ ضرور اقرار دیئے جاتے ہیں کلمہ اسلام ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہرگز متنازعہ نہیں اور کوئی شخص شیعہ ہو یا سنی اس کا اقرار کرنے کا مخالف و منکر نہیں ہے۔ البتہ اختلاف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ نہیں اقرار کلمہ ولایت علی ولی اللہ پر ہے۔ شیعہ اس کا اقرار کرتے ضرور کی سمجھتے ہیں جبکہ سنیوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ کلمہ ولایت کا تعلق اصولی عقائد سے ہے۔ لہذا شیعہ کے پاس قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل تصویص موجود ہیں۔ کسی مذہب کے قطعی ثبوت اس مذہب کی کتابوں میں تلاش کئے جاتے ہیں

چنانچہ ہماری کتابوں میں متعدد فتاویٰ اس عقیدہ کے ثبوت میں موجود ہیں مثلاً
 جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے شانہٴ مبارک
 بہر واقع مہر نبوت کے ظاہری ہونا

۱۔ علی ولی اللہ اور مہر نبوت

یہ معجزہ تھا کہ اس پر لکھا تھا

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيُّ وَلِيُّ اللَّهِ“

کتاب شرح العقیدہ الوحیدۃ بحجت النبوة آقا سید اسماعیل
 بحوالہ شہادت ثالثہ ص ۱۱

۲۔ پہلی وحی

”ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جبریل علیہ السلام
 اوّل دعوت اسلام میں حضورؐ پر نازل ہوئے
 تو ان کو یہ پیغام دیا۔ ”اے محمدؐ اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور تحیہ
 واکرام سے مخصوص فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ آپؐ تمام جنوں اور انسانوں
 کی طرف میرے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ان کو میری عبادت کی طرف بلائیں
 اور اس بات کی طرف دعوت دیں کہ وہ کلمہ پڑھیں۔ لا الہ الا اللہ
 محمد رسول اللہ علی ولی اللہ“ (تفسیر نہمان ص ۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عہد و بیان

۳۔ انبیاء و ماسلف اور کلمہ ولایت

کے بارے میں سوال کیا گیا جو حضرت لاجوردیؒ نے اپنی اولاد سے پوچھا تھا
 کہ اے میری اولاد! اگر تم میرے بیٹے کو نہ لائے تو تم اس نبیؐ اُمّیؐ سے بیزار
 ہو جاؤ گے آخر ہی زمانہ میں آئے گا۔ اور اس کی اُمت حق کی ہدایت
 کمرے کی اور حق ہی کے ساتھ عدل کمرے کی۔ (اور ان کا عظیم الشان کلمہ

آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ عظیم ہوگا۔ اور وہ یہ ہوگا۔ لا الہ الا اللہ
 محمد رسول اللہ علی ولی اللہ (تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۴۹۵)
 حضرت امام علی رضی اللہ عنہ السلام کا قول ہے کہ جس فطرت
 پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے وہ یہ قول ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی
 اہلہ المؤمنین (تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۴۹۵)

۵۔ عالم الست کا عملہ کہ عالم الست میں جس عہد کا اولاد آئے ہے
 ائمہ اولیاء اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اہلہ المؤمنین کا قول
 ہے۔ (بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۳۳)

۶۔ ابواب جنت کی زمین علی ولی اللہ
 حضرت رسالت فرماتے ہیں کہ میں نے جنت کے آسمانوں پر یہ
 لکھا ہوا یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ
 (بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۳۶)

۷۔ بوقت خلقت ندا
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی
 ہے کہ جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں
 کو خلق فرمایا تو ایک ندا دی گئی کہ وہ ندا ہے میں
 اس نے پھر یہ ندا بلند کی۔ (شمسہ ان لا الہ الا اللہ پھر تین مرتبہ
 شمسہ ان محمد رسول اللہ اور پھر تین مرتبہ شمسہ ان علیاً ولی اللہ
 حقاً) (اصول کافی باب ولادة النبی)

۸۔ **قراءۂ عرش** | امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عرش نے اس وقت تک قراءۂ نہیں کیجھتا جب تک کہ اس پر یہ کلمہ نہ لکھا گیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔

(بحار الانوار جلد ۷ ص ۲۲۴)

۹۔ **اعلان عام** | شیخ صدوق علیہ رحمۃ نے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماع عام میں خطبہ ارشاد فرمایا۔

”اے گروہ عرب و عجم و قبط و حبشہ کیا تم لوگوں نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ واحد اور لاشعوبہ ہے۔ اور میں (محمد) اس کا بندہ اور رسول ہوں اور علیؑ امیر مومنین کے امیر و ولی الامر اور میرے بعد خلافت کے وراثت ہیں۔“ حاضرین نے جواب دیا۔ جی ہاں! پس آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن مرتبہ فرمایا۔ اے اللہ گواہ رہنا۔
(امالی شیخ صدوق ص ۳۷)

۱۰۔ **جملہ موجودات کی روح تحریک** | ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے مجھے اس ذات رب العزت کی کہ جس نے مجھے حق کا منیر بنایا۔ عرش و کرسی اس وقت تک قائم نہ ہوئے اور فلک نے اس وقت تک گہر نہ کی اور زمین و آسمان اس وقت تک قائم نہ ہوئے حتیٰ کہ ان پر یہ کلمہ لکھا گیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المومنین۔

(بحار الانوار جلد ۷ ص ۲۲۴)

سُنی شواہد

شیعہ کتابوں سے بطور نمونہ دشمنی
مثالیں پیش کی گئیں جس سے نہ صرف

مجمع عام میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افتراء و دلالت و خلاف
کا اعلان فرمایا تا کہ یہ ہے بلکہ آفاق عالم اور جملہ موجودات پر نقشن
کلمہ و لایت دکھایا گیا ہے لہذا قطعاً الثبوت اور قطعی الدلائل نفسوں
کی پیشکش کا مطالعہ یوں ہو گیا۔ اب ایسے ستر اہل کتب سنیہ سے بھی
بطور تمام حجت نقل کرتا ہوں۔

(۱) منہجہ امام اہل سنت خطیب بغدادی تحریر کرتے ہیں کہ
”جنت کے دروازوں پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے کہ
”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“

(تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۲۵۹)

(۲) حافظ ابن عساکر جو کہ اہل سنت کے مقتدر امام و محدث
ہیں اور جنہوں نے وفات الیوم کے بعد بوقت تدفین دروازہ دروازہ
اقدس کا خود بخود کھل جانا روایت کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جنت کے
دروازوں پر لکھا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
(تاریخ ابن عساکر جلد ۷ ص ۱۸)

(۳) سنی مفتی اعظم طنطنیہ مولوی محمد سلیمان قندوزی حنفی نے
علی بن زید اور امام جعفر صادق سے ان کے آبائے طاہرین سے حضرت
علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی نبی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ
اس نبی کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں میں افضل ہیں

فرد کے متعلق وحییت کرے (لہذا) اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم
 اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کے متعلق وحییت کرو۔ میں نے اس بات
 کو گمنام شدہ کتب (معاذیہ) میں لکھ دیا ہے اور میں نے ان کتب میں تحریر
 کہہ دیا ہے کہ علیؑ تمہارے وصی ہیں۔ میں نے اس بات کا مخدوق سے
 اپنے انبیاء و رسولوں سے متناقض کیا ہے۔ اے محمدؐ ان تمام لوگوں
 سے اپنی رتبہ بیت، تمہاری نبوت اور علیؑ بن ابی طالب کی ولایت
 اور وصایت کا متناقض و عہدہ لیا ہے ؟

(نیایع المردۃ باب ۱۵۱ حدیث ۲۲۷)

لفظی مباحثہ کی صورت میں حضرت عمرؓ کا کلمہ پڑھنا

ثابت نہ ہو سکا!

پس شیخہ وستی دونوں مکاتب فکر سے اقرا ولایت علویہ کی اہمیت
 واضح ہونا ثابت ہوئی جس طرح کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یکجا
 یا دونوں اجزاء کا جدا جدا بقوت قرآن میں موجود نہیں بلکہ قاضی صاحب
 نے تحریف فی القرآن کا ادعا کیا کہ کلمہ کے الفاظ کو قرآنی ثابت کیا ہے۔
 ورنہ یہ کلمہ نہ کسی ایک آیت میں ہے اور نہ ہی دو الگ الگ آیات کا تجزیہ
 ہے اگر الفاظ کی کاٹ چھانٹ کر کے اور قطع و بترید سے کام لے کہ "قطعی
 ثبوت" کا نام دیا جائے تو ایسے قطعی و برکات ثابت ہر بات کے وضع کیا جائے
 ہیں اور علیؑ ولی اللہ وغیرہ کے الفاظ بھی قرآن سے نکال کہ دکھائے
 جاسکتے ہیں۔ مگر ہمیں ایسی مذہب جو اہل بیت کے فتنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۳۰۱

کہ اپنی مطلب پر آدمی کے لئے خدا کے کلام پر دست دراز نہ کر کے لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالیں۔ واضح ہو کہ کلمہ کے اقتراء کا ایمان سے کوئی مضبوط رشتہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم اصل الاصول ہے۔ کلمے کا اقتراء کہہ کے بھی کلمہ کو غیر مسلم کا فرض و متافق ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مفہوم تسلیم کرنے پر اقتراء نہ کرنا بھی بعض حالات میں دلیل ایمان ہو جاتا ہے پس کلمہ کے الفاظ پر بحث ہی فقہوں کا دور نہ کہ لفظی قرار اور استحکام پر بحث ہو گی نیز پھر حضرت عمر کی زبان سے یہ وقت قبلہ لیست اسلام یہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، البینۃ، ان ہی الفاظ میں ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا اور مانتا ہوں کہ بقول علامہ شبلی نعمانی بمطابق نقل قاضی منظر حسین صاحب لکھنؤ عمر نے اسلام لے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، پڑھنا نہیں لکھا ہے بلکہ مفہوم کے اعتبار سے، موافق اور الفاظ کے اعتبار سے مخالف کلمہ متبادات لکھا ہے پس قاضی صاحب کا یہ مطالبہ کہ "علی ولی اللہ وہی رسول اللہ اور خلیفہ، بلا فصل، کے الفاظ قرآن میں موجود نہیں اس وقت قابل رد ہو سکتا ہے جبکہ متفقہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، یکجا یا علیہ السلام فقرات سے ثابت کہیں در نہ لفظوں کے قرآن میں سے آئے پیچھے کے الفاظ حذف کر کے اپنے مطالب کی دلیل وضع کرنے کی تحریف کا دستاویز کیا ہے نہ یہی فتویٰ ہے جائز ثابت کہ میں پھر مجبوراً ہم بھی مطالبہ الفاظ قرآن میں سے نکال کر دکھا دیں گے کیونکہ غی، ولی اللہ رسول، عقیدہ وغیرہ سارے الفاظ قرآن میں مستعمل ہیں۔

(۵) شیعہ مذہب کی کتابوں میں کسی صحیح حدیث میں بطور کلمہ اسلام ان الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا یعنی شیعہ علماء وہ ثابت نہیں کر سکتے

کہ کسی کافر کو مومن دیکھ کر بتائے ہوئے رسول اکرم ہادی اعظم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ اعلیٰ ولی اللہ دھبی رسول اللہ و خلیفہ، بلافضل کے الفاظ کا اقرار کر لیا۔ میرے رسالہ یا کتابتال میں تبدیلی کلمہ اسلام کی ایک خطرناک سازش کے جواب میں شیعہ علما نے جو سبائل لکھیں، کئے ہیں اور جن کا مجھے علم ہے ان میں کوئی شیعہ عالم یہ امر ثابت نہ کر سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر کو راکرہ اسلام میں داخل کرتے وقت علی ولی اللہ دھبی رسول اللہ و خلیفہ بلافضل کا بھی اقرار کر لیا تھا۔ بلکہ ان میں سے بعض نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ زمانہ رسالت میں کلمہ اسلام میں ان الفاظ کا اقرار نہیں لیا جاتا تھا چنانچہ سید قتیل حمید راف ٹکیلہ نے اپنے رسالہ "کلمۃ المؤمنین" میں لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب خداداد عالم نے تصدیق فرمائی کہ میرے زمانے میں جس قوم و ملک و زمان میں وہ آئے ان کا کلمہ ان تک محدود رہا۔ حضرت آدم کے زمانے والے لا الہ الا اللہ آدم خلیفہ اللہ حضرت نوح کے زمانے میں لا الہ الا اللہ نوح کجی اللہ۔ حضرت ابراہیم کے زمانے والے لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کے زمانے والے لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ حضرت عیسیٰ کے زمانے والے لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ پڑھتے رہے۔ ان کے بعد سلسلہ نبوت جاری تھا اس لئے ان کا کلمہ ان تک محدود رکھا۔ لیکن ہمارے نبی آخر محمد مصطفیٰ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ رسالت مآب کے زمانہ حیات تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور بعد از حیات لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ دھبی رسول اللہ و خلیفہ بلافضل کا بھی

۳۰۳
تہ بیان سے اقرار کیا جانے لگا۔ اور یہ اقرار دلیل ہے سلسلہ نبوت، ختم ہے
اور سلسلہ ولایت و امامت شروع ہے الخ حصہ ۱۲۔

شیعہ کتب میں کلمہ ولایت کے اثبات کی کمی نہیں ہے

شیعہ کتب میں کلمہ اقرار ولایت علیہ کے اثبات کی کمی نہیں ہے ہم نے
مندرجہ بالا بیان میں دس روایات بطور نمونہ پیش کی ہیں اور مزید نبوت
دیتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کلمہ طیبہ مومن کا
زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ و خلیفہ
رسول اللہ کہنا اور دل سے اس کا اعتقاد رکھنا ہے دیکھئے تفسیر
فتحی جلد ۲ ص ۹۷ سورہ فاطر۔

تفسیر صافی جلد ۲ ص ۲۴۹ تفسیر عمدة البیان جلد ۱ ص ۹۷،
تفسیر برہان جلد ۲ ص ۵۹ وغیرہ۔
لہذا کلمہ طیبہ سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی
اللہ خلیفہ رسول اللہ ہے یا فی اس کی تعبیریں، تفسیریں اور
شرحیں ہیں لفظی و کلامی لحاظ سے افہام تفہیم ہے جو آئمہ معصومین
اور مجتہدین و علماء سے مروی ہیں۔
شیعہ کتب کے تو ایک طرف رکھیں کہ ان سے ثابت ہے کہ خلیفہ کا ایما
کی ہر شے سے ایمان و اقرار ولایت علی کا عہد لیا۔ اور اس کے اثبات گذشتہ

۳۰۴

اور اسی میں گمراہ سے ہیں مگر خود سنی کتب سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عین شہادتوں پر صحابہ سے بیعت اسلام
لی چنانچہ مرقوم ہے کہ

آنحضرت کا اپنے وحی کی شہادت کا اقرار لینا

”عَنْ عَبْدِ بْنِ عَامِرٍ الْجَمْعِيِّ قَالَ يَا اَبَا سُرَيْبٍ اَللّٰهُ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ قَوْلِ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا نَبِيٌّ وَعَلَيَّ اَوْحَى فَاَيُّ مَنِ التَّلَاثَةِ
مُرْكَبًا كَفَرًا فَانْكَرَ“

صحابی رسول حضرت عتبہ بن عامر جمہنی سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم (صحابہ) سے اس قول پر بیعت لی کہ ”سوا
اللہ وحدہ لا شریک کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اس کے نبی (رسول) ہیں اور علی (علیہ السلام)
ان کے وحی ہیں۔ اگر ہم نے ان میں (شہادتوں) میں سے کسی کو
ترک کیا تو کفر کیا۔ (نیایع المؤدۃ ص ۲۴ - طبع اول)

صحابہ کے نزدیک علیؑ کی وصایت کا انکار کفر تھا

فرقہ صحابہ کو دعوت غور ہے کہ نجم ہدایت صحابی نے کہا ہے کہ ان
تین شہادتوں میں کسی ایک کو ترک کہنا ”کفر“ ہے اور کفر کا اطلاق

ہمیشہ ترک قطعی اعتقاد پر ہوتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ سے مذکورہ تین سنہا دونوں پر مباحث لینا ثابت کفر کا ہے۔ زمانہ رسولؐ میں خود حضور اکرمؐ نے لوگوں سے خدا کی توحید اور اپنی رسالت کے ساتھ علمی کی امامت، ولایت، اور وصایت کا اقرار لیا اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار صحابہ کی نظر میں کفر تھا۔ اب جبکہ معنی و مطلب، مفہوم و مراد، مقصد و مطلب پر راہ دیکھا نہ پھر لفظی عبارت کی آڑ میں کھسائی ملی کی طرح کھمبہ لڑھکنا محض نہیں نہ مالوں، دانی بات ہوگی۔ اور ہٹ دھرمی یا بلا جواز ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اگر اس طرح کی بیڑھی بحث پر ائمہ میں گئے تو اپنی کتاب میں ص ۹۸ و ۹۹ پر نقل کردہ تینوں روایات میں مندرجہ کلمہ کو کسی طرح ثابت نہ کر سکیں گے کیونکہ بخاری کی دونوں روایات اور شبلی کے حوالے میں ہرگز نہ کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ان الفاظ میں متن کی عبارتوں میں نہیں ہے۔ بلکہ مذکورہ عبارات میں مرقوم الفاظ اور کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں واضح طور پر لفظی فرق ہے۔

اس بیان میں قاضی صاحب نے ایک حاشیہ پڑھا ہے اور لکھا ہے۔ "شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کلمہ عرضی پر اور جنت میں لکھا ہوا ہے۔" تو اس کا جواب یہ ہے کہ۔
 (ا) عرضی اور جنت کی روایت میں بھی یہ الفاظ اسی ترتیب سے نہیں دکھا سکتے اور خلیفہ بلا فصل کا "تو تمہیں وجود ہی نہیں۔"
 (ب) ہم عرضی کی بات نہیں لے چکے ہیں فرض پر ہی بات لے چکے

کہ فرشتوں کو کونسا کلمہ اسلام کا پڑھایا تھا؟

ہمارا کلمہ عرش و فرش پر رائج ہے !

شیعوں نے ان پیشواؤں کو امام و رہنما تسلیم کیا ہے جو کبھی عاجز نہیں ہوئے بلکہ دعویٰ سلطنتی بلند کرتے رہے۔ اور بڑے متکبر سلاطین ان کی موجودگی میں اپنی ذبائوں کو بند رکھنے کا حکم دے کر اعتراض کرتے رہے کہ اگر یہ پسر تیاں نہ ہوں تو ہم مر گئی ہوتے جائیں۔ اگر یہ باب مدینۃ العلم، کی جادو بگنی کرنے پر بھی آدمی عاجز رہے تو اس کی بدبختی ہے۔

قاضی صاحب ہمارا کلمہ صرف عرش پر نہیں عرش و فرش دونوں پر لکھا ہوا ہے۔ اور میں نے گذشتہ صفحات میں آفاق عالم اور جملہ موجودات پر نفی کلمہ دلالت علی تائید کیا ہے۔ اور خدا و رسول کا اس میثاق کے لئے عہد لینا فریقین کی عظیم الشان کتب سے پیش کیا ہے۔ یہی ترتیب الفاظ کی بحث تو بیش کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے راشد خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب کا اسلام لاتے وقت کلمہ ان الفاظ میں تائید نہیں کیا ہے کہ انھوں نے اسلام لاتے وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، پڑھا ہے۔ آپ نے فائدہ عظیم کا کلمہ اسلام اس کلمہ سے لفظی اعتبار سے نہ اندازہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قابل اعتبار ہو سکتا ہے کہ پھر شیعوں پر لفظی اختلاف کا اعتراض کرنے کا آپ کو حق حاصل نہیں ہے جو بھی جواب آپ سنبلی نعمانی کی منقولہ عبارت

میں کلمہ سے زائد الفاظ کے استعمال کا دیں گے۔ اسی کو پہلا جواب سمجھ کر دہر لہجے کا۔ "بائی وہی خلیفہ بلا فضل کے وجود کی بات کو خاطر جمع رکھنے آمندہ بھی یہ پیش کر رہا ہوں۔"

آپ نے جو فتنہ انگیز کاوشیں

تبدیلی کلمہ کی ایک خطرناک سازش، لکھا اس کے کئی جوابات میری ملت کے اکابرین نے تلخ کے ہیں ان جوابات میں جس بات کی کمی کا آپ نے ذکر فرمایا ہے وہ حقیر نے اس کتاب میں پوری کر دی ہے۔ کہ رسول اللہ نے لوگوں سے ولایت کا اقرار کر دیا اور یہ بیٹوں تہا ریں جلالت عام میں زبانی اور تحریری طور پر حضور نے مصدق فرمائیں۔ جب دین مکمل ہو گیا تو اس کے بعد ولایت علیؑ پر ایمان لانے کا اقرار اصلاً واجب ہوا جیسا کہ میں نے گزشتہ صفحات میں حضرت ابو سعید خدری سے مروی روایت نقل کی ہے۔

سید عقیل حیدر کی دلیل مضبوط ہے

مترجم سید عقیل حیدر صاحب کی تصنیف "کلمۃ العین" خاک را کی نگاہ سے نہیں گذری البتہ ان کی اس دلیل پر مجھے بھی اتفاق ہے کہ ولایت علیؑ کا اقرار سلسلہ نبوت کے خاتمہ کی منہر ہے۔ اور سلسلہ امامت کے آغاز کی دلیل ہے۔ اس دلیل پر تمنا ہے سچ رکھتے ہیں کہ

"ہم کہتے ہیں کہ اگر کلمہ اسلام میں حضرت علیؑ کی ولایت و امامت

کا اقرار ضروری تھا تو اس کو سلسلہ نبوت کے ختم ہونے اور سلسلہ ولایت و امامت کے شروع ہونے کی دلیل بنایا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان جس طرح قرآن مجید کی قطعی آیت و لگن کر سوال اللہ و خاتم النبیین سے کیا گیا تھا اسی طرح قرآن میں ہی حضرت علیؑ کی ولایت و امامت کے متعلق قطعی اعلان کیا جاتا۔ علاوہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی اگر یہ ضروری ہوتا تو آپ خود ہی اعلان ختم نبوت کے بعد کلمہ اسلام میں حضرت علیؑ کی ولایت و امامت کا اقرار شروع کر دیتے۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص بھی کلمہ اسلام میں کسی و بیٹھی کرنے کا حیا نہ نہیں ہے۔ اگر حضرت علیؑ کی ولایت و امامت کا عقیدہ بنیادی اصول دین میں مثل لوحید و رسالت کے ضروری ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی لوحید اور رسالت کے ساتھ قبول اسلام کے لئے حضرت علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت کا اقرار بھی ضروری کرتے۔

میرا جواب یہ ہے کہ قرآن میں امامت علیؑ کا قطعی اعلان نہ صرف کتب شیعہ سے ثابت ہے بلکہ متعصب سنی علماء تک نے آیت ولایت آیت اطاعت اور آیت تبلیغ وغیرہ کو ولایت و امامت و خلافت علیہؑ کہ نصوص قطعیہ تسلیم کیا ہے۔ تفصیلات میری کتاب "علی و ولی اللہ" میں دیکھ لیں۔ لیکن جب دلوں پر قفل لگ جائیں تو ان کا کھلنا مشکل ہوتا ہے۔ خاتم النبیین کی ختم نبوت پر نص قطعی کے باوجود ایک سنی عالم مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا ذبیہ کا دعوئی کر دیا۔ اور

لاکھوں کی تعداد میں نئی لوگوں نے اس قطعی نص کو نظر انداز کرتے ہوئے اس جھوٹے نبی کو مان لیا۔ اسی طرح اگر علی علیہ السلام کا نام لے کر بھی قرآن میں کہہ دیا جائے گا ان کی ولایت و امامت کا اثبات کلمہ میں کوئی حصر و رد کا ہے۔ نہ ہرٹ و طہرہم لوگ نبی بھی نہ مانے اور اپنی قیاسی تاویلات اختراع کرتے لہذا اللہ نے نام کی بجائے کام و صفات کے ساتھ ذکر کیا تاکہ گھٹ لا باندی نہ ہو سکے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکمال و تمام نعمت دین کے بعد خود کو تقرباً اور کتباً برہم لایا۔ کتب شیعہ و سنی تصرفت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت و خلافت کا اعلان فرمایا اور صحابہ سے اسلام کی تین شہادتوں پر بیعت لی جس میں کسی ایک کا بھی انکار کفر قرار دیا۔ اور اس بات کا ثبوت کہ سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید و خلوۃ دینی اپنی رسالت اور اپنے خلیفہ کی ولایت کا اقرار کرایا۔ پچھلے صفحات میں پیش کر چکا ہوں۔ اگر عقیدہ امامت منکر توحید و رسالت نہ ہوتا تو صحابی رسول علیہ بن عامر ہرگز یہ اعلان نہ کرتے کہ ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ سے اقرار ولایت کروانا ثابت ہو گیا تو اب ضرور کا ہے کہ ہر مدعی اتباع رسول اس حکم رسول اور سنت نبوی کی تعمیل و پیروی کے قاضی صاحب کے دلائل کی ہی روشنی میں کلمہ کالفظی اعتباراً متواتر نہیں ہے بلکہ مفہوم و اثرات سے ثابت ہے اس لئے ایک ایسے عمل کا لفظ صاحب پر معترض خود قابل نہیں ہے۔ نہیں کر سکتا ہے۔

لاکھوں کی تعداد میں نئی لوگوں نے اس قطعی نص کو نظر انداز کرتے ہوئے
 اس جھوٹے بیج کو مان لیا۔ اسی طرح اگر علی علیہ السلام کا نام لے کر
 بھی قرآن میں کہہ دیا جاتا کہ ان کی ولایت و امامت کا اقرار کلمہ
 میں کرنا ضروری ہے۔ تو بہت دھرم لوگ تب بھی نہ مانے اور اپنی
 قیاسی تاویلات اختیار کرتے لہذا خدا نے نام کی بجائے کام و صفات
 کے ساتھ ذکر کیا تاکہ کلمہ لا با ندی نہ ہو سکے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے اکمال و اتمام نعمت دین کے بعد خود تقریر اور تحریر
 بمطابق کتب شیعہ و سنی حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت
 و خلافت کا اعلان فرمایا اور صحابہ سے اسلام کی تین شرطوں
 پر بیعت لی جس میں کسی ایک کا بھی انکار کفر قرار دیا۔ اور اس بات
 کا ثبوت کہ ہر کار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید و خلوۃ نہی
 اپنی رسالت اور اپنے خلیفہ کی ولایت کا اقرار کرایا۔ پچھلے صفحت میں
 پیش کر چکا ہوں۔ اگر عقیدہ امامت منحل توحید و رسالت نہ ہوتا
 تو صحابی رسول عتبہ بن عامر ہر گز یہ اعلان نہ کرتے کہ ان تینوں میں
 سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کا صحابہ سے اقرار ولایت کر دانا ثابت ہو گیا تو اب ضروری ہے کہ ہر دعا
 اتباع رسول اس حکم رسول اور سنت نبوی کی تکمیل و پروا کرے
 قاضی صاحب کے دلائل کی ہی روشنی میں کلمہ کالفظی اعتبار و تواتر
 نہیں ہے بلکہ مفہوم و اثرات سے ثابت ہے اس لئے ایک ایسے عمل
 کا وقت و ماحول پر معتبر حق خود عامل نہیں ہے۔ نہیں کر سکتا
 ہے۔

کلمہ کے الفاظ
میں ایسا اضافہ
کرتا کہ جس سے

کلمہ میں اضافہ ممنوع نہیں ہے

مطالب و مفہوم تبدیل ہو جائے جائز نہیں ہے مگر ایسی عبارت کا
اضافہ جو تشریحا اور تشریحا جائز ہو ممنوع نہیں ہے۔ اگر قاضی صاحب
کوئی ایسی روایت اپنے علم میں محفوظ رکھتے ہیں کہ جس میں یہ ظاہر کیا
گیا ہو کہ کلمہ کے الفاظ میں ایسی عبارت کا اضافہ کرتا جائز نہیں
جس سے مفہوم کلمہ میں کوئی فرق نہ پڑے تو وہ بڑے شوق سے
پیش کر سکتے ہیں۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں اگر میں پڑھوں یا لکھوں کہ
”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
تو کوئی مسلمان میرے اس کلمہ کو غلط قرار دینے یا محرف سندہ
کہنے کی جرات نہیں کر سکتا والا تہ لفظ ہر میں نے بسم اللہ شریف کا
اضافہ کیا ہے۔

اسی طرح حکم قرآنی اور امر متفقہ کے مطابق اگر میں یوں
پڑھوں کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تو کوئی متحفظ کبھی لڑک کہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے بسم اللہ اور درود کا کلمہ
میں اضافہ کر دیا ہے لہذا متھرا کلمہ غلط ہے۔
یہ معلوم ہوتا کہ کلمہ کے ساتھ ایسے الفاظ کا اضافہ جو اصل
مفہوم و مطلب پر اثر انداز نہ ہوں ممنوع نہیں بلکہ باعث ثواب
ہیں بشرطیکہ تعظیماً، تشریحاً اور تریحاً استعمال کئے گئے ہوں۔

”علیٰ و بنی اللہ تحریراً و تقریراً ثابت ہے“

پس نبی اکابرین سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم
عام تحریراً و تقریراً ثابت ہے کہ تیرہ سال کے ساتھ علیؑ کی امامت
و خلافت اور وصایت کا اقرار کیا جائے تو اس تیسرے عہد کو کلمہ
میں شامل کرنا عین اطاعت خدا و رسول ہے اور اس کی مخالفت
بلا جواز ہے یہی وجہ ہے کہ اس ولایت کو مسلم و منافق میں کسوتی
بنایا گیا اور نہ مذہبی شریعت اور نہ دیگر کتب صحاح کی روایات
کے مطابق منافق و مسلم کی پہچان بغض علیؑ سے کی جاتی تھی۔
ہم اگر غور و انصاف کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ موحّد کی
پہچان لا الہ الا اللہ سے ہوتی ہے۔ مسلم کی پہچان محمد رسول اللہ سے
ہوتی ہے اور مومن و منافق میں تمیز علی و بنی اللہ سے ہوتی ہے۔
پس سید عقیل حیدر دام اقبالہ نے جو دلیل بیان کی ہے دل کو
لگتی ہے کہ ائمہ ثلاثہ علیہ السلام کے بعد منافقت کا قلع و قمع از خود
ہو جاتا ہے لہذا کوئی عفر ولایت یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت کے
بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ بلکہ وہ سلسلہ امامت کو سلسلہ
ہدایت سمجھتا ہے مگر جو منکر ولایت ہوتے ہیں کبھی وہ ربے الفاظ میں
لپچاتے ہیں کہ اگر میں بعد کوئی نبی ہوتا تو ————— ہوتا یہ منکر
کچھ سال بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے نفس خاتم النبیین
کی پرواہ کئے بغیر غلام احمد جیسے سنی عالم کی نبوت فاسقہ پر ایمان لا کر

۲۱۸
 ہمہ دارندہ نامہ پیدا شد کہ اس حکم منسوب شدہ کہ مشائخ صحابہ گاہے آنروا
 زمان خلافت خود در اذان واقعت نہ لفظہ اللہ بلکہ احدیے اگر بایں امر
 جملہ اہل بیت میگردیدند حضرت فادوق اور ابتدا دیب شدیدی کہ وقت پسند
 کہ ہمہ بخاندی سر شریف گویندہ یا علی را بدون اذان ہم فاسد الحمد بہانہ
 (نہیاض الصاویقین بحوالہ العجاذ وادی ص ۲)

۱۸۰ اہل بیت سے منقول شدہ احادیث کی تعداد کثیرہ سے ثابت
 ہے کہ جہاں جہاں بھی لڑ حید و رسالت کا ذکر کیا جائے وہاں شہادت
 ولایت کا ذکر بھی لازمی ہے چنانچہ صفحہ ۱۸۰ سے بہ سند صحیح منقول ہے کہ
 آپ نے حضرت امیر سے فرمایا: "یا علی رسالت ربی ان شد کہ لا حیث
 اخذ کس" یعنی اے علی میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ جہاں جہاں
 میرا ذکر ہو وہاں تمہارا ذکر بھی ہو۔

(زہر البزج علامہ جزائری جلد ۱ ص ۲۹۶)
 حضرت رسالت آہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں
 صحابہ کلام کا اذان میں کلمہ ولایت پڑھنا ثابت ہے اور بزبان رسول
 اس کی اجازت بھی مصدق و موثق ہے چنانچہ لکھا ہے کہ -
 "حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کلمہ ولایت کے
 اذان میں پڑھے جانے کے متعلق یہ روایت موجود ہے جس کو جلیل القدر
 عالم اہل سنت و الجماعۃ شیخ عبد اللہ مراعی مہری نے کتاب "السلاطین
 فی الاموال خلاصہ" میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان فادوقی اذان واقعات
 میں شہادت رسالت کے بعد ولایت علی کی شہادت دیا کرتے تھے
 پس ایک شخص نے جا کہ یہ خبر دی پس صفحہ ۱۸۰ نے فرمایا "تہ نے کھلائی
 ہی کہ سنا ہے" اسی کتاب میں منقول ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ
 وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ابو ذر غفاری اذان میں

آپ کی رسالت کی شہادت دینے کے بعد "اشھد ان علیاً وری
 اللہ" کہتے ہیں پس اس حضرت نے فرمایا تو نے ابوذر سے حق
 سنا ہے کیا تو بھول گیا کہ میں نے غلہ یہ ختم میں کہا تھا من کنت مو
 فصل (اسی ص ۵۸) (الدین بین السائرین المجیب جلد ۱
 ص ۱۷ مطبوعہ کویت بحوالہ شہادت ثالثہ ص ۳۲)

مندرجہ بالا منقولہ اقتباسات کی موجودگی میں یہ کہنا بالکل غلط
 ہے کہ شیعہوں کا کلمہ یا اذان و اقامت کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔
 جبکہ شیعہ کتب تو وہ کسی ایک طرف مثنیٰ کتابوں سے شہادت لے چکے
 رسالت کے ساتھ ولایت کی گواہی پوری طرح ثابت ہے۔
 اب جو کہ ہم اپنی مرضی سے کلمہ میں ولایت کا اضافہ نہیں کرتے بلکہ
 بحکم رسول ایسا کرتے ہیں اس لئے یہ سنت کی پیروی ہے اور اس کی
 مخالفت یا انکار براہ راست رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 مخالفت ہے جو کبھی کبھی حق نہیں ہو سکتا ہے۔ علیؑ کے ذکر کو رسول اللہ
 نے اپنے ذکر کے ساتھ رکھا مگر اگر کسی بیغیر یا اذواج کو یہ سفر نہ بخفا
 لہذا کہو تو ان کے لئے نص رسولؐ موجود نہیں لہذا ان کو کلمہ میں
 شامل نہیں کیا گیا۔ جبکہ ان کا اقرار کرنا ممنوع نہیں ہے پس یہ سوال
 اب رسولؐ کا ایسا نتیجہ کہ انھوں نے علیؑ کی بجائے کسی دوسرے کو کلمہ
 میں کیوں شامل نہ کیا۔ دین کے معاملات کا تعلق رسولؐ سے ہے کسی اور
 سے نہیں۔ اُمت کا کام صرف اتباع ہے۔

الصلاة خير من النوم ثابت نہیں ہے
 "خير من النوم" الصلاة

کا اولیات عمر میں ہونا امر مسلمہ ہے۔ اور مشکوٰۃ کی جو روایت سنن ابو

کہ مفسد علیہم کی راہ کو ترک کر کے اُن کی راہ پر آ جاؤں جب تک ولایت کا اعلان کر کے اللہ نے اپنے دین کو کامل کیا اور تمام نعمتیں مکمل کر دیں۔ انعام پورا کر دیا۔

میں نے دیکھا کہ مکہ و اہل مکہ مدینہ کی پیروی حجت نہیں

مکہ مدینہ کے بارے میں ایسی روایات موجود ہیں کہ فقہ و ہاں سے جنم لیں گے اور آج کے دور کا بجدی اقتدار مجھے عباسی دور سے ملتا جلتا نظر آیا کہ تمام مقدس نشانہ کو نہ وبال کر دیا گیا ہے مجھے مکہ کی تاریخی شکرہ سفاح سے یاد تھی حرمہ کے واقعات بھی ذہن میں محفوظ تھے۔ اور مجھے یہ بھی یاد تھا کہ اہل مدینہ نے کس طرح جنازہ رسول کو لاواڑ چھوڑ کر حکومت کی کرسی چھیننے کی کوشش کی تھی، حسن کا جنازہ تیروں سے چھپاتی ہوا تھا۔ ان چیزوں نے مجھے اہل مکہ اور اہل مدینہ نہ ہدایت کے لیے حجت تسلیم کرنے سے منع کر دیا۔ ایس ہدایت کی مجھے صرف یہی راہ نظر آئی کہ میں سفینہ نجات میں سوار ہو کر اپنی عاقبت اندیشی کا ثبوت دوں۔ پس بادشاہوں کے محلات کی دیواروں پر کمرہ ٹکرنے کی بجائے میں نے باب علم و حکمت کی چو کھٹ پر اپنا سر نہ بٹانہ خم کر دیا اور نعرہ حیدری "یا علی بلند کر کے اس گروہ میں داخل ہو گیا جس کی کامیابی کا اعلان رسول مقبول نے متعدد بار کیا کہ "اسے علیؑ لے اور تیرے شیعہ جنتی ہیں۔" میں نے ایسی محکمہ یقین دہانی کسی اور خلیفہ کے لئے دھونڈھنے کی کوشش کی کہ رسولؐ نے کسی کو ایسا فرمایا کہ اسے فلاں لے اور تیرے سہی جنتی ہیں۔ مگر بے سود! لہذا میں نے شک کو ترک کر کے یقین کا دامن تھام لیا۔ اور سارے درجہ چھوڑ کر حیدر کو جائے پیراہ

تسلیم کر لیا۔ !
 بالفرض میں نے اپنی کتابوں "اصول دین" اور "فروع دین" میں
 اُن وجوہات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ جن کے باعث میں سنی مذہب
 ترک کر دیے پر آمادہ ہوا۔ اور شیعہ مذہب اختیار کرنے کا فیصلہ
 کر لیا۔ قاضی صاحب سے یکتا ہوں کہ وہ مذکورہ کتابوں کا مطالعہ
 فرمائیں اور اگر ہو سکے تو ان پر اپنی جوابی رائے سے مستفیض
 فرمائیں تاکہ حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی قارہ بین کو سہولت
 میسر آجائے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ قاضی صاحب کی ہر بات
 کا جواب دوں۔ تاہم اس سلسلہ میں

ولایت حق ہے لہذا شیعہ ہونا پڑا !

مجھے مطمئن کرنے میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے اس
 فیصلے کا انحصار قارئین پر ہے مجھے اس بات کا احساس ہے کہ کتاب
 لے قع سے زیادہ طویل ہو گئی ہے مگر یہ طوالت ناگزیر تھی کیونکہ میں نے
 قاضی صاحب کی مکمل عبارتیں نقل کر کے قارئین کو ان کی اصل کتاب کے
 مطالعہ سے بے نیاز نہ بنادیں گے پھر قاضی صاحب نے اصل میں فروع
 سے ہٹ کر دوسرے مضامین میں الجھانے کی کوشش میں جو زور
 صرف فرمایا ہے مجھے اس دباؤ کو بھی بردھنا پڑا ہے۔ اب سب سے
 آخر میں بندہ راقم اپنا اختتامی بیان "سنتی" قرآن کی روشنی
 میں پیش کر کے حجت تمام کرتا ہے کہ سنی مذہب حق کے خلاف
 ہے اور صرف شیعہ مذہب ہی حق ہے۔ کلام پاک کی سورہ کہف

میں خدا نے ولایت کو حق کہا ہے کہ "عبداللہ الوکایۃ للہ الحق"،
 پس اگر مٹنی مذہب حق ہے تو قاضی صاحب بتائیں کہ ان کا مذہب
 "ولایت" کا مخالف کیوں ہے؟ حق کا مخالف باطل ہی ہو سکتا
 ہے لیکن چونکہ مٹنی مذہب ولایت کا انکار کہہ کے کتاب حق، رسول حق
 خدائے حق اور وحی برحق کی مخالفت کرنے میں پیش پیش ہے
 اور شیعہ مذہب میں ولایت کا منکر ایمان ہی سے محروم ہے۔
 اس لئے مٹنی مذہب باطل اور شیعہ مذہب حق ہے۔ سوائے شیعہ
 مذہب کے "ولایت" کہ کسی دوسرے اسلامی مذہب نے اصل دین
 تسلیم نہیں کیا بلکہ حق تلوات قرآن کے برعکس عموماً غیر شیعہ اس حق کے
 خدائے سینہ میر ہے بن پس حق کا تقاضہ یہ ہے کہ شیعہ مذہب
 کی حقانیت کے حق کو ادا کر دیا جائے اسے قبول کر کے حق کا قبول
 بالکمال جائے۔

حق کا حق ادا کرنا مٹنی مذہب کا تاریخ حق تلفیوں
 پر مبنی ہے اسفندوں نے ذی القربی
 کا حق غصب کیا۔ تلاوت قرآن کا حق ادا نہ کیا آل رسول کی مروت
 کے حق کو نظر انداز کیا۔ سادات کے حق جس کو ہضم کیا اہل بیت
 سے تمسک نہ کھنکے کا حق بھلا دیا۔ رسول کا حق۔ آل رسول کا حق
 شریعت رسول کا حق، سنت نبی کا حق، خدا کی کتاب کا حق
 اللہ کا حق، اس کے بندوں کا حق، ولایت کا حق، امامت کا حق
 خلافت کا حق، انسانیت کا حق۔ شرافت کا حق، الغرض ہر حق کا
 حق احتجاج کہہ رہا ہے کہ مٹنیوں نے اسے ادا نہ کیا۔
 لیکن ————— بفضل خدا شیعوں نے اس وحی برحق

کی پیروی اختیار کی جسے خدا نے برحق کے رسول پر حق نے
فردمایا۔

”حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ علیؑ حق کے ساتھ“
اے خدا بھیر دے حق کو ادھر جدھر علیؑ پھرجائے“
پس شیعوں نے اس امام برحق کو رہنما مان لیا جو جدھر
بھی گئے حق اس کی پیروی کرنے پر مجبور ہو گیا پس حیدر حق کے
امام کو مان لیا اور حق شیعوں کا پیر سمجھائی، ہو گیا۔ جیسے شیعہ
علیؑ کے مرید ویسے ہی حق علیؑ کا مرید ہے۔

لہذا حق بات یہ ہے کہ اس کے رسول حق کا وجود ہی نہیں
کہ علیؑ کو امام مقرر من الطائفت مان کر حق کی اشرار کی جائے
سرایا حق علیؑ کے مخالفین کو باطل فساد دے کر
حق کی نصرت کی جائے۔ چنانچہ شاہ محمد اسماعیل المصطفوی شہید
دیوبندی نے جو مضمب امامت میں کہا ہے کہ۔ وہ نہ قیامت
ولایت علیؑ کا سوال کیا جائے گا۔

اس بات کا حق حقدار ہے کہ اس سوال کے جواب
دینے کے حق کو ہمیشہ یاد رکھا جائے تاکہ غائمہ بالخیر ہو۔ اور
حشر مع خیر البیر یہ ہے۔ بل صراط کو عبور کرنے کا یہ روانہ حاصل
کرنا ان ہیں۔

واللہ الحمد و ما علینا الا الابد
والشکاک والدعا
عبدالکریم مشتاق

گروہ قاضی کا کلمہ اور درود کو بدلنا

قاضی مظہر حسین صاحب کا تعلق مسلک دیوبند سے ہے۔ انہوں نے ہم شیعوں پر کلمہ تبدیل کرنے کا جھوٹا الزام عائد کیا ہے۔ اور اس مذہب پر وینکٹے میں ایڑی چرٹی کا زور صرف فرمایا ہے۔ ہمارا کلمہ تو بفضل خدا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ہم نے کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نہ ہی کوئی تحریف لفظی کی ہے اور نہ ہی کوئی معنوی تبدیلی مگر مسلک دیوبند کا حال یہ ہے کہ ان کے ہاں ”حمد رسول اللہ“ کا انکار اور ایک غیر معصوم دیوبندی مولوی کی رسالت کا اقرار پایا جاتا ہے جیسا کہ رسالہ ”الامداد“ میں درج ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید کے کلمے ”لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ“ کو خود مولوی تھانوی نے خود کو متبع سنت قرار دے کر صحیح مانا ہے۔ طرہ یہ ہے کہ جو کام مرزا غلام احمد نادانی جیسے مدعی نبوت نہ کر سکے دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے کر دکھایا کہ ”الحمد صل علی سیدنا ونبینا وھولانا اشرف علی“ جیسے مصنوعی درود کو پسند کیا اور اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ یہ واقعہ رسالہ ”الامداد“ بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں تفصیل سے درج ہے اور قارئین ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ دیوبندی نام نہاد مجدد اور حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب ان شیطانی دسارس میں ڈوبے کیسے کیسے خواب دیکھ رہے تھے۔

اسی طرح وہابی مولوی ثنا اللہ امرتسری نے اپنے مسلک کے ایک امام عبد الجبار غزنوی اور ان کے پیروکاروں کے متعلق لکھا ہے کہ:

”ہمارے ملک میں ایک نئی تثلیث قائم ہوئی ہے جو عیسائیوں کی تثلیث سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ کسی طرح نہیں چاہتے کہ کسی قومی نام میں مل کر کام کریں۔“

بقول ڈپٹی محمد شریف صاحب امرتسری جب تک کوئی شخص یہ زمانے کو لالا لہ
اللا اللہ عبد الجبار امام اللہ اس سے ملنا جائز نہیں ۛ

(اجار اہل حدیث امرتسر کا کالم ۛ ۵ اپریل ۱۹۱۲ء)

ایسے دسوز واقعات اور اس طرح کی رکیک مثالوں کی موجودگی میں جب
ہم اہل حق شیعیان حیدر کرار کے خلاف تحریف کلمہ کا جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے
تو منصفانہ مزاج لوگ سخت حیران ہو جاتے ہیں۔

بلاشبہ شیعوں کو اظہار کو معصوم و منصوص باری اعتقاد کرتے ہیں لیکن دنیا
ایسی ایک بھی مثال پیش کرنے سے ناسرور و معذور ہے کہ کسی شیعوں نے کسی امام کو
رسولِ خاتم کے بعد نبی اللہ کہا ہو۔ یہ اعزاز بدھارے مخالفین ہی کے حصہ آتا ہے
کہ قتل بھی خود کرتے ہیں اور الزام بھی دوسروں پر دھرتے ہیں۔ جھوٹے کلمے خود
پڑھتے ہیں اور نام شیعوں کا لگاتے ہیں۔ تاملی جی کے لئے ان کے امام و رسول اور
نام نبی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تحریر سے ثابت کر دے نئے
کلمے اور نئے درود کی تائید اور ترغیب کافی ہوگی۔ اور اگر ان میں شرارت کا مادہ
ہو گا تو آئندہ وہ شیعوں سے کلمہ پر گفتگو سے پرہیز کریں گے۔

فاضل مظہر صاحب نے مکہ و مدینہ (حرمین شریفین) میں مروجہ مذہب کو
دلیلِ حقانیت قرار دیا ہے سیاسی اعتبار سے اس موضوع پر کچھ لکھنا موجودہ حالات
میں مناسب نہیں ہے لہذا میں چند معتبر احادیث و روایات کتب اہل سنت سے نقل
کر کے تاریخی کو دعوتِ غور و فکر دینے پر اکتفا کروں گا۔ چنانچہ شیخ الاسلام مفتی
حرم علامہ سید احمد بن ذہبی دھلان مکی اور علامہ جمیل آفندی نے اپنی کتابوں میں
لکھا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا،

۱۔ آخر زمان میں مسیحا کذاب کے شہر (مکہ) میں ایک شخص ظاہر ہوگا، جو

دین اسلام کو متغیر کر دے گا۔

۲۔ ”بجز سے ایک شیطان ظاہر ہو گا جس کے نکتے سے جزیرہ عرب میں

زلزلہ برپا ہو گا۔“ (الدار السنیہ ص ۲۹۔ الفہم الصادق ص ۲)

۳۔ علامہ دحلان نے بحوالہ مشکوٰۃ شریف تحریر کیا ہے کہ:

”آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو تم

تم نے سنی ہیں اور نہ تمہارے باپوں نے سنی ہیں۔ پس تم اپنے آپ کو ان سے

اور ان کو اپنے آپ سے بچاتے رہو۔ کہ تم کو گمراہی وقتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اور

بنی تمیم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”بے شک وہ جو تمہیں جبروں کے باہر سے

پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اللہ نے ان کے متعلق یہ بھی نازل فرمایا

ہے اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے سید علوی

مذکور فرماتے ہیں کہ بنی حنیفہ اور بنی تمیم اور وائل کی خدمت میں تمہارے لئے یہی کافی

ہے کہ اکثر خوارج انہیں میں سے ہیں اور سرکش ابن عبدالوہاب انہیں میں سے ہے۔

(الدار السنیہ ص ۲۲ مطبوعہ استنبول)

۴۔ مشرق (مغرب) سے کچھ لوگ نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلقوں

سے کچھ نہیں اترے گا۔ جب ایک قرن ختم ہو جائے گا اور دوسرا قرن آجائے گا،

پہاں تک کہ ان میں سے آخر مسیح المرجال کے ساتھ ہو گا۔

۵۔ علامہ دحلان کی نقل کرتے ہیں کہ:

”ایک روایت ہے کہ دو شیطان کے سینک نکلیں گے۔ بعض علمائے فرمایا،

ان دونوں سے مراد مسلمہ کذاب اور محمد بن عبدالوہاب ہیں۔ بعض ارشادات میں

ہے کہ وہاں نجد میں ہلاکت اور تباہی ہے۔ (الدار السنۃ ص ۵۶)
۶۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور نے دعا فرمائی:

”اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ ہمارے یمن میں برکت
دے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نجد میں؟ حضور نے فرمایا اے اللہ ہمارے
شام میں برکت دے۔ اے اللہ ہمارے یمن میں برکت دے۔ تیسری مرتبہ فرمایا
وہاں نجد میں زلزلے اور فتنے ہیں۔ وہیں شیطان کا سیٹھک نکلے گا۔

(بحوالہ دیلمی مذہب)

مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ
ایلیان مکہ و مدینہ کا مذہب تحت حتمیت نہیں ہو سکتا ہے۔

عبدالکریم مشتاق کی ایمان افروز تحقیقی کتب

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا!

اللہ بیت اور ازدواج میں فرق

انکسور کئے ہیں!

ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟

ہزار تمہاری دس ہماری

شیعہ مذہب حق ہے

عنوان

فقہ جعفری اور مختلف مکتبہ فقہ

چار یار

ایٹم بم کا دوسرا نام انجمن سپاہ صحابہ

چلور انسانیت

بل اور بلا

چراغ تلے اندھیرا

آپ کا کیا حل ہے؟

چونہ مکے

صدیق اکبر و فاروق اعظم

اصول دین (میں شیعہ کیوں ہوا؟)

تصدیق لفظ شیعہ

ہم متعہ کیوں کرتے ہیں؟

وصی رسول اللہ

علی ولی اللہ

سوسناری ایک لوہار کی

فروع دین (میں نے سنی مذہب کیوں چھوڑا؟)

وہی بھرم وہی منصف

آگ خانہ بتول پرا

یار رسول اور غار ثور

افسانہ عقد ام کلثوم

واقعہ قرطاس اور کردار عمر